اللہ جل جلالہ
خطباتِ فقیر
جلد پچیس
گناہوں کو کیسے چھوڑیں
عشقِ قرآن کی تاثیر
علاماتِ قیامت
شوقِ شہادت
توبہ کے اسباب
ختمِ بخاری شریف
پرتاثیر دعائیں
دل کی محنت
گناہوں سے اجتناب
پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، مفکرِ اسلام
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ
مکتبۃ الفقیر
223 سنت پورہ فیصل آباد
+92-041-2618003
www.besturdubooks.wordpress.com

خطبات فقیر (۲۵)

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مرتب

حضرت مولانا پیر محمد اسلم نقشبندی مجددی مدظلہم

مکتبة الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد

041-2618003

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ اللہ اللہ

نام کتاب ـــــ خطبات فقیر ۲۵

از افادات ـــــ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

مرتب ـــــ حضرت مولانا پیر محمد اسلم نقشبندی مجددی مدظلہم

ناشر ـــــ مکتبۃ الفقیر
223 سنت پورہ فیصل آباد

اشاعت دوم ـــــ اگست 2010ء

تعداد ـــــ گیارہ سو

سرورق ـــــ حافظ انجم محمود

کمپوزنگ ـــــ دار المطالعہ حاصل پور
062-2442059

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْہُ
الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ
ارشاد فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: "جو اس دُرود شریف کو پڑھے میری شفاعت اس پر واجب اور ضروری ہے" طبرانی

فہرست مضامین

عرض ناشر

خطبات فقیر وہ مقبول سلسلہ ہے جو کہ دنیا کے بہت سے ممالک میں پڑھا جا رہا ہے حتیٰ کہ حضرت جی دامت برکاتہم بعض ممالک میں بعد میں پہنچے مگر کتب پہلے پہنچ چکی تھیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان خطبات اور دیگر کتب کی مقبولیت کی بڑی وجوہات کیا ہیں۔

۱...... سب سے پہلے تو دل میں یہی بات آتی ہے کہ خلوص دل اور رضائے الٰہی کے لیے لکھی گئیں ہیں۔

۲...... دوسرے دردِ دل اور سوزِ جگر کے ساتھ لکھی گئیں ہیں۔ ع

نقش ہیں سب ناتمام، خونِ جگر کے بغیر

۳...... تیسرے لوگوں کی خیر خواہی اور انہیں فائدہ پہنچانے کے لیے لکھی گئیں ہیں۔

ایک دفعہ زمبیا میں حضرت جی دامت برکاتہم سے راقم الحروف نے عرض کیا کہ بیانات اور کتب کا مواد اکٹھا کرنا بڑا مشکل ہوگا۔ فرمایا کہ مواد اکٹھا کرنا آسان ہے لیکن رجوع الی اللہ کرنا اور مواد کو الہامی ترتیب دینا مشکل کام ہے۔

جب کوئی تحریر اتنی زیادہ توجہ الی اللہ اور رجوع الی اللہ کے ساتھ لکھی جائے گی تو اللہ اس میں اثرات بھی ڈال دیں گے۔ اور اپنے غائبانہ نظام کے تحت اسے قبولیت بھی عطا فرما دیں گے۔ جس کی وجہ سے جو انسان بھی سنجیدگی سے ان کتب کا مطالعہ کرتا ہے اسے فیض ملتا ہے اور اس کی زندگی میں اسلامی ایمانی اور قرآنی انقلاب آتا چلا جاتا ہے۔ ہر طبقے کے لوگ خطبات فقیر سے فائدہ اٹھا رہے ہیں خصوصاً علماء کرام کو تو جمعہ کے خطبہ کے لیے پکی پکائی کھیر مل جاتی ہے جس کی وجہ سے ان کا کام بہت آسان ہو گیا ہے۔ خطبات کی خوبی یہ بھی ہے کہ ایک ہی موضوع پر نہایت مناسب ترتیب کے ساتھ اتنا زیادہ مواد مل جاتا ہے کہ انسان کو بیسیوں کتابوں کے دیکھنے سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

حضرت جی دامت برکاتہم محنت شاقہ اور انتہائی عرق ریزی کے ساتھ یہ کام سرانجام دے رہے ہیں کہ ہم لوگ اس کا اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔ حضرت جی کی محنت اور دردِ دل کی عکاسی شاید ان اشعار میں کچھ نظر آ جائے

ہاتھ ہے اللہ کا، بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کار کشا، کار ساز
خاکی و نوری نہاد، بندہ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دلِ بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دل فریب، اس کی نگہ دل نواز
نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو!
رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاکباز

ہماری یہ سب سے بڑی ذمہ داری ہے کہ ہم ان کتب کو خود بھی اپنی اصلاح کی نیت سے پڑھیں اور دوسرے سچی طلب رکھنے والے لوگوں تک بھی پہنچائیں۔ مکتبۃ الفقیر کے ناظم حاجی فقیر محمد صدیق مدظلہ نے بھی یہی بیڑا اٹھایا ہوا ہے کہ حضرت جی دامت برکاتہم کے اس کتابی فیض کو گھر گھر تک پہنچانا ہے۔ جس کی خاطر وہ دیوانہ وار لگے ہوئے ہیں اور انہوں نے دن رات ایک کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام معاونین کی کوششوں کو قبول فرمائے اور زیادہ سے زیادہ اخلاص نصیب فرمائے۔

فقیر محمد اسلم نقشبندی مجددی

(کان اللہ لہ عوضا عن کل شئی)

پیش لفظ

الحمدللہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد

فقیر کو جب اس عاجز کے شیخ مرشد عالم حضرت مولانا پیر غلام حبیب نقشبندی مجددی نوراللہ مرقدہ نے اشاعت سلسلہ کے کام کی ذمہ داری سونپی تو ابتداء میں چند دن اپنی بے بضاعتی کے احساس کے تحت اس کام کے کرنے میں متذبذب رہا، لیکن حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بھانپ لیا، چنانچہ فرمایا کہ بھئی تم نے اپنی طرف سے اس کام کو نہیں کرنا بلکہ اپنے بڑوں کا حکم پورا کرنا ہے پھر کیوں نہیں کرتے؟ مزید فرمایا کہ جب کبھی مجلس میں بیان کے لیے بیٹھو تو اللہ کی طرف متوجہ ہو جایا کرو، بڑوں کی نسبت تمہاری پشت پناہی کرے گی۔ چنانچہ حضرت کے حکم اور نصیحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے بندہ نے وعظ و نصیحت اور بیانات کا سلسلہ شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوئی، حلقہ بڑھتا رہا اور الحمدللہ شرکاء کو کافی فائدہ بھی ہوا کیونکہ ان کی زندگیوں میں تبدیلی عاجز خود بھی دیکھتا تھا۔ تھوڑے ہی عرصے بعد چہار اطراف سے بیانات کے لیے دعوتیں آنا شروع ہو گئیں۔ شیخ کا حکم تھا سرتابی کی مجال کہاں؟ جب بھی دعوت ملی رختِ سفر باندھا اور عازمِ سفر ہوئے۔ اس کثرت سے اسفار ہوئے کہ بعض اوقات صبح ایک ملک، دوپہر دوسرے ملک اور رات تیسرے ملک میں ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ملکوں کو محلہ بنا دیا۔ اس ناتواں میں یہ ہمت کہاں؟ مگر وہ جس سے چاہیں کام لے لیتے ہیں۔ بقول شخصے ع

قدم اٹھتے نہیں اٹھوائے جاتے ہیں

حقیقت یہ ہے کہ میرے شیخ کی دعا ہے اور اکابر کا فیض ہے جو کام کر رہا ہے

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

بیانات کی افادیت کو دیکھتے ہوئے کچھ عرصے بعد جماعت کے دوستوں نے ان کو کتابی شکل میں مرتب کرنے کا سلسلہ شروع کیا، مکتبۃ الفقیر نے اس کی اشاعت کی ذمہ داری اٹھائی، یوں خطبات فقیر کے عنوان سے نمبروار یہ ایک سلسلہ چل پڑا۔ یہ عاجز کئی ایسی جگہوں پر بھی گیا ہے جہاں خطبات پہلے پہنچے ہوئے تھے اور علماء طلباء نے کافی پسندیدگی کا اظہار بھی کیا۔

ان خطبات کے مطالعے میں ایک بات یہ پیش نظر رکھیں کہ یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے بلکہ بیانات کا مجموعہ ہے، ان میں علمی غلطی یا بھول کا امکان موجود ہوتا ہے۔ اس لیے معزز علمائے کرام سے گزارش ہے کہ جہاں کہیں کوئی غلطی دیکھیں تو اصلاح فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ دعا ہے کہ جو حضرات ان بیانات کی ترتیب واشاعت میں کوشاں ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کی کوششوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور انہیں اپنی رضا، اپنی لقاء اور اپنا مشاہدہ نصیب فرمائیں اور عاجز کو بھی مرتے دم تک اپنے دین کی خدمت کے لیے قبول فرمائیں۔ آمین ثم آمین

دعا گو ودعا جو

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

کان اللہ لہ عوضا عن کل شئی

گناہوں کو کیسے چھوڑیں

از افادات

حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہم

اقتباس

شیطان کی رسیاں؟

یہ شیطان انسان کے اعمال کو مزین کر کے پیش کرتا ہے۔ انسان گناہ کر رہا ہوتا ہے۔ اب اس کو گناہ نہیں سمجھتا۔ ہلکا سمجھتا ہے۔ بس ایک دفعہ آخری دفعہ گناہ کر رہا ہوں۔ ایک دفعہ اور آخری دفعہ میں یہ کتنے لوگوں کو گناہوں کا مرتکب کرتا ہے۔ اور آج ایسے ہی ہوتا ہے۔ ایک طرف تو ہم مراقبہ بھی کرتے ہیں۔ ایک طرف تو ہم تہجد کی پابندی کی کوشش بھی کر رہے ہوتے ہیں۔ تکبیر اولی کے لئے بھی بھاگ رہے ہوتے ہیں۔ اور دوسری طرف ہماری نگاہیں پاک نہیں ہوتیں۔ زبان سے ایسے الفاظ نکلتے ہیں کہ لوگوں کے دل کو ایذا پہنچاتے ہیں۔ یہ ہماری بے احتیاطیاں ہمارے راستے کی رکاوٹ ہیں۔ آپ یوں سمجھیں کہ ہم اللہ رب العزت کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ مگر یہ گناہ رسیاں ہیں جو ہمیں پیچھے کھینچتی ہیں بھاگنے نہیں دیتیں جانے نہیں دیتیں۔ ان گناہوں کی عادتوں کو چھوڑے بغیر ہم اللہ رب العزت سے واصل نہیں ہو سکتے ان کو چھوڑنا پڑے گا۔

(حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہم)

گناہوں کو کیسے چھوڑیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٥ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

وَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَذَرُوْا ظَاھِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَہٗ وقال اللہ تعالیٰ فی مقام آخر اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ۔

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ٥ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ٥ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

گناہ چھوڑنا کیوں ضروری ہے:

وَذَرُوْا ظَاھِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَہٗ

ترجمہ: چھوڑ دو وہ گناہ جو تم ظاہر میں کرتے ہو یا چھپے ہوئے کرتے ہو۔

گناہ کہتے ہیں اللہ رب العزت کے حکم کی نافرمانی کرنا یا نبی ﷺ کی مبارک سنت سے روگردانی کرنا۔ ایسے تمام کام جو ہم کھلم کھلا کرتے ہیں یا چھپ چھپا کے کرتے ہیں اس بات کا حکم ہے کہ ہم ان سب گناہوں کو چھوڑ دیں۔ گناہ کی مثال کینسر کے زخم کی مانند ہے۔ جب جسم میں کینسر کا زخم ہو تو ڈاکٹر لوگ بتاتے ہیں کہ اس کا ایک ہی علاج ہے آپریشن کے

ذریعے اس کو نکال دیا جائے۔ اگر نہیں نکالیں گے تو زخم بڑھے گا اور انسان کی جسمانی موت کا سبب بن جائے گا۔ گناہ کا بھی ایک ہی علاج ہے۔ کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔ اگر انسان گناہ کو نہیں چھوڑے گا۔ تو یہ گناہ کی عادت بڑھے گی حتی کے انسان کے لئے روحانی موت کا سبب بن جائے گی۔ گناہ کی مثال آگ کے انگارے کی مانند ہے۔ کوئی بھی عقلمند آدمی انگارے کو ہاتھ نہیں لگاتا، چھوٹا ہو یا بڑا انگارے سے دور رہتا ہے۔ پوچھو کیوں نہیں ہاتھ لگاتے۔ اتنا چمکتا ہے اتنا روشن ہے۔ جواب ملے گا کہ نقصان ہوتا ہے تکلیف پہنچتی ہے ۔ یہی انسان کے گناہ کی مثال کہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا انسان کے لئے نقصان کا سبب بنتا ہے۔ گناہ کی مثال بچھو کی مانند ہے۔ ہم بڑے بچھو سے بھی دور بھاگتے ہیں اور چھوٹا سا کہیں نظر آئے تو اس سے بھی دور بھاگتے ہیں۔ ہم اس بات کو سمجھتے ہیں کہ چھوٹا بچھو بھی کاٹے گا تو نقصان ہوگا۔ یہی انسان کے گناہ کی مثال ہے۔ تو ہمیں چاہیے کہ ہم گناہوں سے حتی الوسع بچنے کی کوشش کریں۔

ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے بڑا خوبصورت سوال پوچھا۔ اے اللہ کے پیارے حبیب ﷺ میں بہت عبادت گزار بننا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ بہت عبادت گزار بن جاؤں۔ اس پر اللہ رب العزت کے پیارے حبیب ﷺ نے فرمایا۔

اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدُ النَّاسُ

ترجمہ: تم گناہوں سے اپنے آپ کو بچا لو تم سب سے زیادہ عبادت گزار بندے بن جاؤ گے۔

چنانچہ جو شخص اپنے وجود سے گناہوں کو سرزد نہیں ہونے دیتا۔ نہ آنکھ سے گناہ سرزد ہو نہ زبان سے نہ کان سے نہ شرمگاہ سے نہ ہاتھ پاؤں سے وہ اپنے اعضاء کی حفاظت کرتا

ہے نگرانی کرتا ہے۔ ہر وقت اس سوچ میں رہتا ہے کہ میرے اس وجود سے میرے اللہ رب العزت کے حکم کی کوئی نافرمانی نہ ہو۔ میرے اس چھ فٹ کے وجود سے نبی ﷺ کی کسی مبارک سنت کی روگردانی نہ ہو۔ ایسا آدمی کوئی لمبی چوڑی نفلیں نہ پڑھے راتوں کو نہ جاگے لمبے مراقبے نہ کرے۔ یہ شخص ولایت کے نور کو بہت جلدی حاصل کرلے گا۔ اس لئے کہ یہ گناہوں سے بچتا ہے۔ گناہ انتہائی نقصان دہ ہے۔ چنانچہ عام آدمی میں اور اولیاء اللہ میں بنیادی فرق یہی ہوتا ہے۔

نیکی کے نور کو سنبھالئے:

ایک عام آدمی بھی کئی دفعہ ایسے اعمال کرتا ہے کہ اس کا سینہ نور سے بھر جاتا ہے۔ اللہ کی رحمت کی نظر اس کے دل کو منور کر دیتی ہے۔ مگر وہ بد پرہیزی کرتا ہے۔ آنکھ نے غلط دیکھ لیا زبان سے غیبت ہوگئی۔ جھوٹ بول دیا کسی کی دل آزاری کر دی۔ کان سے غلط سن لیا۔ کوئی اور غفلت کا کام کرلیا۔ ان گناہوں کے کرنے سے وہ جو اللہ رب العزت کی طرف سے نور ملتا ہے وہ انسان کے دل سے چلا جاتا ہے۔ اس کی یوں مثال سمجھئے جیسے بہت بڑی ٹینکی ہے۔ اور آپ اس میں ٹیوب ویل کا پانی ڈال دیتے ہیں اب اتنا زیادہ پانی اس ٹینکی میں جا رہا ہے۔ لیکن نیچے سے والو بھی کھول دیتے ہیں۔ تو وہ ٹینکی بھرے گی نہیں۔ جتنا پانی جائے گا وہ نکل بھی جائے گا۔ اس کے بالمقابل آپ اس کے نیچے کا والو بند کر دیتے ہے۔ پانی نکلنے نہیں دیتے۔ ٹیوب ویل کی بجائے چھوٹی سی ٹوٹی بھی کھل جائے۔ قطرہ قطرہ بھی پانی ٹپکے گا تو ایک نہ ایک دن اس ٹینکی کے بھرنے کا سبب بن جائے گا۔ اس لئے کہ پانی ضائع نہیں ہو رہا۔ تو ہم جیسے عام آدمی میں اور اللہ کے اولیاء میں یہی فرق ہے۔ نیکی بھی ہم کر لیتے ہیں پھر گناہ کے ذریعے اس کے اثرات کو بھی ضائع کر بیٹھتے ہیں۔ کبھی شیخ کی محفل میں پہنچ گئے ایسی مجالس میں آگئے۔ ندامت کے دو آنسو ٹپکا دئے اللہ کی رحمت کی نظر پڑ

گئی۔ منور دل کو لے کر چلے گئے۔ ایک دن بھی ان اثرات کو نہ سنبھال پائے۔ مسجد میں نماز پڑھتے ہیں۔ جیسے ہی مسجد کے دروازے سے باہر نکلتے ہیں آنکھ کسی عورت پر پڑ جاتی ہے۔ تو ساری کی ہوئی نیکی کے اثرات ضائع ہو جاتے ہیں۔ تو ولی بننے کے لئے لمبی چوڑی نفلیں عبادتیں تسبیحات کی ضرورت نہیں ہے۔ گناہوں کو چھوڑنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ہمیں اس بات کو مقصود بنا کر اس پر محنت کرنی چاہیے کہ ہمارے جسم سے اللہ رب العزت کی نافرمانی نہیں ہوگی۔ اس پر نظر رکھیں ہر وقت نظر رکھیں۔ نفس ایسا خبیث ہے۔ کہ وہ انسان کے گناہ اس کے سامنے مزین کر دیتا ہے۔ اپنے گناہوں کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ دوسرے کی آنکھ کا بال بھی بڑا نظر آتا ہے۔ اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نظر نہیں آتا ہے۔ یہ نفس ایسا خبیث ہے۔ کہ کسی کے عیبوں کا شک پڑ جائے۔ انسان اس سے نفرت کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اپنے عیبوں کا یقین ہوتا ہے پھر بھی اپنے آپ سے محبت کرتا ہے۔ تو اس پر ہم محنت کریں۔ ہم نے اپنے وجود سے گناہ نہیں ہونے دینا۔ اور یہ نہیں ہوگا کہ آج آپ ارادہ کر لیں تو کل سے گناہ ختم ہو جائیں گے بلکہ یہ پرانا پاپی ہے۔ بڑے حیلے بہانے جانتا ہے۔

ع ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

شیطان بڑا دشمن ہے:

ایک بت کو توڑیں گے۔ ایک نیا تیار ہوگا۔ شیطان ایسا بد بخت دشمن ہے۔ چوبیس گھنٹے پیچھے لگا ہوا ہوا۔

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ

ترجمہ: اور ہم نے ان کے لئے کچھ ساتھی مقرر کر دیئے پس انہوں نے ان کو وہ (برے کام) اچھے کر دکھائے۔

دیکھا یہ شیطان انسان کے اعمال کو مزین کر کے پیش کرتا ہے۔ انسان گناہ کر رہا ہوتا

ہے۔اب اس کو گناہ نہیں سمجھتا۔ ہلکا سمجھتا ہے۔بس ایک دفعہ آخری دفعہ گناہ کر رہا ہوں۔ ایک دفعہ اور آخری دفعہ میں یہ کتنے لوگوں کو گناہوں کا مرتکب کرتا ہے۔اور آج ایسے ہی ہوتا ہے۔ ایک طرف تو ہم مراقبے بھی کرتے ہیں۔ ایک طرف تو ہم تہجد کی پابندی کی کوشش بھی کر رہے ہوتے ہیں۔ تکبیر اولی کے لئے بھی بھاگ رہے ہوتے ہیں۔اور دوسری طرف ہماری نگاہیں پاک نہیں ہوتیں۔ زبان سے ایسے الفاظ نکلتے ہیں کہ لوگوں کے دل کو ایذا پہنچاتے ہیں۔ یہ ہماری بے احتیاطیاں ہمارے راستے کی رکاوٹ ہیں۔ آپ یوں سمجھیں کہ ہم اللہ رب العزت کی طرف بھاگ رہے ہیں۔مگر یہ گناہ رسیاں ہیں جو ہمیں پیچھے کھینچتی ہیں بھاگنے نہیں دیتیں جانے نہیں دیتیں۔ان گناہوں کی عادتوں کو چھوڑے بغیر ہم اللہ رب العزت سے واصل نہیں ہو سکتے ان کو چھوڑنا پڑے گا۔

گناہ چھوڑنے پر محنت کریں:

اب اگلا سوال ذہن میں یہ پیدا ہوتا ہے کہ جی گناہ چھوڑنا تو بڑا مشکل ہے۔ جب آپ کچھ دنوں یہ محنت کرنے کی کوشش کریں گے تو آپ کو سمجھ میں یہ بات آئے گی۔ نیکی کرنی آسان ہے۔ گناہوں سے بچنا بڑا مشکل کام ہے۔ بڑا مشکل کام ہے گناہوں سے بچنا۔ جھوٹ سے بچنے کی محنت آپ کو ممکن ہے پوری زندگی کرنی پڑے۔ چنانچہ ایک سالک کو اس کے شیخ نے حکم دیا کہ تم اس بات پر محنت کرو کہ زبان سے جھوٹ نہ نکلے۔ وہ جتنی کوشش کرتے عادت تھی زبان سے جھوٹ نکل جاتا۔ چالیس سال محنت کرنی پڑی۔ چالیس سال! پھر جا کر دل کی کیفیت ایسی بنی کہ نہ ملامت کی پروا نہ ندامت کی پروا جو سچ ہوتا وہ زبان سے نکل آتا۔ تب جا کہ بات سمجھ میں آئی۔

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

جھوٹ بولنے کو چھوڑنا کوئی آسان کام ہے۔ محنت کر کے دیکھو پھر پتہ چلے گا۔

مصحفی ہم تو سمجھتے تھے کہ ہو گا کوئی زخم
تیرے دل میں تو بہت کام رفو کا نکلا

جب محنت نہیں کرتا بندہ تو سمجھتا ہے کہ آسان ہے کر لیں گے۔ کرنے لگتا ہے پھر سمجھ میں آتی ہے۔ کہ

دل ہمہ داغ داغ شو
پمبا کجا کجا نہم

ترجمہ: دل تو داغ داغ بن گیا میں کہاں کہاں اس پہ مرہم رکھوں

آپ محسوس کریں گے اٹھتے گناہ بیٹھتے گناہ لیٹتے گناہ چلتے گناہ ہر وقت گناہ۔ اور بسا اوقات گناہوں کی سوچ شیطان دماغ میں بٹھا دیتا ہے۔ بالخصوص نوجوان گرم خون کے دل میں عین حالت نماز میں بھی ذہن میں گناہوں کی سوچ ہوتی ہے۔ اب اس سوچ سے چھٹکارا پانا کوئی آسان کام ہے۔ محنت لگتی ہے۔ اسی کو مجاہدہ کہا گیا۔ مجاہدہ یہ نہیں ہے کہ بھئی روٹی کھانا چھوڑ دو۔ جس چیز کو اللہ نے حلال کہا اس کو چھوڑنے کا کیا مطلب۔ ہاں کھائیں اعتدال کے ساتھ۔ اور جتنا کھائیں اس پر اللہ کے گیت گائیں۔ جو اصل مجاہدہ ہے وہ یہ ہے کہ نفس کی پسندیدہ چیزوں کو چھوڑنا۔ مرغوبات کو چھوڑ دینا۔ گناہوں کو چھوڑنا۔ یہ بہت مشکل کام ہے۔ اور ان تربیتی مجالس میں آنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہم اللہ رب العزت سے توفیق مانگیں۔ کہ اے اللہ! ہمیں ان گناہوں سے بچنے کی آپ توفیق عطا فرما دیں۔ ورنہ تو اوپر سے لا الٰہ اندر سے کالی بلا۔ تسبیحاں بھی چل رہی ہیں۔ اوپر سے تسبیح اندر سے میاں کیسی۔ انسان اپنی حقیقت کو معلوم کرنا چاہے۔ تو ہمیشہ اپنے دل سے پوچھے۔ اپنی حقیقت کو معلوم کرنا چاہے۔ تو ہمیشہ کس سے پوچھے۔ اپنے دل سے پوچھے۔ دل وہ گواہ

ہے جو کبھی رشوت قبول نہیں کرتا ہمیشہ سچی گواہی دیتا ہے۔ دل بتائے گا کہ تم کتنے پانی میں ہو۔ کہے گا تم لوگوں کے سامنے تو بڑے نیک بنے پھرتے ہو۔ مگر تمہاری اصلیت تو یہ ہے۔ ہمارا معاملہ اللہ رب العزت کے ساتھ ہے جو عَلِیْم'' بِذَاتِ الصُّدُوْر ہے۔ لوگوں کے سامنے تو ہم نیک بن سکتے ہیں۔ اللہ رب العزت کو تو کوئی دھوکا نہیں دے سکتا۔ اس لئے کھری زندگی گزارنے کے لئے۔ سچی اور سچی زندگی گزارنے کے لئے ہمیں ان گناہوں سے نجات پانی ضروری ہے۔ ورنہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں مقبول نہیں بنیں گے۔

دید قصور بڑی نعمت ہے:

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت خوبصورت لفظ استعمال فرمایا اپنے مکتوبات شریفہ میں۔ اس کا نام رکھا انہوں نے دید قصور۔ یہ مشائخ سلوک میں سے سب سے پہلے یہ لفظ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ استعمال کیا۔ دید قصور کا کیا مطلب کہ بندے کو اپنے قصور کی دید نصیب ہو جائے۔ پتہ چل جائے کہ میرے اندر کیا کیا عیب ہیں۔ یہ بڑا مشکل کام ہے۔ اس لئے وہ فرماتے ہیں ایک جگہ کہ جب اللہ رب العزت کسی بندے سے راضی ہوتے ہیں۔ اس کے گناہوں کو اس کی نظر میں واضح فرما دیتے ہیں۔ یہ اللہ رب العزت کا بڑا کرم اور احسان ہوتا ہے بندے پر کہ اللہ رب العزت اس کی نظر میں اس کے عیبوں کو کھول دیتے ہیں۔ اس لئے ایک بزرگ سے کسی نے کہا حضرت جتنے گناہوں کو چھوڑتا ہوں اتنے اور عیب نظر آتے ہیں۔ فرمایا انسان کامل کی یہی پہچان ہے کہ جتنے گناہ چھوڑو گے اتنے اور نظر آئیں گے۔ اور یہی چیز انسان کو کمال کی طرف لے کر جاتی ہے۔ وگرنہ تو انسان دنیا کی نظر میں نیک ہوتا ہے۔ جلوت میں نیک ہوتا ہے۔ اللہ کے دوستوں

والے کام کر رہا ہوتا ہے۔اور خلوت میں اللہ کے دشمنوں والے کام کر رہا ہوتا ہے۔ہاتھ میں تسبیح ہے۔زبان پہ توبہ ہے۔اور دل گناہ کی لذت سے پر ہے۔ میرے استغفار کے اوپر تو معصیت کو بھی ہنسی آرہی ہے۔

انسان گناہوں کو کیسے چھوڑے:

اب رہ گئی یہ بات کہ انسان یہ گناہ چھوڑے کیسے۔تو بھئی جب نقصان پہنچنے کا یقین ہو۔اس چیز کو چھوڑنا بڑا آسان ہوتا ہے۔مثال کے طور پر۔سانپ کتنا خوبصورت ہے۔ اتنا پیارا ڈیزائن بنا ہوتا ہے۔کلر اتنا اچھا اور ملائم۔تو ذرا ہاتھ میں پکڑ کر دیکھیں کہیں گے نہیں۔کیوں بھئی اتنے خوبصورت سانپ کو کیوں نہیں ہاتھ لگاتے۔کہیں گے نقصان ہوتا ہے۔موت آجائے گی۔تو جس طرح عام آدمی موت کے خوف سے ڈر کر اتنے خوبصورت سانپ کو ہاتھ نہیں لگاتا قریب بھی نہیں جاتا۔اسی طرح اللہ کا ولی اپنی روحانی موت کو سامنے رکھتے ہوئے گناہ کے قریب بھی نہیں جاتا۔آپ کے سامنے کوئی ڈبہ لائے مٹھائی کا۔جی یہ فرسکو کی بنی ہوئی ہے۔نرالا کی مٹھائی بنی ہوئی ہے۔یہ ایک سو لڈو ہیں صرف ایک کے اندر زہر ہے باقی سب ٹھیک ہیں۔جی کھائیے۔پیچھے ہٹ جائیں گے۔جی کیوں ننانوے تو بالکل ٹھیک ہیں۔بڑھائیں نا ہاتھ۔بالکل نہیں۔کیوں بھئی۔کیا پتہ وہی زہر والا ہو موت آئے گی۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم جب کسی چیز میں نقصان کا یقین رکھتے ہیں تو ایک فیصد بھی رسک نہیں لیتے۔سو میں سے ایک ہے۔تو ون پرسنٹ بھی رسک لینے کو تیار نہیں ہیں۔ہاتھ ہی نہیں بڑھاتے،حالانکہ مٹھائی اچھی لگتی ہے۔نہیں کھائیں گے۔نقصان کے خوف کی وجہ سے۔اچھا بجلی کے تار کو کوئی ہاتھ لگاتا ہے۔کیوں بھئی کتنوں نے تجربہ کیا بجلی کو ہاتھ لگانے کا۔کسی نے تجربہ نہیں کیا۔سنا کہ فلاں کا ہاتھ لگ گیا موت آگئی۔اسی لئے بچ رہے ہیں۔بالکل اسی طرح اللہ والے دوسروں سے عبرت پکڑتے ہیں۔فلاں نے گناہ

کا ارتکاب کیا۔ دیکھو اس کا معاملہ کیا خراب ہوا۔ ایسی بات کو سن کر دیکھ کر وہ اللہ کے نیک بندے خود بخود گناہوں سے رک جاتے ہیں۔

اللہ والے گناہوں سے کیسے بچتے ہیں:

ایک نوجوان ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہنے لگا حضرت۔ آپ فرماتے ہیں گناہوں کا پرہیز کرو۔ نوجوان ہوں۔ بازار سے گزرتے ہوئے میری نگاہ قابو میں ہی نہیں رہتی۔ مجھے تو سمجھ نہیں آتی کہ میں نگاہوں کو کیسے کنٹرول کروں۔ انہوں نے کہا کہ بھئی میں یہ راز سمجھاؤں گا۔ شرط یہ ہے کہ کوئی میرا کام کردو۔ جی حضرت کرنے کو تیار ہوں۔ کہا بھئی یہ دودھ کا پیالہ ہے۔ فلاں جگہ پر ایک بزرگ رہتے ہیں بازار کی دوسری طرف۔ ان کو یہ پہنچا کہ آؤ۔ اس نے کہا جی میں پہنچا دیتا ہوں۔ بھئی ایک بات اور بھی ہے۔ دودھ گرنے نہ دینا۔ اس نے کہا جی فکر ہی نہ کریں۔ ایک قطرہ بھی نہیں گرنے دوں گا۔ انہوں نے کہا اچھا اگر گر گیا۔ تو پھر ایک بندے کو ساتھ بھیجوں گا وہ تمہیں دو تھپڑ وہیں لگائے گا۔ اس نے کہا جی ٹھیک ہے۔ اب انہوں نے ذرا پیالے کو لبالب بھر دیا۔ اور ایک نوجوان کو بھی ساتھ کر دیا۔ کہ جہاں دودھ کا کوئی قطرہ گرے۔ بھرے بازار میں دو جوتے اس کے لگا دینا۔ اب یہ صاحب تھوڑا سیریس ہو گئے۔ پیالہ ہاتھ میں لیا۔ بڑی احتیاط سے چلتے ہوئے بچتے بچاتے ہوئے بالآخر اپنی منزل پہ پہنچ گے۔ بڑے خوش واپس آئے حضرت میں نے وہ دودھ ان بزرگوں تک پہنچا دیا۔ کہا بھئی دودھ تو آپ نے پہنچا دیا۔ یہ بتاؤ بھئی کہ آج راستے میں تم نے کتنی شکلوں کو دیکھا۔ کہتا ہے حضرت ادھر دھیان ہی نہیں تھا۔ بھئی کیوں دھیان نہیں تھا۔ حضرت دل میں خوف تھا کہ اگر یہ پیالہ چھلک گیا تو جو ساتھ آدمی ہے بھرے بازار میں جوتے لگائے گا۔ میری رسوائی ہوگی۔ فرمایا اللہ والوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر گناہ کے ذریعے یہ دل کا پیالہ چھلک گیا تو قیامت کے دن

سربازار رسوائی ہوگی۔ان کی بھی نگاہ ادھر اُدھر نہیں اٹھتی

گناہوں سے بچنے کا آسان طریقہ:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بہت ہی پیاری بات کہی بہت ہی پیاری بات۔ اللہ ان کو جزائے خیر عطا کرے۔ فرماتے ہیں۔ کہ سب سے بڑا عالم وہ ہے جس پر گناہوں کے نقصانات دوسروں کی نسبت زیادہ واضح ہو چکے ہوں۔ بڑا عالم وہ ہے۔ بڑی عجیب بات کہی ہے۔ کہ بڑا عالم وہ ہے جس پر گناہوں کے نقصانات دوسروں کی نسبت زیادہ واضح ہو جائیں۔ اس لئے کہ وہ گناہ سے اتنا ہی زیادہ بچے گا۔ ایک مرتبہ کھانے کی میز پر ایک سرجن جو ہارٹ سپیشلسٹ تھے۔ اب ان کو دیکھا کہ وہ سبزی کھا رہے ہیں اور مرغہ چرغہ کئی چیزیں سامنے ہیں۔ تو جو صاحب خانہ تھے کہنے لگے ڈاکٹر صاحب کھائیے گوشت کھا لیجئے ۔ بڑے اصرار پر انہوں نے بہت تھوڑا سا گوشت لیا۔ انہوں نے کہا اور کھائیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میں سرجن ہوں اور روز لوگوں کے دلوں کا آپریشن کرتا ہوں۔ اور اس میں جمی چربی دیکھتا ہوں۔ تو مجھے اچھی طرح پتہ ہے کہ گوشت کرے گا کیا۔ میں کھانا چاہوں تو بھی کھانے کو طبیعت نہیں چاہتی۔ اس دن خیال آیا اب اس بندے پر چونکہ تفصیل زیادہ کھل چکی۔ اب اس کے لئے چربی سے بچنا کوئی مشکل کام نہیں۔ اسی طرح جب عالم کے اوپر گناہوں کے نقصانات زیادہ کھل جاتے ہیں۔ اس عالم کے لئے پھر گناہوں سے بچنا کوئی مشکل کام نہیں ہوتا۔ آسان بن جاتا ہے۔ ان کے دل میں ڈر ہوتا ہے۔ قیامت کے دن کہیں رسوائی نہ ہو۔ اسی لئے ہمیں یہ دعا سکھائی گئی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بَيْنِیْ وَبَيْنَ مَعْصِيَتِیْ

ترجمہ: اے اللہ بے شک میں آپ سے ایسی خشیت کا سوال کرتا ہوں جو میرے اور میرے گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے۔

دو بڑی نعمتیں:

یہ اللہ کا خوف بھی بڑی نعمت ہے۔ اللہ رب العزت کا خوف بھی بہت بڑی نعمت ہے۔ ہم اللہ رب العزت سے یہ نعمت مانگیں۔ کہ اے رب کریم ہمیں اتنا خوف عطا کر دیجیے۔ جو ہمیں گناہوں سے بچا لے۔ تو دو چیزوں پر توجہ فرمایئے گا۔ بڑی اہم ہیں۔ اللہ کا ڈر۔ اللہ کا ڈر اور اللہ کا ڈر۔ اللہ کا ڈر اور اللہ کا ڈر۔ اور دوسری اللہ کی محبت۔ جس شخص کو یہ نصیب ہوگئی دو نعمتیں۔ سمجھو دنیا کی تمام سعادتیں نصیب ہوگئیں۔ اللہ رب العزت کا ڈر اور اللہ رب العزت کا ڈر۔ ڈر ہوگا تو گناہوں سے بچے گا۔ ڈر نصیب ہوگا۔ تو عبادت کی لذت نصیب ہوگی۔ دو ہی نعمتیں ہیں۔ بس ہماری زندگی کا مقصود یہی ہے۔ اللہ رب العزت سے یہی مانگیں۔ اور اس کی محبت کا سوال کریں۔

دن رات ماہ و سال سے آگے نہیں گئے
ہم بھی تیرے خیال سے آگے نہیں گئے
لوگوں نے تجھ سے مانگا ہر روز کچھ نیا
اک ہم تیرے سوال سے آگے نہیں گئے

دوسرا ایک اللہ کی محبت کا سوال یہ ضرور کریں۔ اللہ اپنا ڈر دے دیجئے اور اپنی محبت دے دیجئے۔ یہ نعمتیں مل گئیں تو زندگی میں بہار آ جائے گی۔ تو ہمیں اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا ہے۔ جب یہ خوف دل میں آتا ہے۔ پھر گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

گناہ سے بچنے کا عجیب واقعہ:

چنانچہ سلمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے۔ کہ اپنے دوستوں کے ہمراہ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ تو راستے میں ایک جگہ کھانے پینے کی کچھ چیزیں کم ہوگئیں۔

دوستوں نے کہا جی آپ خیمے میں رہیں ہم قریبی گاؤں میں جا کر وہ چیزیں لے آتے ہیں۔ جب وہ چلے گئے یہ تنہا تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک عورت کہیں سے آئی۔ اور اس نے آ کے ان کو کچھ اشارتاً کہا۔ یہ سمجھے کہ یہ کوئی مانگنے والی ہے۔ انہوں نے روٹی کا کوئی ٹکڑا دینا چاہا۔ جب دینے لگے تو اس نے بات واضح کی۔ مجھے روٹی نہیں چاہیے۔ جو عورت مرد سے چاہتی ہے مجھے وہی کچھ چاہیے۔ جیسے ہی انہوں نے یہ سنا فوراً دل میں یہ خیال آیا۔ میں اللہ کے دربار کی حاضری کے لئے حج پر جا رہا ہوں اور شیطان نے اس عورت کو نمائندہ بنا کر میرا ایمان خراب کرنے کے لئے میری طرف بھیج دیا۔ یہ خیال آتے ہی رونا شروع کر دیا کہ شیطان کو ابھی بھی مجھ سے امید لگی ہوئی ہے۔ وہ ابھی بھی مجھے اللہ سے جدا کرنا چاہتا ہے۔ ان کو روتے دیکھ کر وہ عورت بھی شرم سے غائب ہوگئی۔ روتے روتے سو گئے۔ کہتے ہیں ان کو خواب میں سیدنا یوسف علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ یوسف علیہ السلام نے مبارک دی۔ یہ کہنے لگے کہ حضرت آپ کتنے عظیم ہیں کہ زلیخا نے کہا

قَالَتْ هَيْتَ لَكَ

ترجمہ: کہنے لگی لو آؤ

اور آپ اس سے بچ گئے فوراً آپ نے کہا مَعَاذَ اللّٰہِ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ تو سیدنا یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں اللہ کا نبی ہوں۔ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بڑی مدد تھی میرا اس گناہ سے بچ جانا۔ یہ اتنا عجیب معاملہ نہیں جتنا کہ تم نے ولی ہو کر وہ کام کیا جو وقت کا نبی کیا کرتا ہے۔ تو کئی ایسے بھی اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں۔ کہ اولیاء ہو کر ایسے کام کر دکھاتے ہیں۔ جو اپنے وقت میں انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب دل میں یقین اور خوف خدا ہوتا ہے تو گناہوں سے بچنا آسان ہوتا ہے۔

اللہ کے ایک حکم پر نگاہیں نیچی ہو گئیں:

صحابہ کرام ایک شہر میں گئے۔ تو رومیوں نے اپنی عورتوں کو کہا کہ تم نیم برہنہ حالت میں راستے میں کھڑے ہو جاؤ۔ یہ مسلمان بہت دنوں سے اپنے گھروں سے دور ہیں۔ تمہاری طرف ان کی نگاہیں اٹھیں گی۔ ان کے ساتھ جو اللہ کی مدد ہے وہ ہٹ جائے گی۔ امیر لشکر نے دیکھا تو انہوں نے ایک آواز بلند کی۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

ترجمہ: ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی کر لیں۔

پورے لشکر کی نگاہیں نیچی ہو گئیں اور شہر میں سے گزر گئے۔ واپس آئے مدینے کے لوگوں کو بات سنائی۔ کسی نے پوچھ لیا وہاں کے مکانات کتنے بلند تھے۔ فرمانے لگے۔ کہ امیر لشکر کی زبان سے آیت سننے کے بعد نگاہیں اس طرح نیچی کیں کہ ہم نے کسی مکان کی اونچائی تک کو بھی نہیں دیکھا۔ تو جب دل میں اللہ رب العزت کا خوف آ جاتا ہے۔ تو بندے کے لئے پھر گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔ تو اللہ رب العزت سے یہ نعمت مانگئے۔

اللہ دیکھ رہا ہے:

دیکھئے اگر انسان کو پتہ ہو کہ کوئی پانچ سال کا بچہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ وہ فحش حرکات سے پرہیز کرے گا۔ جب یہ محسوس کرے گا کہ دیکھنے والا کوئی نہیں تب حرکت کرتا ہے۔ تو مطلب تو یہ ہوا کہ یقین کی کمزوری ہے۔ اگر یہ یقین ہو کہ اللہ رب العزت مجھے دیکھتے ہیں۔ پھر انسان گناہوں کا ارتکاب کر ہی نہیں سکتا۔ تابعین میں سے ایک بزرگ گزرے ہیں عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ ان کی ایک بہت ہی اچھی کتاب ہے۔ اکمال الشیم۔

حضرت مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک میں اپنی مجالس میں ان کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ بہت ہی الہامی باتیں ہیں اس میں۔ بہت ہی بزرگ آدمی تھے۔ بلکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں ان کا نام آتا ہے۔اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ قال العطاء کے نام سے روایت لیتے ہیں۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں۔ایک دفعہ اللہ رب العزت نے میرے دل پر یہ بات الہام فرمائی۔ دل میں بات ڈالی، میرے بندوں سے کہہ دو۔ کہ جب یہ گناہ کرنا چاہتے ہیں۔ ان تمام دروازوں کو بند کر دیتے ہیں جن سے مخلوق دیکھتی ہے۔ اس دروازے کو بند نہیں کرتے جس سے میں پروردگار دیکھتا ہوں۔ کیا اپنی طرف دیکھنے والوں میں یہ سب سے کم درجے کا مجھے سمجھتے ہیں

اللہ اکبر کبیرا!! اگر دل میں یہ خوف ہوگا۔ پھر انسان کے لئے گناہ سے بچنا بہت آسان ہوگا۔ پھر شیطان زور بھی لگاتا رہے گا۔ اللہ رب العزت کی حفاظت ہوگی۔

رابعہ بصریہ کی دو خصوصی دعائیں

کچھ اللہ کے بندے ایسے ہوتے ہیں۔ جن کے بارے میں رب کریم نے فرما دیا۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰن

ترجمہ: (شیطان مردود) جو میرے بندے ہیں تیرا ان کے اوپر قابو نہیں چل سکے گا۔

رابعہ بصریہ رحمۃ علیہا اللہ کی نیک بندی۔ تہجد کے وقت اٹھتی تو دو دعائیں مانگتی تھیں۔ ایک دعا تو یہ کیا کرتی تھیں اے رب کریم! دن چلا گیا رات آ گئی۔ دنیا کے سب بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر لئے۔ تیرا دروازہ اب بھی کھلا ہے۔ دنیا کے سب بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر لئے۔ اللہ تیرا دروازہ اب بھی کھلا ہے۔ میں تیرے سامنے اپنا دامن پھیلاتی ہوں۔ آپ کی عظمت بیان کر کے مانگتی ہوں۔ اللہ کو کتنا پیار آتا ہوگا۔ اور دوسری

دعا یہ مانگتی تھی۔ اے اللہ جس طرح آپ نے آسمان کو زمین پر گرنے سے روک دیا۔ شیطان کو مجھ پر مسلط ہونے سے روک دیجئے۔ جب ہم اللہ رب العزت سے ایسی دعا مانگیں گے۔ تو رب کریم ہمارے لئے اس معاملے کو آسان کر دیں گے۔ ہم مانگیں کہ رب کریم ہمارے لئے گناہ سے بچنا مشکل ہے۔ اور آپ کے لئے بچا دینا یہ بہت آسان ہے۔ ہم اپنے آپ کو آپ کے حوالے کرتے ہے۔ اے اللہ معصیت کی ذلت سے محفوظ فرما ہمیں طاعات کی عزت نصیب فرما۔ ہمارے پروردگار کتنا کریم ہے کتنا مہربان ہے۔ چنانچہ عطا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بھی ایک قول ہے۔ فرمایا کہ اللہ رب العزت نے میرے دل میں یہ بات الہام فرمائی۔ کہ میرے بندوں سے کہہ دو کہ تمہیں جب بھی رزق میں تھوڑی کمی ہوتی ہے۔ فوراً اپنے دوستوں کی محفل میں بیٹھ کر میرے شکوے بیان کرنا شروع کر دیتے ہو۔ اور تمہارا نامہ اعمال گناہوں سے بھرا میرے پاس آتا ہے۔ میں فرشتوں کی محفل میں تمہارے شکوے تو نہیں کیا کرتا۔ ہمارا پروردگار کتنا کریم ہے۔ کتنا مہربان ہے۔ اللہ اکبر کبیرا۔ حیران ہوتے ہیں۔

کسی گناہ کو چھوٹا نہ سمجھیں:

دو باتیں بڑی عجیب ہیں۔ ایک اللہ کا علم اور اس کے اوپر اللہ رب العزت کا حلم۔ اللہ اکبر۔ ہم دوسرے بندے کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں حقیقت کا پتہ نہیں ہوتا۔ اتنا کچھ پتہ ہوتا ہے اور بہت کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ ہم درگزر کر دیتے ہیں۔ اور اللہ رب العزت کو جب سے بندے نے گناہ کا ارادہ کیا اس کے دل کے جذبات کا بھی پتہ ہوتا ہے۔ گناہ کے کرنے پر بھی اللہ کو معلوم تھا۔ اتنا تفصیلی علم ہے۔ اس کے اوپر میرے مولا کا اتنا زیادہ حلم۔ واقعی یہ صفت اللہ تعالیٰ کو سجتی ہے۔ ہمارا پروردگار کتنا مہربان ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا

ترجمہ: اور اللہ علم والا بردبار ہے۔

اللہ رب العزت نے ایک آیت میں دونوں صفتوں کو اکٹھا فرمادیا۔ اللہ کا علم اور اس کے اوپر میرے مولا کا حلم۔ ہم گناہ کرتے ہیں۔ رب کریم فوراً تو سزا نہیں دیتے۔ موقع دیتے ہیں۔ شاید میرا بندہ باز آجائے شاید احساس کرلے شاید توبہ کرلے۔ اللہ اکبر کبیرا! ہمیں چاہیے کہ ہم ہر چھوٹے اور بڑے گناہ سے سچی توبہ کریں۔ جب بندہ گناہ کو چھوٹا سمجھتا ہے۔ تو وہ گناہ پھر چھوٹا نہیں رہتا۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب بات لکھی۔ فرماتے ہیں۔ اے دوست! یہ نہ دیکھنا گناہ چھوٹا یا بڑا۔ بلکہ اس اللہ کی عظمت کو دیکھنا جس کے حکم کی تم نافرمانی کر رہے ہو۔ اب کوئی بندہ کہے میں نے وزیر صاحب سے تھوڑی سی بدتمیزی کی۔ اگلے کہیں گے اچھا وزیر صاحب کے ساتھ بدتمیزی تھوڑی نہیں ہوتی۔ بھئی پروردگار عالم ہے اس کی بارگاہ میں کوئی گناہ چھوٹا نہیں ہوتا۔ اس لئے ہم چھوٹے بڑے تمام گناہوں سے بچیں۔ گناہ کو چھوٹا نہ سمجھو۔ چھوٹی چھوٹی کنکریاں مل جاتی ہیں پہاڑ بن جایا کرتا ہے۔ تو ہم بھی اپنی ہر چھوٹے بڑے گناہ سے اللہ رب العزت کے سامنے سچی توبہ کرلیں۔ یہی تصوف کا مقصود ہے۔

تصوف کیا ہے؟

تصوف کیا ہے؟ سید سلمان ندوی نے حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت تصوف کا مقصود کیا ہے؟ حضرت نے جواب میں فرمایا تصوف کا مقصود یہ ہے۔ کہ انسان کے رگ رگ اور ریشے ریشے سے گناہوں کا کھوٹ نکل جائے۔ یہ تصوف کا مقصود ہے۔ اتنا ذکر کریں اتنا ذکر کریں کہ ہمارے رگ رگ اور ریشے ریشے سے گناہوں کا کھوٹ نکل جائے۔

طریقت کیا ہے؟

ایک شخص نے یہی بات ہمارے سلسلہ عالیہ کے کسی بزرگ سے بھی پوچھ لی تھی۔ کہنے لگے حضرت انسان بالغ کب ہوتا ہے۔فرمایا بالغ شریعت یا بالغ طریقت۔اس نے کہا حضرت دونوں بتا دیں۔سمجھانے کے لئے بات تو کھولنی پڑے گی۔تو حضرت نے فرمایا کہ دیکھو جب انسان کے جسم سے منی نکلے وہ بالغ شریعت ہوتا ہے۔جو انسان منی سے نکل جائے وہ بالغ طریقت ہوا کرتا ہے۔یعنی شہوت سے متعلقہ جتنے گناہ ہیں۔جو انسان ان گناہوں سے بچ گیا۔طریقت کی نظر میں یہ انسان بالغ طریقت بن گیا۔ابھی تو طریقت کی نظر میں ہم بچے ہیں۔گناہوں سے ہماری جان کہاں چھوٹی ہے۔تو کب چھوٹے گی۔کوئی تو وقت آئے ہم اس کے لئے ارادہ کریں محنت کریں اللہ سے مانگیں تا کہ ہم بالغِ طرلقت بن سکیں۔

اجتماع میں دعائیں مانگیں:

دیکھیں اگر ہم گھر میں اکیلے بیٹھ کر مانگیں گے تو پتہ نہیں دعائیں قبول ہوں کہ نہ ہوں۔معاملہ ہمارا ذاتی ہوگا۔مجمع میں کتنے نیک لوگ کتنے اللہ کے مقرب بندے کتنے مشائخ یہاں موجود ہیں ہمارے توبہ کا قبول ہونا نسبتاً زیادہ آسان ہے۔اس لئے ایسے مجمع میں ہم پچھلے گناہوں سے سچی توبہ اور آئندہ نیکوکاری کی زندگی کا ارادہ کریں۔اور اس پر اللہ رب العزت سے استقامت مانگیں۔

دین داروں کا بڑا مسئلہ کیا ہے؟

ایک عام مشاہدہ یہ ہے۔جو لوگ دین کے شعبوں میں لگے ہوتے ہیں۔کوئی ذکر میں لگا۔کوئی دعوت وتبلیغ میں لگا۔کوئی علم کی مد میں مدارس کے اندر لگا۔یہ جتنے بھی لوگ

ہوتے ہیں۔ عام طور پر یہ بڑے گناہوں سے بچتے ہیں۔ ایک دو کوئی گناہ ایسے ہوتے ہیں۔ جنہوں نے ان کو الجھایا ہوتا ہے۔ کوئی آنکھ کا بیمار، کہ قابو میں نہیں ہے۔ ویسے بڑا شریف انسان ہے بڑا اچھا انسان ہے۔ عبادت کا ذوق ہے شوق ہے۔ ذکر کرتا ہے۔ مراقبے کرتا ہے۔ بس آنکھ کا پرہیز اس کے لئے مشکل بنا ہوا ہے۔ بعض لوگوں کیلئے زبان کا پرہیز مشکل۔ جھوٹ بول جاتے ہیں۔ غلط بات کہہ جاتے ہیں۔ سخت بات کہہ جاتے ہیں دوسرے کا دل دکھا بیٹھتے ہیں۔ کوئی شرمگاہ کے گناہ میں ملوث۔ ویسے تلاوت کا پابند، تسبیحات بھی ہیں۔ تہجد بھی ہے۔ نیکی بھی ہے۔ اور لوگ اس کو نیک سمجھتے بھی ہیں۔ مگر اس کا معاملہ تکمیل کو کیوں نہیں پہنچ رہا۔ اس لئے کہ گناہ میں ملوث ہے۔ اکثر و بیشتر مشاہدہ یہ ہے کہ اگر فرض کریں شریعت میں گناہوں سے بچنا سو فیصد ضروری ہے۔ کوئی نوے سے بچ رہا ہے کوئی پچانوے سے بچ رہا ہے۔ کوئی چھیانوے سے بچ رہا ہے کوئی ستانوے سے بچ رہا ہے۔ دو تین گناہوں کو چھوڑنا مشکل بنا ہوتا ہے۔ اور گناہوں کو نہ چھوڑنے کی وجہ سے ولایت کے نور سے بندہ محروم ہو رہا ہوتا ہے۔

حسرت ہے اس مسافرِ مضطر کے حال پر
جو تھک کے رہ گیا ہو منزل کے سامنے

منزل بھی سامنے ہے چند قدم باقی ہیں۔ اور تھک کے بیٹھ جائے۔ جب ہم نے سروں پہ ٹوپیاں پگڑیاں رکھ لیں۔ چہرے پہ سنت سجالی۔ لباس کی وضع قطع سنت کے مطابق بنالی۔ تو بہت سارے گناہوں سے تو یہ سنت کی وضع قطع ہی بچالیتی ہے۔ آپ ذرا مجمع میں گالی نکال کے دیکھیں ہر بندہ کہے گا شکل دیکھو کیا ہے؟ تم نے بات کیا کہہ دی؟ تو شرم کی وجہ سے بندہ بچتا ہے۔ الحمد للہ اس وضع قطع کی یہ برکت ہے بہت سارے گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔ دو چار گناہ جو انسان کر لیتا ہے۔ بس وہ اس کے لئے رکاوٹ بنے

ہوتے ہیں۔ اور اللہ رب العزت کا وصل تب نصیب ہوتا ہے۔ جب انسان سو فیصد گناہوں سے بچے۔ اب یہ کام ہے تو مشکل کہ سو فیصد گناہوں سے بچے۔ اس کی مثال یوں سمجھیں۔ کہ ایک آدمی اللہ سے واصل ہونا چاہتا ہے۔ تو یہ جو گناہوں کی میل کچیل ہے یہ جوڑ کے راستے میں ہمیشہ رکاوٹ بنتی ہے۔ یہ جوڑ نہیں بیٹھنے دیتی۔ یہ ایک دنیا کا مشاہدہ ہے۔ میل کچیل جوڑ کے راستے میں رکاوٹ بنتی ہے۔ بچپن کی بات ہے۔ شاید یہ عاجز دوسری تیسری کلاس میں پرائمری سکول کا طالب علم تھا۔ ہماری گلی سے کبھی کبھی ایک آدمی گزرتا تھا۔ جو یہ آواز لگاتا تھا کہ برتن قلعی کروالو برتن قلعی کروالو۔ تو مجھے آج بھی یاد ہے کہ میں اسے پہلے روکتا تھا کہ انکل ذرا رکو۔ اور گھر آ کے امی کو کہتا تھا کہ برتن نکالو قلعی کروانی ہے۔ تو کئی دفعہ وہ کہتیں بھئی اب تو ضرورت نہیں سارے برتن ٹھیک ہیں۔ تو ہم رونے لگتے کیونکہ قلعی کرنے کروانے کا جو طریقہ کار تھا اچھا لگتا تھا۔ ایک دو برتن امی پکڑا دیتی تھیں۔ ہم وہ لیکر جاتے تھے کہ انکل قلعی کردو۔ وہ پھر اپنی بھٹی جلاتا۔ برتن اوپر رکھ کر خوب گرم کرتا۔ پھر نوشادر یا ایسی کوئی چیز اس کے اوپر لگا کے اس کو صاف کرتا۔ پھر وہ قلعی نکالتا جس کو دیکھنے کے لئے ہم بے تاب کھڑے ہوتے تھے۔ اور قلعی اتنی پتلی سی ہوتی تھی۔ رنگ کی مانند۔ اور وہ ہلکی سی کاٹن پہ لگا کے اس کے اوپر پھیرتا تھا۔ پورا برتن بالکل قلعی ہو کر چمکنے لگ جاتا۔ اور یہ طریقہ بڑا اچھا لگتا تھا۔ ایک دن میں نے اس سے پوچھا انکل آپ اس پر ایسے ہی کیوں نہیں لگا دیتے۔ تو اس نے مجھ سے کہا آپ بچے ہو چھوٹے ہو آپ کو پتہ نہیں۔ یہ جو برتن جو تم لے آتے ہو صاف تو نظر آتے ہیں۔ ہماری نظر میں صاف نہیں ہوتے ان پہ چکنائی لگی ہوتی ہے۔ میل لگی ہوتی ہے۔ اس پر اگر ڈائریکٹ قلعی لگا دیں تو قلعی اس پہ نہیں چپکے گی۔ نہیں ٹھہرے گی۔ میں پہلے اس کو گرم کرتا ہوں اور پھر نوشادر سے ساری میل کچیل، چربی چکنائی، اتار دیتا ہوں۔ پھر اس کے بعد جب تھوڑی سی قلعی لگاتا ہوں تو وہ

اس کو چمکا کے رکھ دیتی ہے۔ اور اس چھوٹی عمر میں تو اس بات کا پتہ نہ چلا کہ اس نے کیا کہا۔ اور اس کا مقصد کیا تھا۔ آج جب بچپن کے اس واقعے کو میں یاد کرتا ہوں تو بات سمجھ میں آتی ہے۔ کہ واقعی یہ گناہ انسان کے دل کے اوپر میل آنے کا سبب بنتے ہیں۔ اب ہم چاہیں کہ یہ دل صیقل شدہ بن جائے تو اس کے لئے پہلے گناہوں کی میل کو اتارنا پڑے گا۔ ورنہ یہ اللہ رب العزت کے ساتھ واصل نہیں ہوگا۔ اللہ رب العزت پاک ہیں۔ اور یہ گناہ ناپاک ہوتے ہیں۔ ان کو سو فیصد چھوڑنا پڑے گا۔

مجھے آج بھی یاد ہے۔ یہ انیس سو چھہتر کی بات تھی۔ اس عاجز کو مسکین پور شریف میں چار مہینے رہنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ تو اس وقت جہاں مسجد ہے وہاں عمارت ہوتی تھی۔ کچھ کمرے ہوتے تھے۔ ایک نلکا لگا ہوتا تھا۔ اس کی دیواریں ہوتی تھیں۔ وہ دیواریں کوئی اندازاً چند فٹ اونچی تھیں۔ تو مدرسے کے طلباء علما غسل کیا کرتے تھے۔ اب چونکہ دیواریں اتنی اونچی نہیں تھیں۔ تو کئی مرتبہ ایسا ہوتا کہ طالب علم نہا رہا ہوتا۔ اور وہ دیکھتا قریب سے کوئی گزر رہا ہے تو وہ پانی اچھالتا۔ تو شرارتاً باہر والوں پہ ڈالتا۔ تو کئی دفعہ اندر نہا رہا ہوتا تو باہر والے باہر سے کوئی کنکر پھینک دیتے۔ اندر والے کو پریشان کرتے۔ تو وہ چیز اندر باہر دونوں کے لئے پریشانی کا سبب ہوتی۔ چھوٹے چھوٹے حفظ کے طلبا ہوتے تھے۔ انہوں نے ایک استاذ صاحب سے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ وہ ان دیواروں کو اونچا کریں گے۔ چنانچہ قریب سے وہ ایک بوری سیمنٹ کی لے کے آئے۔ کچھ اینٹیں بھی لے کر آئے۔ ریت لائے اور ایک جمعہ کے دن انہوں نے اس دیوار پہ پانی ڈالا۔ سیمنٹ بنایا اور اوپر اس کے طلباء نے خود ہی اینٹیں جوڑ دیں۔ اس کو دو فٹ اونچا کر دیا۔ دو فٹ دیوار کے اونچا ہونے سے سب خوش۔ نہانے والے بھی خوش اور باہر والے بھی خوش۔ تو کوئی پانچ چھ دن گزرے۔ ایک طالب علم نے ایسے چلتے ہوئے کہا پتہ نہیں یہ دیوار کتنی مضبوط بنی ہے۔

اس نے جو اوپر والے حصے کو ہاتھ لگایا تو وہ ہلنے لگ گیا۔ اس نے دوسروں سے کہا کہ یہ تو ہلتی ہے۔ دوسرے نے آ کے دیکھا پتہ یہ چلا۔ کہ نیچے کی دیوار الگ اور اوپر کی چند اینٹیں الگ ہیں۔ وہ آپس میں تو جڑ گئیں تھیں۔ پرانی دیوار کے ساتھ اس کا جوڑ نہیں ملا تھا۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ گر نہ جائے کسی کے اوپر تھوڑا سا انہوں نے جو ہاتھ لگایا تو ساری دیوار گر گئی۔ طلباء بڑے پریشان، سیمنٹ بھی گیا۔ اینٹیں بھی گئیں۔ مقصد حل نہ ہوا۔ تو کسی استاذ نے ان کو یہ بتا دیا اس عاجز کے بارے میں کہ اس کا تعلق انجینئرنگ سے ہے۔ اس سے پوچھو مسئلہ کیا بنا۔ چنانچہ ایک طالب علم آیا اور مجھ سے کہنے لگا۔ کہ جی آپ مہربانی کریں ہمیں بتائیں کہ یہ دیوار ٹھیک کیوں نہیں بنی۔ اس عاجز نے آ کر دیکھا۔ تو مسئلہ کیا تھا۔ کہ نیچے کی دیوار گارے کے ساتھ بنی ہوئی تھی۔ اور اس کی جو اوپر کی اینٹیں تھیں ان کے اوپر بھی گارا اور مٹی تھی۔ اب طلباء کو پتہ نہیں تھا۔ انہوں نے اوپر پانی ڈالا۔ اور اسی کے اوپر انہوں نے سیمنٹ رکھ کر اینٹیں رکھ دیں۔ تو مٹی نے جڑنے نہ دیا۔ میں نے طلباء سے کہا کہ ایک برش ہوتا ہے۔ سٹیل کا وہ لے کے آؤ۔ وہ کہیں سے لے کے آئے۔ ان کو کہا کہ بھئی جو یہ اوپر کی اینٹیں ہیں ان کو ذرا رگڑو۔ وہ طالب علموں نے اوپر کی اینٹوں کو رگڑ کے صاف کر دیا۔ میل کا نام و نشان ختم کر دیا۔ انہی کے ہاتھوں سے سیمنٹ رکھوایا اینٹیں لگوائیں اور جوڑ پکا لگ گیا۔ تو طالب علم بڑے خوش اور بڑے حیران ہوئے۔ تو ان کے استاذ میرے پاس آئے کہنے لگے جی اس میں راز کیا تھا۔ ہم نے بھی دیوار بنائی الگ ہو گئی۔ آپ نے بھی بنائی جوڑ پکا بیٹھ گیا۔ تو ان کو اس عاجز نے اس وقت بتا دیا کہ اوپر میل تھی۔ اس نے جوڑ کے راستے میں رکاوٹ ڈال دی۔ آج یہ بات جب یاد آ رہی ہے۔ تو مضمون سے متعلق یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ بندہ اللہ سے دل کا تعلق جوڑنا چاہتا ہے۔ یہ گناہ میل ہیں۔ یہ اس جوڑ کو جڑنے نہیں دیتے۔ یہ جوڑ بیٹھنے نہیں دیتے۔ اسی لئے ہمارے

اکابر ہر آنے والے سے پہلے گناہوں کو چھوڑنے کا مجاہدہ کرواتے ہیں۔ کہ بھئی جب اسے چھوڑو گے۔ پھر تھوڑی محنت کے ساتھ بھی تمہارا جوڑ اللہ کے ساتھ بن جائے گا۔ اللہ رب العزت پاک ہیں اس کے وصل میں گناہوں کی ناپاکی کبھی درمیان میں نہیں رہ سکتی۔ اپنے آپ کو پاک کرنا پڑے گا۔

یوں سمجھیں کہ شریعت میں نجاست دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک ہوتی ہے نجاست حقیقی۔ جیسے پیشاب پاخانہ گوبر۔ یہ نجاست کہلاتی ہیں۔ ہم محسوس بھی کرتے ہیں۔ کہ واقعی یہ چیز نجس ہے۔ ایک ہوتی ہے نجاست حکمی۔ وہ کیا ہوتی ہے؟ کہ چیز دیکھنے میں نجس نظر نہیں آ رہی۔ حکم خدا کی وجہ سے وہ نجس کہلا رہی ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک عورت اپنے مخصوص ایام کے اندر ہے۔ نہا دھو بھی لے۔ نہ میل کچیل نہ کوئی بو۔ صاف ستھری عطر خوشبو سے لدی ہوئی۔ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی۔ حکم خدا ہے کہ اس حالت میں یہ مسجد میں نہیں آ سکتی۔ یہ قرآن کو ہاتھ نہیں لگا سکتی۔ قرآن پڑھ نہیں سکتی۔ یہ نماز نہیں پڑھ سکتی۔ تو وہ حکما نجس کہلائے گی۔ اسی طرح ایک آدمی مشرک ہے۔ اگر وہ ستر مرتبہ بھی دریا میں غسل کر کے نکلے تو پھر بھی نجس کہلائے گا کیوں! اللہ رب العزت نے فرما دیا۔

اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَس

ترجمہ: بے شک مشرک ناپاک ہوتے ہیں۔

تو یہ نجاست حکمی کہلاتی ہے۔

محترم جماعت! گناہ نجاست حکمی ہے۔ ہمیں نجاست نظر نہیں آتی۔ جو عضو گناہ کرتا ہے۔ وہ اللہ کی نظر میں نجس بن جاتا ہے۔ ہاتھ سے گناہ کیا تو ہاتھ نجس۔ آنکھ سے گناہ کیا تو آنکھ نجس۔ منہ سے گناہ کیا تو منہ نجس اب اس کو پاک کرنا پڑے گا۔ اس لئے تو حدیث پاک میں آتا ہے۔ کہ انسان جب وضو کرتا ہے۔ تو وضو کے جن اعضاء کو دھوتا چلا جاتا ہے تو

ان کی نجاست دور ہوتی چلی جاتی ہے۔ ہمارے اکابر اس کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ گھر میں وضو کر کے اگر کبھی وہ مسجد کی طرف جانے لگتے۔ اور بے اختیار کہیں نظر پڑ جاتی کسی غیر محرم پر تو دوبارہ وضو فرماتے تھے۔ کہ آنکھ غلط پڑ گئی۔ اب اس نجس آنکھ کے ساتھ میں مصلے پہ کیسے کھڑا ہو سکتا ہوں۔ اتنا خیال کرتے تھے۔ ہم سوچیں تو ہمارے تو جسم کا ہر عضو ہی آپ کو نجس نظر آئے گا۔ اب ایک نجس وجود اللہ رب العزت سے کیسے واصل ہوگا۔ پاک کرنا پڑے گا۔

توبہ کیا ہے؟

اس نجاست حکمی کو پاک کرنے کا نام توبہ کہلاتا ہے۔ اس کو پاک کرنے کا نام کیا ہے۔؟ توبہ۔ جو انسان سچے دل سے توبہ کر لیتا ہے۔ یہ توبہ انسان کے گناہوں کو نکال کے رکھ دیتی ہے۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا۔

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهُ

گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہوتا ہے جیسے کبھی اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔

یہ توبہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ اور انسان کا جو ظاہر جسم ہے اس کو صاف پاک کرنے کا نام طہارت ہے۔ اب اللہ رب العزت قرآن مجید میں دو باتوں کی نشاندہی فرماتے ہیں۔ فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں ان لوگوں سے جو گناہوں کی نجاست سے اپنے آپ کو پاک کر لیتے ہیں۔ اور جو اپنے جسم کو ظاہری نجاست سے بھی پاک کر لیتے ہیں۔

توبہ کی پکی نیت کریں:

اس محفل میں آج ہم اس نجاست سے پاک ہونے کی نیت کرلیں۔ کب تک نجس زندگی گزاریں گے۔ یہ گناہوں کی نجاست کب تک جسم کے ساتھ رہے گی۔ کوئی تو دن ہوگا کہ ہم سچی توبہ کر کے ہم اللہ کے حضور عہد کریں کہ آج کے بعد اپنے علم اور ارادے کے ساتھ گناہ نہیں کرنا۔

ہمارے بزرگوں نے ایک عجیب بات کہی ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص علم اور ارادے سے گناہ کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ اللہ رب العزت اس بندے کی دعاؤں کو رد کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ تو ہم یہ نیت کریں کے مولا آج کے بعد علم اور ارادے سے گناہ نہیں کریں گے۔ بے علمی اور بے ارادہ گناہ ہو گیا تو جلدی معاف ہو جائے گا۔ ہم اپنے آپ کو گناہوں کی نجاست سے پاک کرنے کی نیت کرلیں۔ ہم اگر نیت کرلیں گے تو کیا فرشتے بن جائیں گے۔ نہیں انسان ہی رہیں گے۔ مگر ایک تبدیلی آجائے گی۔ وہ کون سی؟ ہم گناہوں سے بچنے کی حتی الوسع کوشش کریں گے۔ اور اگر بالفرض کوئی گناہ سرزد ہو گیا فوراً پھر توبہ کریں گے۔ اپنے آپ کو اس گناہ کی حالت میں رہنے نہیں دیں گے۔ چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب بات لکھی ہے۔ فرماتے ہیں۔ اس امت میں ایسی قدسی ہستیاں گزری ہیں۔ کہ ان کے گناہ لکھنے والے فرشتے کو بیس بیس سال تک گناہ لکھنے کا کوئی موقع نہیں ملا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ

مکتوبات شریفہ میں یہ بات لکھی ہے کہ اس امت میں ایسی قدسی ہستیاں گزری ہیں کہ جن کے گناہ لکھنے والے فرشتے کو بیس بیس سال تک گناہ لکھنے کو موقع ہی نہیں ملا۔ ارادتاً تو وہ بچتے تھے۔ اور بالفرض بتقاضائے بشریت گناہ سرزد ہو جاتا۔ تو جب تک اللہ سے معافی مانگ کر اللہ کو منا نہ لیتے تھے چین سے نہیں بیٹھتے تھے۔ لہٰذا گناہ لکھا ہی نہیں جاتا تھا۔

اس لئے کہ گناہ لکھنے والا فرشتہ فوراً گناہ نہیں لکھتا۔ حدیث پاک میں ہے کہ کچھ پہر تک انتظار کرتا ہے کہ شاید یہ اللہ کا بندہ توبہ کر لے۔ تو اگر ہم بھی پکی توبہ کر لیں تو ہم بھی ایسے بن سکتے ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عورت کا واقعہ لکھا ہے۔ وہ عورت جو قرآن کے الفاظ سے گفتگو کرتی تھی۔ فرماتے ہیں۔ کہ اس عورت کے بچے نے مجھے کہا کہ میری والدہ کو بیس سال گزر گئے ہیں۔ قرآن مجید کے لفظ کے سوا اس کی زبان سے کوئی دوسرا لفظ نہیں نکلا۔ جب قیامت کے دن ایسی عورتیں اللہ کے سامنے پیش ہوں گی۔ وہاں پھر ہم بھی کھڑے ہوں گے۔ اور ہم سے پوچھا جائے گا۔ بتاؤ تم نے فلاں کو کمینہ کیوں کہا۔ تم نے فلاں کو ذلیل کیوں کہا۔ تم نے فلاں کو بے ایمان کیوں کہا۔ کیا جواب دیں گے؟

تین کاموں میں اللہ کی خاص مدد ہوتی ہے:

آج وقت ہے کہ ہم ان گناہوں کی نجاست سے بچیں اور اللہ رب العزت کے سامنے سچی توبہ کر لیں۔ چنانچہ ہمارے مشائخ نے ایک بڑی پیاری بات کہی۔ کہ تین کاموں میں اللہ تعالیٰ کی خاص مدد ہوتی ہے۔ نوجوان توجہ فرمائیں۔ تین کاموں میں اللہ رب العزت کی خاص مدد ہوتی ہے۔ وہ کون سی ہیں، فرماتے ہیں ایک بندہ مسجد بنانے کا ارادہ کر لے نیک نیتی کے ساتھ۔ اللہ کی خاص مدد ہوتی ہے۔ اسباب نہیں نظر آ رہے ہوتے۔ میرے مولا اسباب بنا دیتا ہے۔ یہ مسجد بنی دیکھ نہیں رہے اس دیہات میں وسائل کہاں ہیں۔ ایک اللہ کے نیک بندے نے ارادہ کیا۔ رب کریم نے قبولیت سے نوازا۔ الحمدللہ آج اس کو دیکھ کے دل باغ باغ ہو رہا ہے۔ دوسرا اگر کسی بندے نے بیٹی کا نکاح کرنا ہو شادی کرنی ہو۔ جوان العمر ہے۔ وسائل نہیں ہیں۔ نیک نیتی کے ساتھ وہ ڈیٹ رکھ دیتا ہے۔ ہمارے بزرگوں نے کہا کہ کوئی نہ کوئی سبب اللہ بنا دیتے ہیں موقع پر اس بچی

کو ذلت سے محفوظ فرماتے ہیں۔ اس کی رخصتی کو اللہ عزت کے ساتھ کروا دیا کرتے ہیں۔ اور تیسری چیز جو بندہ اپنے دل میں گناہوں سے سچی توبہ کی نیت کر لیتا ہے۔ اس گناہ سے بچنے کے لئے اللہ اس بندے کی خاص مدد فرما دیتے ہیں۔ ہم جو کہتے ہیں نا کہ ہم گناہوں سے نہیں بچ سکتے ۔ ہماری نیت پکی نہیں ہوتی ۔ کوئی فرق ہوتا ہے۔ سچی نیت کر لیں ہمارا مالک اس بات پر قادر ہے ہمیں گناہوں سے سو فیصد بچا کے دکھا دے گا۔ اور ہمارا معاملہ وہ تو ہے ہی اللہ کی رحمت پر موقوف ۔ رب کریم نے فرما دیا۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ

ترجمہ: اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی۔

مَا زَكٰى مِنْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاءُ

ترجمہ: تم میں سے کبھی کوئی ستھرا نہیں ہو سکتا تھا اللہ جس کو چاہتا ہے اس کو ستھرا بنا دیا کرتا ہے۔

ہمارا تو معاملہ اللہ رب العزت کی ایک نگاہ پر موقوف ہے۔ بلکہ سچ کہوں ہمارا معاملہ اللہ رب العزت کی ایک نیم نگاہ پر موقوف ہے۔ اک رحمت کی نظر ہو گئی ہمارا کام سنور جائے گا۔ دل کی دنیا کو بدل کر رکھ دیں گے۔ دل کو نیکی پر جما دیں گے۔ اللہ جیسے چاہتے ہیں دلوں کو بدل کر رکھ دیا کرتے ہیں۔ اللہ سے دعا مانگیں ۔ آج کی رات یہاں آپ ہیں۔ یہ اکابر کی جگہ ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں یہ بات لکھی ہے کہ اکابر کی جگہ پر دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔ دعا مانگیں ۔ سلسلے کے بزرگوں کے فیوضات کیسے برسیں گے! اللہ کی رحمت کیسے متوجہ ہو گی! اللہ رب العزت کتنے مہربان ہوں گے! تو آج کی رات توبہ کی رات ہے۔ محفل ختم ہونے کے بعد رات کو اٹھئے توبہ کے نفل پڑھ کے اللہ رب العزت کے ساتھ سچا پکا وعدہ کر لیجئے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کیسے آسان فرما

دیتے ہیں۔ ہمارے لئے بچنا مشکل ہے۔ پروردگار کے لئے بچانا کوئی مشکل نہیں۔ بہت آسان ہے۔ وہ آسانی فرمادیں گے۔ تو ہم گناہوں سے بچنے کی پکی سچی نیت کرلیں۔ اللہ رب العزت ہمارے لئے اس کو آسان فرمادیں گے۔

گناہوں سے پاک دن گزاریں:

ہمارے سلسلہ عالیہ کے ایک بزرگ خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ اگر میں پیری مریدی کرتا تو جہاں میں کسی پیر کو کوئی مرید نہ ملتا۔ مگر مجھے اللہ نے سنت کے احیاء کے لئے پیدا فرمایا۔ ایک عجیب بات انہوں نے کہی بہت ہی عجیب بات۔ بات پڑھ کے دل میں ٹھنڈ پڑ گئی۔ کیا بات کہی۔ فرماتے ہیں۔ جس شخص نے جو دن گناہوں کے بغیر گزارا۔ ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے وہ دن نبی ﷺ کی صحبت میں گزارا ہے۔ نیت کر لیں میرے مولا زندگی کا کوئی دن ہمارا بھی ایسا ہو۔ صبح اٹھ کے روز یہ نیت کیا کریں میرے مولا۔ میری زندگی کا یہ دن ایسا بنادے۔ اس میں آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہ کروں۔ کوشش کریں۔ اللہ رب العزت آسانیاں فرمادیں۔ اللہ سے مانگئے تو سہی۔ یہ جو ندامت کے آنسو ہیں بہت کام کرنے والے ہیں۔ دیکھئے ذرا غور کیجئے۔ یہ عاجز بات کو مکمل کرتا ہے۔ آپ جاتے ہیں دوست کے دروازے پر پھر ہاتھ سے اس کے دروازے کو تھپتھپاتے ہیں۔ یہ آپ نے دستک دی۔ جب دروازے پہ دستک دی۔ تو وہ دوست دروازہ کھول دیتا ہے۔ ایک طریقہ اور بھی ہے۔ اللہ کی رحمت کے دروازے پہ دستک دینے کا۔ وہ کیا ہے۔؟ کہ جب بندے کی آنکھوں سے ندامت کے آنسو گرتے ہیں۔ وہ تو زمین پے گرتے بے آواز ہیں۔ لیکن ہر ہر آنسو اللہ کی رحمت کے دروازے پر تھپ تھپ کی آواز دے رہا ہوتا ہے۔ یہ دستک ہو رہی ہوتی ہے۔ اللہ کی رحمت کے دروازے پر۔ اس پر کسی نے عجیب مضمون کہا۔

میں نے پلکوں سے درِ یار پہ دستک دی ہے
میں وہ سائل ہوں جسے کوئی صدا یاد نہیں

ایک تو ہوتا ہے ہاتھوں سے دستک دینا۔ یہ ندامت کے جو آنسو ہیں یہ پلکوں سے دستک دینا ہے۔ کہ بندہ جب رو رہا ہوتا ہے اس کو کچھ بھی پتہ نہیں ہوتا میں نے کیا مانگنا ہے۔

آؤ اک سجدہ کریں عالم مدہوشی میں
لوگ کہتے ہیں کہ عاصی کو خدا یاد نہیں

ہم گنہگار ہیں اللہ کے گنہگار بندے ہیں۔ مگر مولا تیرا بننا تو چاہتے ہیں۔ ہم خود اپنے نفس کے ہاتھوں تنگ ہیں اس بدمعاش شیطان کے ہاتھوں تنگ ہیں۔ اے اللہ دنیا کا ہر کمزور قوی کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ مولا ہم کمزور ہیں۔ آپ قوی ہیں۔ آپ کا سہارا چاہتے ہیں۔ اے رب کریم اسی امید پر اپنے گھروں سے یہاں آئے۔ چل کے آنے کا مقصد یہی تھا۔ ان اکابر کی محفل میں مقصد یہی تھا۔ میرے مولا تجھے منانا چاہتے ہیں۔ اے اللہ گناہوں کی وجہ سے تجھے ناراض کر بیٹھے۔ آج منانے کا ارادہ کر چکے ہیں۔ اے رب کریم مان جایئے۔ آج ہماری جان گناہوں سے چھڑا دیجئے آسان فرما دیجئے تا کہ ہمارا من پاک ہو جائے۔ اور ان پاکیزہ ہستیوں کی جگہ سے اے اللہ ہم اپنے پاک من کو لے کر واپس جائیں۔ اللہ رب العزت ہمیں ایسی پاکیزہ زندگی نصیب فرمائے اور ہمارے آنسوؤں کو قبول فرمالے۔

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے میرے عرقِ انفعال کے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا﴾ (انشراح:۲)

عشق قرآن کی تاثیر

از افادات
حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہم

اقتباس

قسمت والے لوگ

ہمیں ابھی پوری طرح قرآن کی عظمتوں سے واقفیت نہیں ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ اگر ہوتو اٹھتے بیٹھے ہم قرآن مجید کو پڑھنے والے بن جائیں۔ یہ عجیب کتاب ہے کچھ لوگ قاری قرآن ہوتے ہیں کچھ حافظ قرآن ہوتے ہیں۔ کچھ عالم قرآن ہوتے ہیں کچھ داعی قرآن ہوتے ہیں کچھ ناشر قرآن ہوتے ہیں کچھ نصیب والے قسمت والے عاشق قرآن ہوتے ہیں۔ جس کو اس کی محبت نصیب ہوگئی۔ اللہ نے اس کی دنیا اور آخرت کو سنوار دیا۔

(حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہم)

عشق قرآن کی تاثیر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ط اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوْماً جَهُوْلًا ○ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

قرآن عظیم الشان کی تاثیر:

اللہ رب العزت کا پیغام انسانیت کے نام، یہ کتاب ہدایت ہے۔ اس کو دینے کا مقصد کیا تھا۔

لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ

ترجمہ: تاکہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لائیں

اے میرے پیارے حبیب ﷺ آپ انسانوں کو اندھیروں کی طرف سے نکال کر روشنی کی طرف لائیے تو قرآن مجید فرقان حمید بھولے بھٹکے ہوئے لوگوں کو سیدھا راستہ دکھانے والی کتاب، گمراہی کے اندھیروں میں پڑے ہوئے کو ھدایت کے نور کی طرف لانے والی کتاب، اللہ سے بچھڑے ہوؤں کو اللہ سے ملانے والی کتاب ہے۔ آپ نے لوہے کا مقناطیس دیکھا ہوگا۔ جہاں بھی ہو وہ لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ یہ قرآن مجید فرقان حمید اللہ رب العزت کی رحمتوں کو کھینچنے والا مقناطیس ہے۔ فرمایا

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ○

ترجمہ: اور جب قرآن پاک پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

جہاں قران پاک پڑھا جاتا ہے اللہ کی رحمتیں چھم چھم برستی ہیں یہ اللہ رب العزت کی رحمتوں کو کھینچنے والا مقناطیس ہے۔ یہ کتاب انسانیت کے لئے دستور حیات ہے۔ انسانیت کے لئے منشور حیات ہے۔ انسانیت کے لئے ضابطہ حیات ہے بلکہ پوری انسانیت کے لئے یہ آب حیات ہے۔ یہ اللہ رب العزت کا کلام ہے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا

تَبَرَّكْ بِالْقُرْاٰنِ فَاِنَّهٗ كَلَامُ اللّٰهِ

ترجمہ: قران سے برکت حاصل کرو یہ اللہ کا کلام ہے

عشق قرآن کی تاثیر:

ہمیں ابھی پوری طرح اس کی عظمتوں سے واقفیت نہیں ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ اگر ہو تو اٹھتے بیٹھتے ہم قرآن مجید کو پڑھنے والے بن جائیں۔ یہ عجیب کتاب ہے کچھ لوگ قاری قرآن ہوتے ہیں کچھ حافظ قرآن ہوتے ہیں۔ کچھ عالم قرآن ہوتے ہیں کچھ داعی قرآن

ہوتے ہیں کچھ ناشر قرآن ہوتے ہیں کچھ نصیب والے قسمت والے عاشق قرآن ہوتے ہیں۔جس کو اس کی محبت نصیب ہوگئی۔اللہ نے اس کی دنیا اور آخرت کو سنوار دیا۔یہ عجیب کتاب ہے اللہ اکبر! جنوں نے اس کو سنا تو بے اختیار پکار اٹھے۔

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا

ترجمہ: بیشک ہم نے ایک عجیب وغریب قرآن سنا ہے

قرآن مجید سے بے توجہی کا نقصان:

آپ غور کریں آپ کے استاد کا بیٹا آپ کے گھر آئے اور آپ ایک مہینہ اس کو ملیں ہی نہ تو استاد آپ کو گلہ دے گا۔بچہ بھی شکایت کرے گا۔یہ تو اللہ رب العزت کا کلام ہے اور ہمارے پاس مہمان ہے کئی کئی دن گزر جاتے ہیں ہمیں قرآن مجید کو کھولنے کی فرصت بھی نہیں ملتی۔ایک طالب علم بیعت ہوئے۔میں تو ان کو طالب علم ہی کہوں گا۔ان کو دورہ حدیث کئے ہوئے نو ۹ سال گزر چکے تھے حافظ قرآن تھے مگر غفلت کی زندگی ایسی کہ۔ بیعت ہونے کے بعد کہنے لگے کہ ۹ سال کے بعد پہلی دفعہ میں نے رمضان میں قرآن مجید پڑھا ہے۔ایسی بھی غفلت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن سننا:

قرآن مجید کے ساتھ ہمیں سچا عشق نصیب ہو جائے یہ بڑی قسمت کی بات ہے۔اس لئے حدیث پاک میں آتا ہے۔جیسے گانے والی کوئی عورت گانا گاتی ہے لوگ بڑی توجہ سے سنتے ہیں اسی طرح جب کوئی بندہ قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے تو اللہ رب العزت اس سے بھی زیادہ توجہ سے اس کا قرآن سن رہے ہوتے ہیں۔فرشتے قرآن سنتے ہیں پڑھنے کی ان کے اندر استعداد نہیں ہے۔فرشتوں میں صرف حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اللہ

رب العزت نے یہ مقام عطا کیا کیونکہ وہ پیامبر تھے۔

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ○ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ○ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ○

ترجمہ: بے شک یہ قرآن ایک معزز رسول کا لایا ہوا ہے جو بڑا طاقتور ہے عرش کا مالک کے نزدیک بڑے رتبے والا ہے اور وہاں کا سردار امانت دار ہے

ان کی شان کے بارے میں یہ آیت اتری وہ قرآن مجید پڑھ سکتے تھے۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دور فرمایا کرتے تھے۔ جتنے بھی فرشتے ہیں سنتے تو ہیں مگر پڑھ نہیں سکتے۔ اب اگر ایک آدمی قرآن اچھی طرح نہ پڑھ سکے تو کسی آدمی کا قرآن سنے تو اس کو زیادہ مزہ ملتا ہے۔ کیونکہ خود جو اس نعمت کا حامل نہیں اس لئے اس کو زیادہ مزہ آتا ہے۔ اسی لئے جب کوئی قاری قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو اللہ رب العزت کے فرشتے فوراً اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ ہجوم لگ جاتا ہے فرشتوں کا بلکہ حدیث پاک میں آتا ہے۔

''فرشتے اس کے قریب ہوتے ہوتے بالآخر اس قاری کے لبوں پر اپنا لب رکھ دیتے ہیں''

دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ قاری کے لبوں کا بوسہ لیتے ہیں۔

عشق قرآن کی تاثیر کا واقعہ:

امام عاصم کوفی رحمۃ اللہ علیہ جن کے انداز قرآت میں آج ہم تلاوت کرتے ہیں۔ ان کے منہ سے عجیب خوشبو آتی تھی۔ شاگرد حیران کہ حضرت منہ میں الائچی رکھتے ہیں یا پھر خوشبو استعمال کرتے ہیں۔ طلبہ پوچھتے ہیں حضرت ٹال دیتے ہیں۔ ایک طالب علم جو خدمت بھی کرتا تھا وہ ایک مرتبہ اصرار کرنے لگا کہ حضرت بتا دیجئے۔ اب ادھر سے اصرار ادھر سے انکار۔ مگر وہ بھی جما رہا۔ اس نے حد کر دی اصرار کی تو فرمانے لگے میں تو منہ میں کوئی

خوشبو نہیں رکھتا۔ حضرت خوشبو تو ایسی آتی ہے کہ ایسی خوشبو کبھی سونگھی نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ایک رات مجھ کو نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا عاصم تم سارا دن اللہ رب العزت کا قرآن پڑھتے اور پڑھاتے ہو تو لاؤ میں تمہارے لبوں کو بوسہ دوں۔ جب سے نبی علیہ السلام نے میرے لبوں کو بوسہ دیا اس وقت سے میرے لبوں سے خوشبو آ رہی ہے۔

عشق قرآن کی تاثیر کی برکات:

قرآن مجید کے ساتھ عشق کی حد تک انسان کی محبت ہو۔ جب محبت ہوتی ہے تو بندہ پھر اسی کے بارے میں سوچتا ہے اسی کے ساتھ بیٹھنا گوارا کرتا ہے۔ اسی کے ساتھ وقت گزارنا چاہتا ہے۔ ہمارے سلف صالحین جتنے بھی گزرے سب عاشق قرآن تھے۔ جو عاشق قرآن ہوگا وہ حافظ بھی بن جائے گا عالم بھی بن جائے گا۔ قاری بھی بنے گا عامل بھی بنے گا داعی بھی بنے گا ناشر بھی بنے گا اس لئے کہ اللہ کے قرآن کا عاشق جو بنا ہے۔ یہی حقیقی خوش نصیب ہے۔

اس دور میں خوش نصیب ہے وہ اکبر
جس نے قرآن کو کھلا رکھا ہے

صحابہ کرامؓ کی قرآن سے محبت:

صحابہ کرامؓ کی خصوصیات میں سے ایک بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ سب عاشق قرآن تھے چنانچہ جب قرآن پاک سنتے تھے تو تڑپتے تھے۔ سنئے اللہ رب العزت گواہی دے رہے ہیں۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا

عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ

ترجمہ: جب اس چیز کو سنتے ہیں جو رسول پر اتری تُو ان کی آنکھوں کو دیکھے گا کہ آنسوں سے بہتی ہیں اس لیے کہ انہوں نے حق پہچان لیا ہے

کون روتا ہے قرآن سن کر جس کے دل میں محبت ہوتی ہے۔ جس کو عشق ہوتا ہے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکلتے ہیں قابو نہیں رکھ سکتا اپنے آپ کو صحابہؓ کی اللہ نے یہ خوبی قرآن میں بیان کردی ہے۔

مسئلوں کا حل اور محبت قرآن:

واقعی یہ قرآن مجید مسئلوں کو حل کر دینے والی کتاب ہے یقین کے ساتھ بندہ اس کے ساتھ تعلق پیدا کرے۔ اس ایک کتاب کی محبت سے اللہ رب العزت دنیا اور آخرت دونوں کو سنوار سکتے ہیں۔ یقین ہونا ضروری ہے۔ آج چھوٹے چھوٹے مسئلوں کی وجہ سے عاملوں کے پاس بھاگتے پھرتے ہیں۔ فلاں نے کاروبار بند کروادیا۔ فلاں کی نظر لگ گئی۔ جس گھر میں اللہ کا قرآن ہو یہ نسخہ شفاء موجود ہو اس کو کسی عامل کے پیچھے بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے اگر کم از کم ایک پارہ تو روز پڑھتا رہے۔

تاثیر قرآن اور غموں کا علاج:

وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ○

ترجمہ: اور مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈا کرے۔

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنَ ○

ترجمہ: اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفاء دیتا ہے۔

وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○

ترجمہ: اور دلوں کے روگ کی شفاء تمھارے پاس آئی ہے اور ایمانداروں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

یہ نسخہ شفاء ہے اور ہم لوگ عاملوں کے پیچھے بھاگتے پھرتے ہیں۔ اللہ کے بندو! قرآن سے محبت کیجئے آپ کو آبِ حیات گھر میں مل جائے گی۔ ہر مصیبت کا علاج آپ کو قرآن میں مل جائے گا۔ پریشانی اور غم کیسا! یہ قرآن غم زدوں کو تسلی دینے کے لئے بھیجا گیا ہے سمجھے سمجھے!

تاثیر قرآن اور دلوں کی تسلی:

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جب کفار الزام لگاتے تھے باتیں بناتے تھے تو اللہ رب العزت کے محبوب کا دل دکھی ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں کہ ہم آپ کے اوپر قرآن کو آہستہ آہستہ نازل فرماتے ہیں کیوں!

ذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ ط

ترجمہ: اس قرآن کے ساتھ ہم آپ کے دل کو مضبوط کرتے ہیں۔

اللہ کے محبوب ﷺ کو اس سے تسلی ملتی تھی یہ برکت ہے قرآن پاک کی۔ آج کوئی بھی غم زدہ اللہ کے قرآن پاک کی تلاوت کرے گا اللہ اس کے دل کو تسلی دے گا۔ کیا ہم تسلی پاتے ہیں قرآن سے؟ ہم کو غم کے وقت کیا یاد آتا ہے؟ ہم شکوے کی باتیں کرتے ہیں اگر قرآن مجید کے ساتھ صحابہ جیسی محبت ہوتی صحابہ جیسا انس ہوتا تو کسی اور چیز کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔

تاثیر قرآن اور خطرناک بیماریوں سے شفاء:

ہمیں تنہائی میں بیٹھ کر اپنے لئے قرآن کو پڑھنا سب سے بہتر سمجھنا چاہیے۔ ایک سچا

واقعہ ہے جو سندھ میں پیش آیا۔ بعض ایسے گھرانے ہیں بعض ایسے شہر ہیں جس میں ہندوؤں کی آبادی مسلمانوں سے زیادہ ہے تو ایک ہندو گھرانہ تھا اور وہ ہندوازم میں بہت پکے تھے۔ ان کی ایک چھوٹی بچی تھی سکول میں پڑھتی تھی اس کے سکول میں ایک اور لڑکی جو اس کی گلی میں رہنے والی مسلمان تھی وہ بھی پڑھتی تھی تو سکول سے دونوں بچیوں کا آپس میں پیار اور محبت ہو گیا۔ چھوٹی بچیاں تھیں جب گھر کا ہوم ورک کرتی تو پوچھنے سہیلی کے پاس چلی جاتی تو ہندو لڑکی جب مسلمان لڑکی کے گھر جاتی تو کام کرتی اور پڑھتی۔ مسلمان بچی کی والدہ عالمہ بھی تھی اور وہ اردو اسلامیات اور جغرافیہ بھی جانتی اور ان کو پڑھا بھی دیتی۔ ہندو لوگ بڑے مطمئن تھے کہ ہماری بچی اچھے لوگوں کے گھر جاتی ہے اس کا وقت ضائع نہیں ہوتا۔

اب اللہ کی شان دیکھیے یہ عالمہ شام کو گھر میں بچوں کو ناظرہ قرآن مجید بھی پڑھاتی تھی۔ تو اس نے اپنی بچی کو بھی قرآن پڑھانا شروع کر دیا۔ ہندو بچی جب ان کے گھر جاتی تو اپنی دوست کو بیٹھی الف زبر آ اور ب زبر با پڑھتی دیکھتی تو ساتھ وہ بھی سنتی لو جی اس نے قاعدہ بھی ختم کر دیا۔ تو مسلمان بچی نے قرآن پاک شروع کر دیا۔ یہ کہنے لگی کہ میں بھی پڑھنا چاہتی ہوں۔ تو اس بچی نے ماں کو بتایا ماں اس کو سمجھانے لگی کہ پہلے تم نے ایک چھوٹا سا فقرہ جس کو کلمہ کہتے ہیں پڑھ لو پھر قرآن بھی پڑھ لینا۔ پھر اپنے گھر میں بھی بتانے کی ضرورت نہیں۔ اس ہندو بچی نے کلمہ پڑھ لیا اور اپنی کلاس فیلو کے ساتھ مل کر قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ ادھر بچی نے قرآن ختم کیا اُدھر ہندو بچی نے بھی قرآن ختم کر دیا۔ اب بڑی ہوتی گئی ادھر اس کے گھر آنا جانا کثرت سے تھا۔ اب مسلمان بچی کی ماں نے اس کو دین کے بارے میں بتانا شروع کیا۔ یہ وہاں جاتی تو چھپ کے نماز بھی پڑھ لیتی مگر گھر والوں کے سامنے ہندو بن کر رہتی۔ اللہ کی شان دیکھیے عمر اتنی ہو گئی کہ شادی کا وقت آ گیا۔ ایک

دن یہ روتی ہوئی آئی اور اپنی سہیلی کی والدہ کو بتایا کہ میرے ماں باپ نے ایک ہندو لڑکے کے ساتھ شادی کا پروگرام بنا لیا ہے۔ اور وہ ہندو بندہ اتنا پکا ہندو ہے کہ اگر کوئی ہندوؤں میں سے مسلمان بننے کی کوشش کرے یہ اس کو قتل کر دیتا ہے۔ اتنا سخت ہے اور میں اس کی بیوی بنوں گی۔ استانی نے کہا کہ تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں تم جاؤ فارغ وقت میں قرآن پڑھنا۔ اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ اس نے کہا کہ قرآن تو میرے پاس نہیں ہوگا۔ اس نے کہا کہ قرآن پہنچانا میری ذمہ داری ہے۔ چنانچہ جب شادی میں ایک دن رہ گیا تو مسلمان بچی کی والدہ نے اس کے والدین کو پیغام بھیجا کہ تمہاری بچی کی شادی ہے اور یہ میری بچی کی کلاس فیلو اور دوست بھی ہے۔ میں اس کو کچھ ھدیہ تحفہ بھیجوں گی۔ چنانچہ اس نے ایک طشتری لی اس میں قرآن مجید رکھا اور اس کے اوپر خوبصورت کپڑے ان سلے اور سلے رکھ دیئے اس کی پیکنگ اتنی خوبصورت کروائی کہ بندے کا دل کرتا تھا۔ کہ اس کو کھولنے کے بجائے ایسے ہی اس کو رکھ دیں۔ ڈیکوریشن پیس کی مانند اس کو بھجوا دیا۔ ماں نے جب دیکھا کہ اتنا خوبصورت تحفہ۔ اور کہا میری بیٹی اس کو لے جاؤ اور سسرال میں جا کر اسے کھولنا۔ ہندو لڑکی اس کو ساتھ لے گئی اور اس نے جا کر وہ قرآن مجید کہیں چھپا دیا۔

اب دن میں خاوند دفتر چلا جاتا اور یہ کنڈی لگا کہ اللہ کا قرآن پڑھتی کہ یہ میرا آخری سہارا ہے میری امیدیں میری خواہشیں سب اسی کے ساتھ ہیں۔ قرآن پڑھتی تھی اللہ سے مدد مانگتی تھی سمجھ نہیں آتی تھی کہ وہ کیسے ماحول سے نکل سکے گی۔

چنانچہ کچھ سال شادی کے گزر گئے۔ ایک دن اس کا خاوند آیا اور کہنے لگا آج میں بہت تھکا ہوا ہوں آج میری طبیعت برابر نہیں ہے۔ اس نے کہا آپ آرام کریں میں آپکو چائے بنا کر دیتی ہوں۔ اس نے کہا نہیں مجھے کمزوری محسوس ہو رہی ہے۔ اس نے کہا کہ آپ ایسے کریں ڈاکٹر کو چیک کروالیں جب اس کا چیک اپ کروایا تو ڈاکٹر نے کہا کہ آپ

کو آخری درجہ کا کینسر ہو گیا ہے اور ایک مہینہ کے اندر آپ اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔ بیماری اس حد تک پھیل چکی ہے۔ لاعلاج بیماری ہے۔ یہ گھر واپس آیا پریشان تھا گھر کو دیکھے روئے بیوی کو دیکھے روئے اور بچوں کو دیکھے تو روئے۔ بیوی نے پوچھا کیا ہوا۔ تو کہا اب تو میں مر جاؤں گا تم سے بچھڑ جاؤں گا۔ بیوی نے وجہ پوچھی۔ اس نے بتایا کہ میں کینسر کا مریض ہوں۔ ڈاکٹر نے لاعلاج قرار دیدیا۔ چنانچہ کافی دیر روتا رہا اور بیوی بھی روتی رہی۔ پھر بیوی نے اس کو کہا کہ میرے پاس ایک دوائی ہے۔ میں آپ کو استعمال کروا سکتی ہوں۔ مگر شرط یہ ہے کہ اگر آپ تندرست ہو گئے تو جو میرا مطالبہ ہوگا وہ آپ کو ماننا پڑے گا۔ اس نے کہا بہت اچھا۔

اس لڑکی نے اچھی طرح خاوند سے سب تسلیاں لے لیں۔ جو ہندوؤں کا طریقہ تھا۔ کہ اس سے پیچھے ہٹ نہیں سکتے سب کام کروا لئے۔ اب یہ روز پینے کیلئے پانی دیتی اور کہتی کہ اکتالیس دن آپ نے پینا ہے۔ خاوند پی لیتا اور کہتا کہ اس میں کون سی دوا ہے۔ کہتی ہے کہ اس میں شفاء ہے پی لو۔ اکتالیس دن کے بعد جب اس نے چیک کروایا تو ڈاکٹر نے کہا کہ آپ کو کینسر کی بیماری لگتا ہے کہ کبھی ہوئی ہی نہیں تھی۔ بالکل صحت مند ہو، یہ بھی اپنے آپ کو طاقت ور محسوس کرتے active محسوس کرتے گھر واپس آیا اور کہا کہ تمہارے والی دوائی تو بڑی کام آئی میں بالکل ٹھیک ہو گیا ہوں۔ بیوی نے کہا اب آپ اپنا وعدہ پورا کریں جو رام کے نام ہوا تھا پوچھا کون سا وعدہ۔ کہا وہی وعدہ جو میں نے آپ سے کیا کہ آپ پورا کر دیں گے۔ اس نے کہا ہاں تم جو کچھ کہو گی میں تم کو لے کر دوں گا۔ اس نے کہا نہیں! میرا مطالبہ یہ ہے کہ تم کلمہ پڑھو اور مسلمان بن جاؤ کہنے لگا ہیں! ہم ہندو ہیں ہندو گھرانے میں آنکھ کھولی باپ دادا ہندو ہم کلمہ کیسے پڑھ لیں۔ اس نے کہا کہ تمہیں جو شفا ملی وہ اللہ کے قرآن کی وجہ سے ملی اس نے پوچھا وہ کیسے؟

اب لڑکی نے ساری تفصیل بتائی کہ کیسے اس نے قرآن پڑھا کیسے اس نے اسلام قبول کیا کیسے وہ چھپ کر نمازیں پڑھتی تھی اور اس نے کہا کہ جب تم دفتر چلے جاتے تھے تو میری استانی نے مجھے بتایا کہ سورۃ الم نشرح، یہ پڑھ کر اور آیات شفاء پڑھ کر پانی پر دم کر دو موت کے سوا ہر بیماری میں شفاء ہے۔ کہنے لگی میں نے وہ آیت شفاء پڑھ کر چند دن آپ کو پلائی ہیں دیکھیں اللہ نے آپ کو نئی زندگی دے دی۔ چنانچہ اس لڑکے نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ لڑکی نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اللہ رب العزت نے دونوں کو بقیہ زندگی اسلام کے مطابق گزارنے کی توفیق دے دی۔ دل میں یقین تھا۔ آج اگر وہ یقین ہمارے پاس ہو تو دیکھیں کیسے برکتیں آئیں گی۔ قرآن مجید کے ساتھ محبت پیدا کر لیجئے۔ صحابہؓ کو سچی محبت تھی قرآن مجید کے ساتھ، اسی کی برکت سے وہ خشکی اور تری پر غالب آ گئے۔

دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

صحابہ کرامؓ کا محبت سے قرآن پڑھنا:

ابن کعب رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے ہیں نبی ﷺ تشریف لاتے ہیں فرماتے ہیں ابن کعب قرآن پڑھو۔ حیران ہو گئے اے اللہ کے نبی ﷺ قرآن آپ پر نازل ہوا میں آپ کے سامنے قرآن کی تلاوت کروں! تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہاں، سُوْرَۃُ الْبَیِّنَہ پڑھو۔

لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَھُمُ الْبَیِّنَۃُO

ترجمہ: اہل کتاب میں سے کافر اور مشرک لوگ باز آنے والے نہیں تھے

یہاں تک کہ ان کہ پاس کھلی دلیل آئے۔

اے اللہ کے نبی ﷺ میں آپ کے سامنے تلاوت کروں! نبی ﷺ نے جواب دیا اس جواب سے کعبؓ کو اندازہ ہوگیا کہ شاید اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے۔ آگے سے پوچھتے ہیں اے اللہ کے نبی ﷺ االلہ سمانی کیا اللہ رب العزت نے میرا نام لے کر کہا کہ ابن کعب سے کہو کہ قرآن پڑھے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ہاں اللہ نے تیرا نام لے کر فرمایا کہ ابن کعبؓ سے کہو کہ قرآن پڑھے۔ اے میرے حبیب ﷺ آپ بھی سنیں گے میں پروردگار بھی سنوں گا۔ کتنی محبت سے وہ پڑھتے تھے کہ جن سے قرآن پڑھنے کی فرمائش عرش سے آیا کرتی ہیں۔

ایک حدیث پاک میں آتا ہے جس کا مفہوم ہے کہ ایک صحابیؓ گھر پر قرآن پڑھ رہے ہیں آسمان سے فرشتے آگئے قرآن سننے کے لئے۔ وہ ان کو ستاروں کی طرح نظر آتے تھے۔ پھر صبح ہوئی نبی ﷺ نے بتایا کہ اگر تم قرآن پڑھتے رہتے تو آج مدینہ کے لوگ اپنی آنکھوں سے فرشتوں کو آتا ہوا دیکھ لیتے۔ اس لئے جن گھروں میں قرآن پڑھا جاتا ہے وہ آسمان والوں کیلئے ایسے چمکتے ہیں جس طرح زمین والوں کے لئے آسمان پر ستارے چمک رہے ہوتے ہیں تو قرآن مجید کے ساتھ ہم بھی سچی محبت پیدا کرلیں۔ ہمیں بھی یہ کتاب اللہ کی نظر میں مقبول بنادے گی۔

قرآن کے مقاصد:

﴿۱﴾...... بندوں کو ہدایت کاملہ مل جائے بس ہی روز کئی بار دعا کرتے ہیں۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ

ترجمہ: (اے اللہ) ہمیں سیدھا راستہ دیکھا

﴿۲﴾...... دوسرا مقصد غمزدوں کو تسلی مل جائے اور گرے ہوؤں کو کھڑا ہونے کی دعا اور دوا مل جائے۔

﴿۳﴾...... جو دنیا میں گرا پڑا ہوتا ہے۔ مصیبتوں میں پریشانیوں میں یہ قرآن ان کو کھڑا کرنے کا نسخہ ہے۔ یہ قرآن مجید بھیجا ہی اس لئے گیا ہے کہ اس کی محبت انسان کو کھڑا کر دیتی ہے۔

زندگی میں قرآن کی تاثیر کا طریقہ کار:

ایک واقعہ سنا کر بات مکمل کرتا ہوں ایک دیہاتی لڑکا تھا۔ اس کو راستے میں ایک کارتوس پڑا ہوا نظر آیا اس نے کبھی کارتوس دیکھا نہیں تھا۔ جیب میں رکھ لیا آگے جا کر پوچھا کسی بڑی عمر کے بندے سے کہ یہ کیا ہے؟ اس نے کہا او اللہ کے بندے! یہ بڑی خطرناک چیز ہے۔ کیا کرتی ہے؟ اس نے کہا کہ شیر کو لگ جائے تو شیر کو مار دے اور ہاتھی کو لگ جائے تو ہاتھی کو مار دے۔ یہ بڑی خطرناک چیز ہے۔ اس نے یہ کارتوس اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اللہ کی شان وہ نوجوان ایک دفعہ آ رہا تھا ایک کتے کا بچہ اس نوجوان کے پیچھے پڑ گیا یہ پہلے اس کو بھگاتا رہا لیکن وہ نہ بھاگا۔ اور یہ ڈر گیا۔ اب کتا پیچھے اور یہ آگے۔ اتنے میں اس کو خیال آیا کہ میرے پاس تو بڑی کارآمد چیز ہے۔ اس کو جیب سے نکالا اور کتے کو مارا۔ کتے نے مرنا تو کیا تھا اور الٹا اس پر چڑھ دوڑا۔ یہ بے چارا مشکل سے جان بچا کر آیا آگے اس کو وہی انکل مل گئے اور کہا کہ آپ نے تو مجھے misguide کیا۔ کیوں بھائی؟ وہ کیسے؟

آپ نے تو یہ کہا تھا کہ اتنی خطرناک چیز ہے کہ شیر کو مار دے ہاتھی کو مار دے، اس نے تو کتے کے بچے کو بھی نہیں مارا۔ وہ انکل ہنسنے لگا اور کہا کہ تم اس کو سمجھے ہی نہیں اس کارتوس کے اندر طاقت ہے مگر طاقت کو ظاہر کرنے کا طریقہ کار ہے۔ اس نے کہا کہ

طریقہ کار کیا ہے؟ کہا کہ ایک بندوق ہوتی ہے جب اس کارتوس کو اس کے اندر ڈال دیتے ہیں تو پھر اس کارتوس کی طاقت ظاہر ہوتی ہے۔ پھر اس کے سامنے شیر کی بجائے دو شیر ہوں تو بھی یہ کارتوس ان دونوں کے پرخچے اڑا دے۔ بالکل اسی طرح مثال قرآن کی ہے۔ جس طرح کارتوس کے طریقہ استعمال سے طاقت ظاہر ہوتی ہے اور یہ قرآن عظیم الشان اللہ کی طاقت کا کارتوس ہے لیکن اس کی طاقت کے ظاہر ہونے کا طریقہ کار ہے۔ یہ جو چھ فٹ کا جسم ہے اس کے اندر اگر قرآن کی طاقت کو بھر دیں تو اللہ تعالیٰ اس چھ فٹ کے جسم کو سر سے لے کر پاؤں تک سراپا قرآن بنا دیں گے۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

پھر ہم رات کے اندھیرے میں ہاتھ اٹھا کر اگر اللہ سے دعا مانگیں تو قرآن کی طاقت ظاہر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ پھر دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیتے ہیں۔ صحابہ تھوڑے سے تھے اللہ نے عزتیں دیں۔

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً م بِإِذْنِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِيْنَ

ترجمہ: بارہا بڑی جماعت پر چھوٹی جماعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے غالب ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

کتنی مرتبہ ایسا ہوا کہ اللہ نے ایک تھوڑی جماعت کو ایک کثیر جماعت پر غالب کر دیا کتنی بار ایسا ہوا اللہ نے چڑیوں سے باز مروا دئے اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔

زندگی میں عشق قرآن سے تاثیر قرآن پیدا ہوتی ہے:

آج ہم قرآن مجید کے ساتھ عشق و محبت کا وہ تعلق پیدا کریں۔ آج سے پہلے قرآن کی تلاوت میں جتنی سستی اور غفلت ہوئی اس سے سچی توبہ کریں اس کے بعد اس کو پڑھیں

سمجھیں اور زندگی میں عمل کریں کامیابیاں آپکے قدم چومیں گی۔ اللہ دنیا میں عزتیں دیں گے۔ اور آخرت میں بھی عزتیں دیں گے۔ جس طرح اللہ کے نبی ﷺ قیامت کے دن شفاعت فرمائیں گے۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے۔

اللہ کا قرآن بھی شفاعت کرے گا۔ اور اپنے پڑھنے والوں کو جنت میں لے کر جائے گا۔ اللہ فرمائیں گے او میرے پڑھنے والے بندے پڑھ قرآن اور جنت میں داخل ہو جا۔ تو ایک آیت پڑھے گا ایک درجہ بڑھے گا۔ جہاں اللہ کا قرآن مکمل ہو گا وہیں جنت میں تیرا مقام ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کی سچی محبت عطا فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام
تند و سبک سیر ہے گرچہ زمانے کی رو
عشق خود اک سیل ہے سیل کو لیتا ہے تھام
عشق کی تقویم میں عصرِ رواں کے سوا
اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام!
عشق دمِ جبرئیل، عشق دلِ مصطفیٰ ﷺ!
عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام!
عشق کے مضراب سے نغمہ تارِ حیات
عشق سے نورِ حیات عشق سے نارِ حیات

علامات قیامت

از افادات

حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہم

اقتباس

حیرت انگیز نشانیاں

بہت ساری روایتوں میں قربِ قیامت کی ایسی نشانیاں بتائی ہوئی ہیں کہ آج ہم ان کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔

مثال کے طور پر ایک وعظ میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مکہ مکرمہ کے پیٹ کو چیر کر راستے بنا دیے جائیں اور وہ عمارتیں پہاڑوں سے بھی اونچی ہو جائیں پھر تم قیامت کا انتظار کرنا۔ چنانچہ جو لوگ حج و عمرہ کے سفر کرتے ہیں وہ لوگ دیکھتے ہیں کہ پہاڑوں کو چیر کر ان کے اندر Tunnels سرنگیں بنا دی گئیں ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے پہاڑوں کو چیر کر یہ راستے بنا دیے گئے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے نگاہ نبوت ہزاروں سال پہلے اس منظر کو بنتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے۔ حالانکہ اس زمانہ میں ایسی نشانیوں کا بندے کے ذہن میں تصور بھی نہیں آسکتا تھا کہ پہاڑوں کو کھود کر اندر سے راستے بنا دیئے جائیں گے۔

(حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہم)

علامات قیامت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

وَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ○

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ○ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ○

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

قیامت کی نشانی:

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی ﷺ نے عصر کے بعد خطبہ دیا اور اس خطبہ کے اندر قیامت میں جتنے بھی پیش آنے والے واقعات تھے نشانیاں تھیں وہ سب بتلائیں کوئی ایک چیز بھی نہیں چھوڑی۔ جس نے یاد کیا اس نے یاد کر لیا اور جو بھول گیا اس نے بھلا دیا ان نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا

اِنَّ الدُّنْیَا حُلْوَۃٌ وَّخُضْرَۃٌ وَاِنَّ اللّٰہَ مُسْتَخْلِفُکُمْ فِیْھَا

ترجمہ: بے شک یہ دنیا میٹھی ہے سرسبز ہے۔ اور اللہ نے بے شک تم کو اپنے پہلوں کا اس میں جانشین بنایا ہے اور دیکھتے ہیں کہ تم کس طرح عمل کرتے ہو۔

قیامت کی آنکھوں دیکھی نشانیاں:

بہت ساری روایتوں میں قرب قیامت کی ایسی نشانیاں بتائی ہوئی ہیں کہ آج ہم ان کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔

مثال کے طور پر ایک وعظ میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مکہ مکرمہ کے پیٹ کو چیر کر راستے بنا دیے جائیں اور وہ عمارتیں پہاڑوں سے بھی اونچی ہو جائیں پھر تم قیامت کا انتظار کرنا۔ چنانچہ جو لوگ حج وعمرہ کے سفر کرتے ہیں وہ لوگ دیکھتے ہیں کہ پہاڑوں کو چیر کر ان کے اندر Tunnels سرنگیں بنا دی گئیں ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے پہاڑوں کو چیر کر یہ راستے بنا دئے گئے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے نگاہ نبوت ہزاروں سال پہلے اس منظر کو بنتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے۔ حالانکہ اس زمانہ میں ایسی نشانیوں کا بندے کے ذہن میں تصور بھی نہیں آسکتا تھا کہ پہاڑوں کو کھود کر اندر سے راستے بنا دیئے جائیں گے۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا!

”جب مکہ مکرمہ کے پیٹ کو چیر کر راستے بنا دیئے جائیں اور جب عمارتیں پہاڑوں کے برابر اونچی ہو جائیں“

اللہ اکبر! آپ جا کر دیکھیں حرم کے قریب جو ہوٹل بنے ہوئے ہیں وہ قریب کے پہاڑوں سے بھی زیادہ اونچے بنے ہوئے ہیں۔ جس زمانہ میں ایک منزلہ عمارت ہوتی تھی شاید ہی کوئی بندہ دوسری منزل بناتا ہو۔ مشینری نہیں تھی ٹیکنالوجی نہیں تھی۔ اس زمانہ میں یہ کہہ دینا کہ پہاڑوں سے اونچی عمارتیں بنائی جائیں گی۔ یہ فقط گمان وخیال کی بات نہیں بلکہ اللہ رب العزت کی طرف سے دیئے گئے علم کی بات ہے۔ آج ان نشانیوں کو ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ایک اور روایت میں آتا ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام بیٹھے ہوئے

تھے کہ زور کی آندھی آئی۔ حضرت عمرؓ نے جا کر امہات المومنین سے پوچھا کہ کہیں قیامت تو نہیں آ گئی۔ تو نبی ﷺ نے ان کو بتایا کہ قیامت کیسے آ سکتی ہے جبکہ اہل عراق کا کھانا پینا ابھی بند نہیں کیا گیا اور عرب کی سرزمین بھی سرسبز نہیں ہوئی تو دو نشانیاں بتائیں۔ ایک تو یہ معلوم ہوا کہ اہل عراق پر جب تک کھانا پینا بند نہیں کر دیا جائے گا۔ آپ نے پچھلے آٹھ دس سال میں کیا دیکھا کہ عراق پر ایسی پابندیاں لگیں کہ بھوکوں کو کھانا کھلانا تو دور کی بات بیماروں کو دوا بھی نہیں پہنچائی جا سکتی تھی۔ پوری دنیا تماشا دیکھ رہی تھی مگر کسی میں بھی ہمت نہ ہوئی کہ بھوکوں کو کھانا کھلا سکیں اور بیماروں کو دوا پہنچا سکیں۔

اور دوسری بات کہ عرب کی سرزمین سرسبز نہیں ہوئی۔ ایک زمانہ تھا کہ عرب کا زیادہ تر علاقہ خشک تھا پہاڑوں پر مشتمل تھا سبزہ نہیں تھا۔ اب تو ماشا اللہ وہاں پر زرعی انقلاب آ رہا ہے اور کچھ عرصہ سے سعودی عرب گندم کے معاملے میں خود کفیل ہو چکا ہے۔ بلکہ پچھلے دو تین سالوں سے اس نے پاکستان اور قریب کے ملکوں میں بطور امداد گندم روانہ کی۔ اس قسم کی بہت سی نشانیاں کتابوں میں ملتی ہیں۔

قیامت کی ارد گرد نظر آنے والی نشانیاں

چنانچہ چند نشانیاں مختصر یاد کر لیں۔

۱...... برے لوگ حکمران بن جائیں گے:

فرمایا کہ جب معاشرے کے سب سے برے لوگ حاکم بن جائیں گے اور آج دیکھیں جس کو ممبری ملی ہوئی ہے دنیا کے اندر وہ شریف انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ کیا کیا لڑائی جھگڑے مصیبتیں ہیں جن میں ممبر پڑے ہوئے ہیں۔ جو زیادہ اپنی طاقت دکھا سکتا ہے وہی ممبر بنتا ہے۔

۲......دیہاتی کوٹھیاں بنائیں گے:

جب دیہاتی لوگ شہروں میں آ کر بڑی بڑی کوٹھیاں بنائیں گے۔آج ہم دیکھیں تو کسی کے پاس آٹھ مربع زمین ہے کسی کے پاس دس مربع زمین ہے اور شہروں میں آ کر انہوں نے کوٹھیاں بنالیں۔نشانیاں پوری ہو رہی ہیں۔

۳......امانت کو غنیمت کا مال سمجھا جائے گا:

جب امانت کے مال کو غنیمت کا مال سمجھ لیں ۔آج آپ کسی کو کوئی چیز امانت رکھوائیں تین چار سال کے بعد کہے گا کہ یہ میرا مال ہے۔آج آپ کسی کے پاس امانت رکھوائیں وہ خیانت کرے گا۔امانت کو غنیمت کا مال سمجھیں گے۔حالت تو یہ ہے کہ گنے کی ٹرالی جارہی ہوتی ہے۔چھوٹے بڑے سب اس کے پیچھے لگے ہوتے ہیں۔مسلمانوں کا معاشرہ ہے اور یہ دل میں خیال نہیں آتا کہ یہ چوری ہے اور سینہ زوری ہے اور گنے کھینچ کر خوش ہو رہے ہوتے ہیں۔

۴......دوسروں کے شر سے بچنے کے لئے عزت کی جائے گی:

جب دوسروں کے شر سے بچنے کے لئے ان کی عزت کریں گے۔آج شاید ہی کوئی کسی کی عزت دل سے کرتا ہو۔آج عزت ہو رہی ہے ظاہر داری کے طور پر شر سے بچنے کے لئے ۔حق بات نہیں کہہ سکتے۔شر سے بچنے کے لئے دوسروں کا اکرام کرتے ہیں۔

۵......جب پہلے لوگوں پر لعنت کی جائے گی:

جب لوگ اپنے سے پہلے لوگوں پر لعنت بھیجیں گے۔ان کو برا کہیں گے۔آج آپ

دیکھ سکتے ہیں کہ لوگ اپنے سے پہلے والے لوگوں پر تبرا کرتے ہیں اور ذرا نہیں شرماتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔

۶...... جب بیوی کو ماں پر ترجیح دی جائے گی:

جب ماں کی بجائے بیوی کی فرمانبرداری کی جانے لگے گی۔ شریعت نے تو کہا کہ ماں کی بات مانو آج ماں کو چھوڑ کر بیوی کی بات کو آگے رکھا جاتا ہے۔

۷...... جب دوست کو باپ پر ترجیح دی جائے گی:

جب باپ کی بجائے دوست کی بات مانی جانے لگے گی۔ آج وہ وقت آچکا کہ آج کا بچہ اپنے باپ سے ایسے نفرت کرتا ہے جیسے کوئی پاپ سے نفرت کرتا ہے۔ دوست کو اپنا بجن سمجھتا ہے حالانکہ وہ عمر میں چھوٹا ہوتا ہے۔ نا تجربہ کار بھی ہوتا ہے اسی کو اپنا یار سمجھتا ہے۔ اسی سے مشورہ لے گا اور اپنے نیک اور دین دار باپ کو اپنا دشمن سمجھے گا۔

۸...... جب بیٹی ماں کو حکم دے گی:

جب ماں اپنی مالکہ کو جنم دے۔ یعنی بیٹی اپنی ماں کو حکم دے اور یہ نشانی بھی آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں ہمارے ہاں ایک صاحبہ کی حکومت تھی تو ماں غریب تھی اور بیٹی بڑی حاکمہ تھی۔ بیٹی اپنی ماں پر حاکمہ تھی ہم نے اپنی آنکھوں سے ایسے ہوتے ہوئے دیکھا۔

۹...... جب علماء اپنا ثانی نہ چھوڑیں گے:

جب علماءؒ اپنا ثانی نہ چھوڑیں یعنی ایسے جیسے اگر کوئی عالم اس دنیا سے جائے اس جیسا کوئی دوسرا نظر نہ آئے۔ یا اپنے جیسا نہ چھوڑے۔

۱۰...... جب زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے

جب لوگ زکوٰۃ کو تاوان سمجھنے لگیں۔ زکوٰۃ میں اللہ تعالیٰ نے غریبوں کا حق مقرر کیا۔ مگر امیروں کو زکوٰۃ بوجھ نظر آتی ہے۔

۱۱...... جب عریانی اور فحاشی عام ہو جائے گی:

جب عریانی فحاشی اور موسیقی عام ہو جائے۔ اور اس بات کے تو کیا ہی کہنے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے اس ٹی وی کی وبا سے اور Internet کے جال سے کیونکہ ان میں اکثر عریانی اور فحاشی کی چیزیں ہوتی ہیں۔ اس لئے یہ عاجز Internet کو Enternet کہتا ہے۔ یعنی Enter to net جال میں داخل ہو جاؤ۔ نوے سال کے بوڑھے بھی Internet پر بیٹھ کر گندی سکرین دیکھتے ہیں گندی فلمیں دیکھتے ہیں۔ ایسا بھی ہوا ایک کمرے میں ماں انٹرنیٹ پر بیٹھی ہے اور دوسرے کمرے میں بیٹا انٹرنیٹ پر بیٹھا ہے۔ دونوں آپس میں پیار ومحبت کی باتیں کرتے ہیں اور اخیر میں جا کر پتہ چلتا ہے کہ وہ ماں اور بیٹا تھے۔

۱۲...... جب ہر کام کے ساتھ مغنیہ گانا گائے گی:

جب ہر کام کے قریب مغنیہ گانے لگ جائیں۔ ہم سوچتے تھے کہ ٹیپ ریکارڈر نے یہ کمی پوری کر دی مگر نہیں آج تو مصیبت ہی اور ہے۔ آپ نے اپنے بزنس کیلئے کام کے لئے ٹیلی فون رکھا ہے۔ گھنٹی بجاؤ آگے سے آپ کو گانے کی آواز آئے گی۔ آج جو نئے سیٹ رکھے ہیں ان میں ویسے ہی ٹی وی گانوں کی tones ہیں دوسری tones ہے ہی نہیں۔ ہم نے طواف کے دوران دیکھا کہ ایک نوجوان کی کال آئی اور اس کی ٹون پر انڈیا کی ایک گلوکارہ کی آواز آرہی تھی۔

۱۳...... قرآن کا حلق سے نیچے نہ اترنا:

جب قرآن مجید پڑھنے والوں کا قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے۔ بڑا بنا سنوار کر پڑھیں گے دل پر اس کا کوئی اثر نہیں پہنچے گا۔ تراویح میں پورا پورا قرآن سن جاتے ہیں مگر دل پر اثر نہیں ہوتا اور آنکھوں سے آنسو نہیں بہتے۔

۱۴...... جب مساجد میں شور وغل ہونے لگے:

جب مساجد میں شور وغل عام ہو جائے اسلام کا نام رہ جائے اور قرآن کا نشان رہ جائے اس وقت زلزلوں کا آنا، آندھیوں کا چلنا یہ عام ہو جائے گا۔ کتنا عرصہ پہلے یہ نشانیاں بتائی گئی اور آج ہم ان نشانیوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے پورا ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔

۱۵...... پوری دنیا میں افراتفری کا عالم ہوگا:

فرمایا پوری دنیا میں افراتفری کا عالم ہوگا دین دار لوگوں کو چن چن کر مارا جائے گا۔ یہ قیامت کی نشانیاں ہیں جو پوری ہوگئی ہیں۔

۱۶...... جرم بتائے بغیر مارا جائے گا:

مرنے والے کو اس کے جرم بتائے بغیر مارا جائے گا۔ ایک آدمی کو مارا جائے گا لیکن اس کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ کس جرم کی بنا پر اس کو مارا جا رہا ہے۔ وہ نماز پڑھنے مسجد میں آئیں گے اور لاشیں واپس جا رہی ہوں گی۔

موجودہ زمانے کی نشانیاں

اور اس وقت میں چند نشانیاں اور بھی ہیں جو شاید ہمارے موجودہ حالات سے بہت

قرب رکھتی ہیں۔

۱......ملک عرب کا بادشاہ مرے گا اور جانشینوں میں لڑائی ہوگی

ایک نشانی فرمائی کہ ملک عرب کا بادشاہ مرے گا اور جانشینوں میں لڑائی ہوگی ہم نے دیکھا کچھ عرصہ پہلے ایک ملک عرب کا بادشاہ دنیا سے رخصت ہوگیا دوسرے نے ملک سنبھال لیا۔

۲......سورج اور چاند کو گرہن لگے گا:

پھر جب رمضان آئے گا اس کی پہلی کو سورج گرہن لگے گا اور یہ بات بھی پوری ہوگئی۔ اس رمضان کی پہلی میں سورج گرہن لگا اور پندرہ کو چاند گرہن لگا۔ وہ بھی سائنسدانوں نے پیشنگوئی کر دی کہ پندرہ کو چاند گرہن لگ رہا ہے۔

۳......ایک آواز پوری دنیا میں سنی جائے گی:

فرمایا اس دوران ایک آواز برآمد ہوگی جو پوری دنیا میں سنی جائے گی۔ اب اس کی ایک تفصیل تو یہ ہوسکتی ہے کہ ظاہر آواز ہو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر زلزلہ آئے تو اس کی آواز پوری دنیا سن لے۔ تو فرمایا یہ نشانیاں جب ظاہر ہونے لگیں تو سمجھ لینا کہ اب قیامت بہت قریب ہے۔

دنیا کی شدید محبت قیامت کی علامت ہے:

قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ دنیا سے شدید محبت ہوگی حضور ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ وَّخُضْرَةٌ

ترجمہ: بیشک دنیا بڑی میٹھی اور بڑی سرسبز ہے۔

دو لفظ نبی ﷺ نے فرمائے مگر پوری بات کہہ دی۔ سمندر کو کوزے میں بند کر دیا۔ یہ دنیا بڑی میٹھی ہے بندے کا دل نہیں بھرتا۔ بوڑھا بھی ہو جائے تو جوان بننے کو دل کرتا ہے مرنے کو دل نہیں کرتا۔ ایسا دنیا کا چسکا ہے کہ اگر ایک شادی ہو گئی تو کہے گا نہیں دوسری شادی کرنی ہے۔

ایک دفعہ اصلاح کے لئے اس عاجز کے دل سے نکل گیا کہ ننانوے فیصد مردوں کے دل میں دوسری شادی کی تمنا ہوتی ہے۔ بعد میں کچھ لوگوں نے آکر کہا حضرت سو فیصد درست کہا جو کنوارے ہیں وہ پہلی شادی کے بارے میں سوچ رہے ہوتے ہیں اور جن کی شادی ہو چکی۔ وہ دوسری شادی کے بارے میں سوچ رہے ہوتے ہیں۔ بیٹے کا نکاح ہو رہا ہوتا ہے اور باپ کا دل کرتا ہے کہ کاش میں بھی ایک نکاح اور کر لوں کتنی میٹھی ہے یہ دنیا!

ان تمناؤوں کی کوئی حد نہیں ایسی میٹھی ہے یہ دنیا کہ دل کرتا ہے اس سے لطف اٹھاتا ہی چلا جائے یہ اتنی سرسبز ہے۔ فرمایا کہ جس طرح ہر سرسبز منظر کو دیکھنے کو دل چاہتا ہے دنیا کا بھی یہی حال ہے ذرا باہر چار دیواری سے نکلو تو آنکھیں نیچے ہی نہیں ہوتیں۔ شکلیں دیکھنے کو دل کرے گا۔ کپڑے دیکھنے کو دل کرے گا۔ دکانیں دیکھنے کو دل کرے گا۔ مکان دیکھنے کو دل کرے گا۔ آج کے دور کی ایک نئی مصیبت آنکھیں نیچے ہوتی ہی نہیں۔ کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔

پہلوں کے جانشین:

ارشاد فرمایا اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے تم کو اگلوں کا جانشین بنایا۔

تمہارے دادا پردادا وہ اس دنیا سے زندگی گزار گئے آج تم اس کے جانشین ہو۔ یہ زمینیں کبھی تمہارے دادا کے پاس تھیں آج تمہارے پاس ہیں یہ مکان کبھی تمہارے دادا

کے پاس تھے آج تمہارے پاس ہیں یہ فیکٹریاں اور کاروبار وہ چلاتے تھے آج تم چلا رہے ہو تم اپنے بڑوں کے نائب بنے۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو کس لئے بنایا؟

لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ: یہ دیکھنے کے لئے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

تم کو نائب اس لئے نہیں بنایا کہ تم مزے اڑاؤ بلکہ اب تم کیسی زندگی گزارتے ہو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکرادا کرتے ہو یا اسی زندگی میں دنیا کی نعمتوں پر فریفتہ ہو کر بیٹھ جاتے ہو۔

دنیا کے مزے اڑانے والے غافل انسان اور اللہ تعالی کی نعمتوں کا شکرادا کرنے والے انسان کی مثال اس حدیث میں بیان کی گئی ہے۔

"بارش ہو اور خوب کھیتی ہو جائے سرسبز گھاس ہو ہر طرف سبزہ ہو۔ دو جانور ہیں۔ ایک جانور کھانے لگتا ہے کہ کھا کھا کر اتنا کھاتا ہے کہ بدہضمی ہو جاتی ہے بیمار ہو جاتا ہے۔ دوسرا جانور جو سمجھتا ہے کہ سبزہ تو سب طرف بہت ہے مگر وہ بقدر ضرورت کھاتا ہے پھر بیٹھتا ہے جگالی کرتا ہے پھر کھاتا ہے۔ بیٹھتا ہے اور جگالی کرتا ہے۔ تو فرمایا

پہلا بیمار ہو گیا اور دوسرا صحت مند ہو گیا"

دنیا کی ہوس:

تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو دنیا کے پیچھے بھاگ رہے ہیں دنیا سے دل نہیں بھرتا جتنا مل رہا ہے اور زیادہ لینے کی تمنا اور پانے کی تمنا ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ ایک گھر میں جتنے بھی فرد ہیں۔ سب کے سب نوکری کر رہے ہیں پھر بھی ان کے دل اس سے بھرتے نہیں۔ ایسی ہوس دل میں آ گئی کہ قناعت بالکل نہیں ہے

چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کسی کو ایک جنگل سونے کا دے دیں تو اس کے دل میں تمنا ہو گی کہ ایک اور جنگل سونے کا ہوتا۔ اور فرمایا کہ ایک جنگل اور دے

دیتا تو وہ تمنا کرتا کہ جنگل کے بنانے والا بھی میں ہوتا انسان کے پیٹ کو فقط قبر کی مٹی بھرتی ہے۔اور کوئی چیز نہیں بھرتی

جس بندے کو بھی دیکھو وہ اپنی جنت بسانے میں لگا ہوا ہے۔ جنت بنانے سے کیا مراد؟ گھر ایسا خوبصورت ہو، بیوی اتنی پیاری ہو اولا د ایسی ہو، گاڑی ایسی ہو کاروبار ایسا ہو، من پسند چیزوں کی تمنا کے بارے میں لگا ہوا ہے اور by hook or by crook (ہر جائز ناجائز طریقے سے) مال سمیٹ کر اپنی آرزوؤں کو پورا کرنے کے بارے میں سوچ رہا ہے۔

آج کے دور کی سب سے بڑی بیماری دنیا پرستی ہے۔اسی لئے ہمارے مشائخ نے کہا کہ دنیا جادوگرنی ہے۔ چنانچہ دو فرشتے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھیجے تھے آزمائش کے طور پر۔ وہ جادو لے کر آئے تھے۔انہیں جادو کا علم دیا گیا تھا اور لوگ ان سے جادو سیکھ کر میاں بیوی میں جدائی کر دیتے تھے۔

مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ

ترجمہ: جس کے ذریعے وہ میاں بیوی میں جدائی ڈالتے تھے۔

اس جادو کے ذریعے سے وہ خاوند اور بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتے تھے تو انہوں نے جادو کے زور سے خاوند اور بیوی کے درمیان جدائی ڈالی لیکن یہ دنیا کا جادو جس پر چل جاتا ہے تو پھر یہ بندے اور پروردگار کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے یہ دنیا بڑی جادوگرنی ہے۔

مال اور وبال:

اسی لئے مال کا زیادہ آنا یہ خوشی کی بات نہیں ہوتی بلکہ مال جب آتا ہے تو وہ اپنے ساتھ وبال لے کر آتا ہے۔توجہ سے بات سنئے گا۔ جب مال آتا ہے تو وہ اپنے ساتھ وبال

لے کر آتا ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا میری امت کے غریب لوگ میری امت کے امیر لوگوں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ یہ مال حلال بھی ہے نیکی پر بھی خرچ ہو رہا ہے لیکن حساب تو دینا پڑے گا۔ آج کی سب سے بڑی مصیبت مال کی محبت ہے۔ اکثر لوگوں کی یہ حسرت ہوتی ہے

یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ

ترجمہ: اے ہمارے رب کاش کہ ہمارے پاس اتنا ہوتا جتنا قارون کے پاس ہے۔

تو قارون کے مال کا کیا انجام ہوا وہ بالآخر اپنے خزانوں کے ساتھ اس زمین میں دھنسا دیا گیا۔

قابل عبرت واقعہ:

ہمارے ایک واقف ہیں ان کی اپنی نوکری تائیوان میں ہے ان کی بیوی کی نوکری اسلام آباد میں ہے ان کی بیٹی جرمنی میں پڑھ رہی ہے اور بیٹا امریکہ میں پڑھ رہا ہے۔ گھر کے چار افراد ہیں اور چاروں الگ الگ نوکریاں کر رہے ہیں۔ کئی سالوں کے بعد ایک دوسرے سے ملنے کی توفیق ملتی ہے وہ بھی ایک ہفتہ کے لئے ملتے ہیں پھر الگ ہو جاتے ہیں۔ کیا دنیا کا نقشہ ہے۔ گھر کے چار افراد ہیں لیکن اکٹھے نہیں ہو رہے۔ حالانکہ اس گھر کے باپ کی تنخواہ اتنی ہے کہ وہ چالیس گھروں کو پال سکتا ہے۔ اتنی تنخواہ ہے۔ بیوی کی تنخواہ اتنی ہے کہ کم از کم بیس گھرانوں کو پال سکتی ہے۔

دنیا پرستی کی حقیقت:

یہ دنیا پرستی بہت بری بیماری ہے اس لئے دنیا کے بارے میں تین باتیں یاد رکھنا!

ا...... آنکھوں کو بھاتی ہے اچھی لگتی ہے اس سے کسی کا جی نہیں بھرتا اور اس کو چھوڑنے

کو دل نہیں کرتا۔ ہمارے ایک صاحب تھے کہنے لگے ہمارے ایک دادا جان ہیں وہ نماز نہیں پڑھتے عمر ۸۵ برس ہو گئی ہے۔ آپ ان کو کوئی نصیحت کر دیں ہم نے کچھ نماز کے متعلق بات چیت شروع کی۔ آپ فارغ ہیں اللہ نے آپ کو زندگی دی آپ کے بچے بھی ہیں آپ نماز پڑھ لیا کریں تو وہ اپنے گھٹنے پکڑ کر کہنے لگے کہ اس کے اندر درد ہے بس اگر یہ ختم ہو جائے تو پھر میں نماز پڑھ لیا کروں گا۔ یعنی ۸۵ سال کی عمر میں ابھی اس انتظار میں ہیں کہ پہلے درد ختم ہو پھر میں نماز پڑھوں گا۔

یہ دنیا بندے اور اس کے پروردگار کے درمیان جدائی ڈال دیتی ہے حتیٰ کہ نماز پڑھنے کی بھی فرصت نہیں ملتی۔

اے میرے دوست! دنیا میں کوئی چیز تم سے جدا ہو جائے اس کا بدل موجود ہے لیکن اے میرے دوست اگر اللہ جدا ہو جائے تو اس کا بدل کوئی موجود نہیں ہے۔ اس لئے دنیا کو خوبصورت سانپ کہا گیا! خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ دنیا سانپ کی طرح اپنے اندر زہر رکھتی ہے مگر ظاہر میں سانپ کی طرح بڑی رنگ برنگی اور سجی ہوئی ہے۔

تو دنیا کی سجاوٹ پہ نہ جا
یہ منقش سانپ ہے ڈس جائے گا

دنیا کی محبت سے بچنے کا گر:

سانپ ڈس لیتا ہے اور دنیا بھی ڈس لیتی ہے۔ سانپ کا اثر پورے جسم میں پھیل کر اس کو بے جان بنا دیتا ہے۔ دنیا کی محبت پورے جسم میں رچ بس کر انسان کو روحانی طور پر بے جان بنا دیتی ہے۔

ہم نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کو سانپ کا منتر آتا ہے۔ ان کو معلوم ہوتا ہے وہ اس کے دانتوں کو نکال لیتے ہیں۔ پھر سانپ ان کو ڈستا نہیں ان کو سپیرے کہتے ہیں۔ وہ سانپ کو

اپنی پوٹلیوں میں لئے پھرتے ہیں۔ گلے میں ڈال لیتے ہیں ہاتھ میں پکڑ لیتے ہیں لیکن سانپ ان کو کچھ نہیں کہتا۔ اسی طرح اللہ والے دنیا کی محبت کو دل سے نکال لینا سیکھ لیتے ہیں اس لئے دنیا ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کی صحبت میں رہ کر اس دنیا کا منتر سیکھ لیا تھا۔ اسی لئے ان کے سامنے سونے چاندی کے خزانے ہوتے تھے اور وہ تہجد پڑھ کر فرماتے تھے۔

اے سونے اے چاندی میرے غیر کو دھوکا دے میں دھوکے میں آنے والا نہیں۔

چنانچہ عوام الناس کے نزدیک صحابہؓ کی بڑی کرامت یہ ہے کہ انہوں نے ایک جگہ پر دریا میں گھوڑے ڈال دیئے اور ان کے گھوڑے صحیح سلامت نکل گئے۔ لیکن اہل علم حضرات کے نزدیک صحابہ کرامؓ کی بڑی کرامت یہ ہے کہ جب فتوحات کا دور چلا اور فارس وروم کے خزانے ان کے قدموں میں ڈالے گئے سونے چاندی کے ڈھیر ان کے سامنے ہوتے تھے۔ ان کے سامنے دنیا کے دریا بہائے گئے اور وہ اس دریا میں سے اس دنیا میں سے اپنے ایمان کو سلامت لے گئے۔ یہ ان کی بڑی کرامت ہے۔

کمانا کب فرض ہے:

آج کیا کہتے ہیں کہ جی کمانا بھی تو فرض ہے جب بھی ان سے بات کی جائے تو فوراً کہیں گے کہ کمانا بھی تو فرض ہے ناں! بھئی فرض تو ہے لیکن کیا اس کے پیچھے اپنے خدا کو چھوڑ دیں باقی اعمال کا کوئی خیال نہیں کرنا بلکہ ایک کتاب میں پڑھا کہ مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ تبلیغی اجتماع کے ایک موقع پر فرمانے لگے۔

" لوگ کہتے ہیں کہ دنیا کمانا فرض ہے اور میں کہتا ہوں کہ ان دنیا داروں کے لئے دنیا کمانا حرام ہے۔ پھر اس کی دلیل دی کہ تمہیں ابھی حرام وحلال کا پتہ نہیں جائز وناجائز کے مسائل کا پتہ نہیں اس لاعلمی میں ان کیلئے دنیا کمانا فرض نہیں بلکہ حرام ہے۔ پہلے دین

سیکھو پھر دنیا میں ہاتھ ڈالنا''۔

دنیا کی منزلیں اور انسان

اس دنیا میں انسان کی کئی منزلیں ہیں۔ ذرا توجہ سے سنئے گا۔

ا......پہلی منزل ماں کا پیٹ

بچہ پیدا ہوتا ہے ۹ مہینہ ماں کے پیٹ میں رہتا ہے اتنی کم جگہ میں وہ اپنا وقت گزارتا ہے یہ اس کی زندگی کا پہلا دور ہے۔ چنانچہ آپ کو سونوگرافی کے ذریعے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اٹھارہ ہفتے کے بعد ہر بچے کے اندر شعور آ جاتا ہے۔ اور وہ ہونے والے باہر کے حالات کا اثر لینا شروع کر دیتا ہے۔ اس کا دماغ اثر لینا شروع کر دیتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ماں کی گود بچہ کا پہلا مدرسہ ہے۔ نہیں ماں کا پیٹ بچہ کا پہلا مدرسہ ہے اسی لئے ہمارے بڑے اپنی بیویوں کو حکم دیتے تھے کہ حاملہ ہونے کی صورت میں کوئی مشتبہ لقمہ پیٹ کے اندر نہ جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا بھی اثر بچہ پر پڑ جائے۔ وہاں ماں کے پیٹ میں بچہ کی خوراک گندا خون ہوتا ہے اور وہ رحم میں ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں چاروں طرف اس کے گرد پیشاب و گندا پانی ہوتا ہے۔ اگر بچہ پانی کے اندر float نہ کر رہا ہو تیر نہ رہا ہو تو ماں اٹھ اور بیٹھ نہ سکے اور اگر ایسا کرتی تو بچہ کو نقصان ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے بچے کو پانی کے اندر ایسا کر دیا جیسے کوئی چیز تیر رہی ہوتی ہے۔

اب سوچیں جو بچہ پیشاب میں ڈوبا ہوا ہے اور غذا اس کی حیض کا خون ہے لیکن جب وہ بچہ اس دنیا سے باہر آتا ہے اور آتے ہی رونے لگ جاتا ہے وہ اپنی اس دنیا کو اصل سمجھ رہا تھا اور اگلے مرحلہ میں آنے کے لئے اس کو تکلیف ہو رہی ہوتی ہے۔ وہ چاہ رہا تھا کہ مجھے وہیں رہنے دیا جاتا مجھے کیوں اس دنیا میں لایا جا رہا ہے۔ حالانکہ ماں کے پیٹ کی

خوراک اور رہائش کو سوچیں تو انسان حیران ہوتا ہے۔

۲......دوسری منزل زمین آسمان کا پیٹ:

جب یہ دوسرے مرحلے میں آگیا تو یہ زمین اور آسمان کا پیٹ اس کا دوسرا مرحلہ ہے۔ یہاں پر ہم دال ساگ کھاتے ہیں پانی پیتے ہیں پھر یہ چیزیں اچھی لگتی ہیں اور اس پر ہم فریفتہ ہیں اور ہم آگے کے بارے میں کچھ سوچتے ہی نہیں۔ پھر وہی ہماری مثال جو بچے کی ہے کہ وہ ماں کے پیٹ کو اپنی اصل جگہ سمجھ رہا ہے اور اگلی دنیا میں آنے پر رو رہا ہے اور بندے کی طبیعت بھی یہاں پر ایسی ہی ہے کہ اس کی آرزوئیں اور تمنائیں یہاں پر ایسی ہیں کہ جب وہ آگے جائے گا تو ان آرزوؤں پر اس کو شرم آئے گی۔

چنانچہ ایک بڑے شاعر ہیں ان کا بیٹا جوان ہو گیا انہوں نے اس بیٹے کی خوشی میں دعوت کی اور اس دعوت میں اس کے سب دوستوں کو بلایا جب بھری دعوت کا وقت تھا تو اس وقت بھری دعوت میں بیٹے کو ایک عجیب کھلونا پیش کیا۔ اور لوگوں کے سامنے کہا میں اپنے بچے کو یہ کھلونا پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جب ایک باپ اپنے بیٹے کو سب کے سامنے ایسا مضحکہ خیز کھلونا پیش کرے تو سب مذاق اڑائیں گے۔ چنانچہ سب خوب ہنسے۔ جب گھر واپس آئے تو بیٹے نے کہا کہ ابو آج تو آپ نے سب کے سامنے مجھے رسوا کر دیا۔ کوئی گفٹ دینا تھا میرے حساب کا دیتے۔ یہ کیا دیا۔ انہوں نے کہا کہ بیٹے میں نے تم کو یہ نصیحت کی تھی۔ ابو یہ کیا نصیحت ہے فرمایا بیٹے جب تو چھوٹا تھا بچہ تھا تو نے ضد کی تھی کہ ابو مجھے یہ والا کھلونا چاہیے اس وقت مجھے وہ کھلونا نہیں ملا تو تم نے مجھ سے بولنا بند کر دیا تھا۔ اتنا غصہ تھا کہ بولا ہی نہیں اور آج میں نے تمہارے دوستوں کے سامنے جب یہ کھلونا پیش کیا تو تو بھی ہنسا اور تمہارے دوست بھی ہنسے اور تو پریشان ہو گیا۔ تو آج میں یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ بچے جس تمنا پر تو مجھ سے تین دن نہیں بولا آج جب جوانی میں یہ کھلونا

تمہارے سامنے پیش کیا تم کونسی آئی تھی میں تم کو سمجھانا چاہتا تھا کہ بیٹے اس دنیا میں اپنی کوئی تمنا ایسی نہ بنانا کہ کل قیامت والے دن جب تمہاری تمنا پوری دنیا کے سامنے پیش ہو اور پوری دنیا تمہارا مذاق اڑائے۔ دنیا میں یہ تمہاری تمنائیں تھیں یہ تمہاری سوچیں تھیں تم ان کے اندر ہر وقت پڑے رہتے تھے میرے بیٹے اتنے بڑے مجمع میں اپنا مذاق نہ اڑانا۔ پہلے وقتوں میں باپ اپنے بیٹوں کو کتنی اچھی نصیحتیں فرماتے تھے۔

حدیث پاک کا مفہوم ہے

''جنت میں اللہ تعالیٰ جنتیوں کو ایسی غذائیں دے گا کہ جب جنتی لوگ ان غذاؤں کو کھائیں گے تو وہ دنیا کی غذا کا تصور کر کے ان کو ایسا برا لگے گا جیسے کوئی گندگی کا تصور کر کے برا لگے۔ مثلاً اگر آج بچے کہیں کہ تم ماں کے پیٹ کے اندر پیشاب میں ڈوبا ہوا ہوتا تھا تو کتنی کراہیت ہوتی ہے جیسے آج پہلے والی چیزوں کو سوچ کر کراہیت ہوتی ہے۔ ایسے ہی جنت میں انسان کو دنیا کی چیزوں کو سوچ کر کراہیت ہوگی۔ اور حالت یہ ہے کہ ہم آج اس پر مٹے جا رہے ہیں اور اس کو پانے کے لئے ہم آج حکم خدا کو توڑے جا رہے ہیں۔

۳......تیسری منزل قبر کا پیٹ:

پھر زمین و آسمان کے پیٹ سے نکل کر ہم قبر کے پیٹ میں جائیں گے۔ قبر کے پیٹ کے تقاضے کیا ہیں ہم نہیں جانتے وہاں فقط تین باتیں پوچھی جائیں گی۔

۱۔ من ربک (آپ کا رب کون ہے)

۲۔ ما دینک (آپ کا دین کیا ہے)

۳۔ من نبیک (آپ کا نبی کون ہے)

جس انسان نے جواب دیا وہ کامیاب اور جس نے نہ دیا وہ ناکام۔ گورا ہو کالا ہو پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ ہو۔ کرسی والا ہو ممبری والا ہو سب سے یہی سوال پوچھے جائیں گے

جو جواب دے دے گا وہ کامیاب ہوگا۔

آج دنیا میں رہتے ہوئے جب ہمیں آخرت کے بارے میں سمجھایا جاتا ہے اور ہمیں بات سمجھ نہیں آتی لیکن جب ہم خود سب کچھ آخرت میں دیکھیں گے تو تب ہم کو سمجھ آئے گی۔

ذرا مثال سے بات جلدی سمجھ آجائے گی۔ مرغی کا ایک انڈا ہے اس انڈے کے اندر مرغی کا ایک بچہ ہے اب اگر اس بچہ کو جا کر کوئی بتائے کہ تم ایک ایسی دنیا کے اندر جانے والے ہو جہاں چھ فٹ کا انسان ہوگا اونچے اونچے پہاڑ ہونگے درخت ہونگے آسمان ہوگا۔ سورج چاند ستارے ہوں گے۔ اگر وہ بچہ یہ کہے کہ اچھا میں دیکھتا ہوں کہ یہ سب چیزیں کہاں ہیں۔ کیا مرغی کے بچے کو یہ سب چیزیں نظر آسکتی ہیں۔ نہیں نظر آسکتی۔ یہ ممکن نہیں کہ وہ اتنے چھ فٹ انسان کو دیکھ سکے لیکن اگر وہ مرغی کا بچہ انڈے کے خول سے باہر آئے گا تو اپنی آنکھوں کے ساتھ اس نظارے کو دیکھ لے گا بالکل اسی طرح اس دنیا میں رہتے ہوئے ہمیں آخرت کے نظارے نظر نہیں آئیں گے۔ جنت ہوگی دوزخ ہوگی۔ میزان ہوگا اللہ کے سامنے حاضری ہوگی۔ سب کچھ ہوگا لیکن ہمیں کچھ سمجھ نہیں آرہا۔ ہم کہتے ہیں کہ کیسے ہوگا! ہم عجیب باتیں کہتے پھرتے ہیں اور بڑے خوبصورت الفاظ میں آخرت کا انکار کرتے پھرتے ہیں۔

اے جہاں مٹھا تے اگلا کیں ڈٹھا

ترجمہ: یہ جہان میٹھا ہے اور اگلا کس نے دیکھا ہے۔

آج یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ کیا ہمیں آخرت کو دیکھ کر یقین آئے گا۔ ایمان بالغیب تو یہی ہے کہ بغیر دیکھے یقین رکھا جائے۔ لیکن جیسے ہی اس جہاں سے آنکھ بند ہوگی اس وقت آنکھ کھل جائے گی۔ ظاہر کی آنکھ جب بند ہوگی باطن کی آنکھ کھل جائے گی پھر انسان

اپنی آنکھ سے دیکھے گا اور کہے گا۔ کاش میں نے دنیا میں آخرت کی تیاری کر لی ہوتی!

اب ایک اور مثال سنئے!

دریا میں ایک مچھلی تیر رہی ہے اس نے گوشت کی ایک بوٹی دیکھی اس کا جی چاہ رہا ہے کہ میں اس کو کھا لوں ایک بڑی مچھلی نے اسے سمجھایا دیکھو اس بوٹی کے ساتھ ایک کنڈی ہے اور اس کنڈی کے ساتھ ایک تار ہے جو ایک شکاری کے ہاتھ میں ہے جیسے ہی تم یہ بوٹی کھانے لگو گی تو یہ تمہارے حلق میں پھنس جائے گی یہ کانٹا پھنس جائے گا۔ شکاری تمہیں لے جائے گا گھر میں جائے گا پکائے گا آگ پر پھر تم کو کھائے گا۔ تم اس سے باز آ جاؤ۔ تم اس کے قریب نہ جاؤ اگر وہ مچھلی کہے، اچھا میں دیکھتی ہوں کہ وہ شکاری کہاں ہے شکاری کی بیوی کہاں ہے۔ وہ پورے دریا کا چکر لگائے تو اس کو وہ شکاری نظر آئے گا چولہا نظر آئے گا کچھ نظر نہیں آئیگا۔ فقط ماننے کا سوال ہے۔ اگر مان لے گی تو بچ جائے گی لیکن اگر نہ مانا جیسے ہی بوٹی نظر آئی اور کنڈی اس کے حلق میں پھنس جائے گی۔ شکاری نے کھینچنا ہے پھر وہ شکاری کو بھی دیکھ لے گی اس کی بیوی کو بھی دیکھ لے گی اس کے ٹکڑے کئے جائیں گے اس کو مرچیں بھی لگائی جائیں گی اس کو پکایا بھی جائے گا دسترخوان بھی لگایا جائے گا۔ لوگ بتیس دانتوں کے اندر اس کو چبائیں گے وہ سارا معاملہ خود دیکھ لے گی۔ ہمارا حال یہی ہے۔ آج ہمیں اہل اللہ اس وعدے کو کھول کھول کر بتا رہے ہیں لوگو! آخرت کے تقاضے یہ ہیں ہمیں بات سمجھ نہیں آرہی ہم لگے ہوئے ہیں دنیا کے پیچھے۔ اس کو دھوکہ دو پیسے لے لو اس کو تم اس طرح بیوقوف بناؤ اس کا یہ کرو اس کا وہ کرو۔ اپنی آخرت کو برباد کرنے کے بارے میں لگے ہوئے ہیں اور پتہ اتنا نہیں کہ چند منٹ کے بعد کیا ہوگا۔

قابل نصیحت واقعہ:

اب جو زلزلہ آیا کیا لوگوں کو پتا تھا کہ چند منٹ کے بعد ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہوگا۔

کسی کو بھی پتہ نہیں تھا کتنے گھرانے ایسے ہیں کہ جس میں سے صرف ایک فرد بچا باقی سارے کے سارے دنیا سے چل بسے۔

ہمارے ایک دوست عالم ہیں ان کے اپنے برادری کے بندوں میں سے تین سو لوگ فوت ہو گئے۔ جس برادری میں ایک بندہ فوت ہوتا ہے تو کیا حالت ہوتی ہے جس کے خاندان میں تین سو بندے فوت ہو گئے تو ان کے دل پر کیا گزرتی ہوگی۔ اور ہماری حالت دیکھو کہ اخبار میں خبر پڑھتے ہیں پھر بھی عبرت حاصل نہیں ہوتی پھر بھی زندگیوں کو نہیں بدلتے پھر بھی احساس بیدار نہیں ہوتا ہمیں یہ احساس بھی نہیں کہ کل کو ہمارے ساتھ بھی یہ معاملہ پیش آ سکتا ہے۔

یہ دنیا کا جادو چلا ہوا ہے جس طرح لوگ کہتے ہیں کہ فلاں پر جادو کا اثر ہوا ہے۔ اسی طرح ہم پر بھی دنیا کا اثر ہو گیا ہے۔ ایسا کہ نہ خدا یاد آتا ہے نہ آخرت یاد آتی ہے الا ماشاء اللہ وگرنہ تو اس سے عبرت پکڑ کر اپنی زندگی کو بدلنے کی کوشش کرتے۔ چنانچہ ہمیں چاہیے کہ آخرت کی تیاری کریں۔ اور اس کا یقین کامل پیدا کریں۔

پیٹھ کے بوجھ:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى

ترجمہ: اور زادِ راہ لے لیا کرو اور بہترین زادِ راہ پرہیزگاری ہے۔

تقوی کا مطلب ہے پرہیزگاری۔ میرے دوستو سفر لمبا ہے توشہ لے لو۔ اس کے بغیر ہمارا یہ سفر نہیں کٹے گا۔ ہماری حالت ان لوگوں جیسی ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وَيَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ

ترجمہ: اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائیں گے۔

فلاں کی غیبت کر دی اپنی پیٹھ کا بوجھ بڑھا دیا فلاں سے جھوٹ بولا پیٹھ کا بوجھ بڑھا دیا اللہ کے حکموں کی نافرمانی کی نماز چھوڑ دی پیٹھ کا بوجھ بڑھا دیا۔ اگر آپ غور کریں سارا دن ہم اپنی پیٹھ کا بوجھ بڑھاتے جا رہے ہیں۔

وَيَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ

ترجمہ: اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائیں گے۔

سنئے قرآن سنا رہا ہے۔

اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ

ترجمہ: کتنا برا بوجھ ہے جو وہ اٹھا رہے ہیں۔

آج لوگوں کو مال چاہیے، چاہے دوسروں سے جھوٹ بول کر لیں غصب کر کے لیں ڈاکہ ڈال کر لیں یہ کیا ہے اپنی کمر کا بوجھ بڑھا رہے ہیں۔ لوگوں کے حقوق کی پروا نہیں اللہ کے حکموں کی پروا نہیں یہ کیا ہے اپنی پیٹھ کے بوجھ کو بڑھا رہے ہیں اتنے بوجھ اٹھا کر کل جائیں گے تو پل صراط کو کیسے پار کریں گے۔ اسی لئے نبی ﷺ نے اپنی حدیث میں فرمایا کہ میں اپنے بعد دو بڑے فتنوں کو چھوڑے جا رہا ہوں۔

"میری امت کے لئے دو بڑے فتنے ہیں، ایک فرمایا دنیا کی محبت بہت بڑا فتنہ اور دوسرا فرمایا عورتوں کی محبت مردوں کے لئے بہت بڑا فتنہ"

اور آج دیکھئے جو غافل لوگ ہیں وہ عام طور پر عورت ہی کی محبت میں گرفتار ہیں اور جو دین دار ہیں وہ بھی دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں۔

آپ نے کبھی ایسے شخص کو دیکھا جو اس بات پر بیٹھ کر رو رہا ہو کہ یا اللہ میں آج تک اس دنیا کی محبت میں پڑا رہا یا اللہ میرے اس گناہ کو معاف فرما۔ ایسا معافی مانگنے والا آدمی

ہمیں تو کوئی ملا ہی نہیں۔

اللہ سے ملاقات کی تیاری:

آخرت کی محبت ہو اور دنیا سے دل کٹا ہوا ہو۔ یہ عقل مندی کی نشانی ہے۔

اَلدُّنْیَادَارُ الْغُرُوْرِ

ترجمہ: دنیا دھوکے کا گھر ہے۔

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"اے ابوذر اپنے عمل کو خالص کر کے لے جانا اس لئے کہ وہ دیکھنے والا بہت باریک بین ہے"

ملاقات کی دعا:

اے اللہ میں آپ سے ایسا نفس مانگتا ہوں جو آپ سے مطمئن ہو آپ سے راضی ہو۔ آپ کی یاد میں خوش ہو آپکے حکم میں عمل کر کے خوش ہو۔ آپکے تذکرے سے خوش ہو بس آپکی محبت میں خوش ہو تاکہ تیری ملاقات سے اس کا ایمان پکا ہو ہر وقت اس کے ذہن میں ہو کہ مجھے اپنے رب سے ملنا ہے۔

آپ میں سے کسی بھی بندے کو وزیر اعظم بلالے تو وہ اس کے لئے تیاری شروع کر دے گا اور سوچتا رہے گا کہ میں وہاں جا کر یہ بات کروں گا یہ کہوں گا۔ تیاری میں لگا ہوا ہوگا۔

اے دوست اللہ رب العزت نے ہمیں بھی اپنی ملاقات کے لئے تیاری کا حکم دیا ہے

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ

ترجمہ: "اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کام میں کوشش کر رہا ہے پھر اس سے جا ملے گا"۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی دو طرح کی ہوگی یا تو دوست کی طرح پیشی ہوگی یا پھر مجرم کی طرح پیشی ہوگی۔ سوچیں اب ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے دوست بن کر جانا چاہتے ہیں یا دشمن بن کر جانا چاہتے ہیں۔ دیکھئے ایک تو وہ بھی استقبال ہوتا ہے کہ خاوند دو چار سال کے بعد بیرون ملک سے گھر آیا اب گھر کے سب چھوٹے بڑے گھر صاف کر رہے ہیں، کھانے بنا رہے ہیں اور اس کے ساتھ مل بیٹھنے کے سب مشتاق ہیں۔ اور اس کا گھر میں محبتوں بھر استقبال ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح مومن کا قیامت والے دن استقبال ہوگا۔

اور ایک دوسرا بندہ ہوتا ہے کہ پولیس اطلاع دیتی ہے کہ فلاں مجرم پکڑا گیا ہے۔ اور وہ بھی اپنے ڈنڈے لے کر استقبال کے لئے بیٹھے ہوتے ہیں۔ آنے دو اس کا برا حشر کریں گے۔ یاد رکھئے جس طرح دنیا کی پولیس اپنے سپاہی بھیج کر ملزم گرفتار کرواتی ہے۔ اللہ رب العزت بالکل اسی طرح اس دنیا کے مجرم کو اپنے بندے بھیج کر اور کندھوں پر اٹھا کر گرفتار کراتے ہیں۔ یہ جو اپنے رشتہ دار ہوتے ہیں ناں سب کندھوں پر اٹھا کر قبر کے حوالے کر کے آتے ہیں۔ لے او یار حوالے رب دے

آگے بھی فرشتے بیٹھے انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی لئے زمین کہتی ہے کہ اے بندے جتنے بھی لوگ اس زمین پر چلتے تھے مجھے سب سے زیادہ بغض تجھ سے تھا آج تو میرے اندر آ۔ دیکھ میں تیرا کیا حشر کرتی ہوں۔

اب تو گھبرا کر یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

اللہ سے ملاقات کا شوق:

حدیث شریف کا مفہوم ہے جو اللہ سے ملنے کا شوق رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اُس بندے سے زیادہ اُس سے ملنے کا شوق رکھتا ہے۔ جو آپ کی ملاقات پر ایمان رکھتا ہوا اور آپ کی قضا

وقدر کا جو معاملہ ہے اس پر وہ راضی ہو اور جو تیری رضا ہے اس پر قناعت کرنے والا ہو۔ ایسے بندے کا اچھا طریقے سے استقبال کیا جائے گا۔ اس کی قبر کو حد نظر تک وسعت دے دی جائے گی۔ وہ اپنے رب سے ملاقات کے لئے بے چین ہو گا۔ اللہ رب العزت ہمیں دنیا و آخرت کی سرخروئی نصیب فرمائے اور ہمیں اپنے محبوب بندوں میں شامل فرما کر اس رمضان المبارک کی قدر کی توفیق نصیب فرمائے۔ اور دیکھئے دن گزرتے جارہے ہیں اور رمضان المبارک کا معاملہ ایسے ہی ہے جیسے مچھلی پکڑنے والا مچھلی پکڑتا ہے تو ہاتھوں سے کئی مرتبہ سلپ ہو جاتی ہے اور پتہ ہی نہیں چلتا یہ رمضان کا مبارک مہینہ بھی ایسے ہی ہے۔ دیکھئے ایک وقت تھا کہ ہم انتظار میں تھے کہ رمضان آنے والا ہے اور آج تیسرا حصہ گزر رہا ہے۔ اللہ ہمیں اس کی قدر کی توفیق نصیب فرمائے۔ اور اس کی برکتوں سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

شوق شہادت

از افادات

حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہم

اقتباس

شہید کی شان

دنیا میں جب کسی کی موت آتی ہے تو اللہ رب العزت فرشتوں کو بھیجتے ہیں کہ جاؤ میرے اس بندے کی روح قبض کرلو حتی کہ ولی ہو متقی ہو پرہیزگار ہو ابدال ہو کسی مقام پر ہو۔ ملک الموت کو ہی بھیجا جاتا ہے کہ جایئے میرے اس مقرب بندے کی روح قبض کر لیجیے حتی کہ انبیاء کرامؑ کے لئے بھی ملک الموت کو بھیجا جاتا ہے۔ جایئے میرے انبیاء کی خدمت میں حاضر ہو جایئے کہ پروردگار یاد کر رہے ہیں۔ مگر جب شہید کا وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ ملک الموت کو کہتے ہے یہ میرا بندہ ہے کہ یہ میرے نام پر جان دے رہا ہے۔ ملک الموت تو پیچھے ہٹ اس بندے کی روح کو میں خود قبض کروں گا۔ چنانچہ شہید کی روح کو اللہ تعالیٰ خود قبض فرمایا کرتے ہیں۔

(حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہم)

شوقِ شہادت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَات" بَلْ اَحْيَاء" وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

وقال رسول ﷺ الجهاد ماض الى يوم القيامة او كما قال ﷺ

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

شہادت کی تمنا:

ہر مومن کے دل میں شہادت کا جذبہ ہونا ایک ضروری بات ہے

"حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ جس آدمی کے دل میں شہادت کی تمنا نہ ہو اور اس کو اللہ کے راستے میں کبھی زخم یا تکلیف بھی نہ پہنچی ہو اگر وہ مرے گا تو اسے ایک قسم کی منافقت پر موت آئے گی۔"

وہ مومن نہیں ہو سکتا کہ جس کے دل میں شہادت کی تمنا نہ ہو۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ

نے صحابہؓ کی جو تربیت فرمائی انہیں دین کے اوپر اپنا سب کچھ قربان کرنا سکھایا۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلمان میں اسی لئے نمازی

اس دین کو اگر ہمارے مال کی ضرورت پڑے گی تو ہمارا مال حاضر ہوگا۔ وقت کی ضرورت پڑے گی تو ہمارا وقت بھی حاضر ہوگا۔ اگر دین کو جان کی ضرورت پڑے گی تو ہم بصد عجز و شکر اس جان کو اس دین پر قربان کر دیں گے۔ یہ سبق تھا جو نبی اکرم ﷺ نے صحابہؓ کرام کو پڑھایا تھا چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں ایک ایسی جماعت تیار ہوگئی جن کا مقصود اللہ کے راستے میں شہادت حاصل کرنا تھا۔ قرآن حکیم کی آیات ان کے لئے اترتی تھیں۔

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ

ترجمہ:۔ وہ مرد بندے جنہوں نے اپنا وعدہ کیا ہوا اللہ سے سچ کر دکھایا۔

وَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ ...... الخ

ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اپنی قربانی پیش کر چکے اور بعض وہ ہیں جو اس کے منتظر ہیں ان میں ذرہ برابر تبدیلی نہ آئی۔ وہ اپنی بات کے اوپر جمے رہے۔

بچوں کا شوق شہادت:

کفر کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جانا یہ اللہ کو بہت محبوب ہے قرآن پاک اس پر گواہی دیتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ

ترجمہ:۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت فرماتے ہیں۔ جو اس کے راستے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر قتال کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی جان قربان کرنا یہ سبق نبی ﷺ نے صحابہؓ کو پڑھایا۔

صحابہ کرامؓ میں سے جوانوں کا کیا تذکرہ کرنا وہاں کے بچوں کے دلوں میں عورتوں کے دلوں میں یہ شہادت کا جذبہ سما گیا تھا۔ چھوٹے بچوں کے دلوں میں شہادت کا جذبہ سما گیا تھا۔ چھوٹے بچوں کے دلوں میں شہادت کا جذبہ موجزن تھا۔ آپ نے واقعہ سنا ہوگا کہ میدان جہاد میں نکلنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ صف بناؤ تاکہ میں دیکھوں تو سہی۔ حضور ﷺ نے دیکھا ایک چھوٹا بچہ ہے وہ بھی جہاد میں شرکت کے لئے کھڑا ہے۔ اور اس کے قریب ایک اور چھوٹا بچہ ہے وہ بھی جہاد میں شرکت کے لئے کھڑا ہے۔ حضور ﷺ نے ایک کو اجازت دے دی جو نسبتاً بڑا تھا اور دوسرے کو روکا وہ چھوٹا حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ ﷺ اجازت دیں تو میں اس کے ساتھ کشتی کرتا ہوں۔ اگر میں اسے گرالوں تو مجھے اجازت مل جائے، حضور ﷺ نے دونوں کو کشتی کی اجازت دے دی۔ دونوں کشتی کرنے لگے۔ بعض کتابوں میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ چھوٹے نے بڑے کو اشارہ کیا کہ آپ کو اجازت مل چکی ہے اگر آپ گر جائیں گے تو آپ کا نقصان نہیں ہوگا۔ مگر مجھے جہاد میں جانے کے لئے اجازت مل جائے گی۔ اس چھوٹے بچے کے جذبے کو دیکھئے۔ یہ لوگ کہیں پکنک منانے نہیں جا رہے تھے۔ یہ لوگ کسی کی دعوت کھانے نہیں جا رہے تھے۔ یہ دشمنان اسلام سے لڑنے جا رہے تھے۔ مگر ایک جذبہ تھا جوان بچوں کے دلوں میں بھی سما چکا تھا۔ جو ہر قیمت پر جہاد میں جانا چاہتے تھے۔ چنانچہ یہی معاذ و معوذؓ بچے جنگ میں نکلتے ہیں۔ تو آپ ان کا Target دیکھئے۔ اپنے جسمانی اعتبار سے یہ چھوٹے ہیں مگر ان کا ٹارگٹ چھوٹا نہیں ہے۔ ایک صحابیؓ حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ میرے ارد گرد دو چھوٹے بچے ہیں۔ ان میں سے ایک میرے پاس آیا اور کہنے لگا چچا آپ جانتے ہیں کہ ابوجہل کہاں ہے کہنے لگے میں حیران تھا کہ وہ دشمنوں کا سردار اور یہ دو چھوٹے بچے اس کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔

میں نے ان بچوں سے پوچھا کیا بات ہے، ان بچوں نے کہا کہ ہم نے سنا ہے وہ نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے۔ آج اس میدان جہاد سے یا ہم واپس لوٹ کر نہیں جائیں گے یا وہ لوٹ کر نہیں جائے گا۔ کہنے لگے میں حیران ہوا میں نے اشارہ کر کے کہا کہ دیکھو وہ فلاں جگہ موجود ہے۔ وہ دشمن لوہے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کے گرد اتنے سپاہی موجود تھے۔ مگر یہ دونوں بچے گئے اور بالآخر ان دونوں نے اسے قتل کیا۔ آپ دیکھئے ان بچوں میں کتنا جذبہ تھا۔

لنگڑے صحابیؓ کا شوق شہادت:

آپ صحت مند لوگوں کی کیا بات کرتے ہیں ان کا تو کیا کہنا۔ ایک لنگڑے صحابیؓ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آ کر عرض کرتے ہیں کہ میں جہاد میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔ یہ کون صحابیؓ ہیں یہ وہ صحابیؓ ہیں کہ ایک پاؤں سے معذور ہیں۔ جو لاٹھی کے سہارے چلتے تھے۔ جن کا اپنے توازن کو بحال رکھنا مشکل تھا۔ وہ اللہ کے محبوب کی خدمت میں آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ کے نبی ﷺ میرے چار بیٹے جہاد میں شریک ہو رہے ہیں مگر میرا جی چاہتا ہے کہ میں جہاد میں اپنے لنگڑے پن کے ساتھ چلوں مجھے آپ جانے کی اجازت دے دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرا عذر ہے اگر چاہیں تو آپ پیچھے رہ سکتے ہیں دوبارہ پھر انہوں نے اجازت مانگی حضور ﷺ نے جب جذبہ دیکھا تو اجازت دے دی۔ یہ صحابیؓ خوشی خوشی اپنے گھر پہنچے اور گھر جا کر اپنی بیوی سے کہا کہ میں بھی جہاد میں جا رہا ہوں مجھے اجازت مل گئی ہے۔ بیوی نے کہا کہ مگر میں تو دیکھ رہی ہوں کہ تو بھاگ کر پیچھے آ رہا ہے انہوں نے اپنی بیوی کے سامنے کھڑے ہو کر ایک بات کی اور نبی ﷺ کی صحبت کا حق ادا کر دیا۔ دعا مانگی اے اللہ اب میری لاش کو بھی گھر والوں کی طرف واپس نہ لوٹانا۔ واقعی وہیں دفن ہوئے۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی تو کوئی بات نہیں

جس قوم کے لنگڑوں کا یہ حال ہو اس قوم کے جوانوں کا کیا حال ہوگا۔ جس قوم کے بچوں کا یہ عالم ہو اس قوم کے بڑوں کا کیا حال ہوگا۔ یہ کیا تھا یہ ایک جذبہ تھا جو نبی ﷺ نے ان کے دلوں میں پھونک دیا تھا۔ یہ تو مردوں کی باتیں تھیں آگے سنئے کہ عورتوں کے کیا جذبات تھے۔

ایک عورت کا شوق شہادت:

نبی ﷺ نے جہاد کے نکلنے کے لئے حکم فرمایا۔ مدینہ کے ہر گھر میں تیاری ہو رہی ہے مدینہ میں ہر عورت اپنے مردوں کو تیار کر رہی ہے۔ مگر ایک ایسا گھر ہے جہاں ایک عورت خاموش اپنے بچے کو گود میں لئے بیٹھی ہے خاوند جہاد میں شہید ہو چکا۔ گھر میں دوسرا مرد نہیں بچا۔ عورت اس بچے کو دیکھتی چلی جا رہی ہے اور عورت کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے ہیں۔ کاش کوئی مرد بڑا ہوتا تو میں اسے تیار کرتی اور اللہ کے محبوب ﷺ کے ساتھ اسے جہاد میں بھیج دیتی۔ مگر یہ بچہ چھوٹا ہے کیا کروں بہت دیر روتی رہی ان آنکھوں سے ساون بھادوں کی برسات برستی رہی جب دل بہت زیادہ اداس ہوا تو اسی بچے کو اپنے سینے سے لگایا مسجد نبوی میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا اے اللہ کے محبوب ﷺ آپ میرے بچے کو جہاد کے لئے قبول فرما لیجئے۔ دودھ پیتے چھوٹے بچے کو آپ جہاد کے لئے قبول فرما لیجئے۔ نبی ﷺ نے دیکھا کہ یہ دودھ پیتا بچہ کیسے جہاد کرے گا۔ اس نے کہا اے اللہ کے نبی ﷺ جس صحابیؓ کے ہاتھ میں ڈھال نہ ہو اس مجاہد کے حوالے میرا یہ بچہ کر دیجئے میرا بچہ دشمنوں کے تیروں کو روکنے کے کام تو آ سکتا ہے۔ جن عورتوں کے دل میں یہ شہادت کا جذبہ ہو بڑوں کے دل میں شہادت کا جذبہ ہو تو سوچئے

تو سہی کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے کس طرح ان کی بڑی زبردست تربیت کی ہوگی۔ شوق شہادت کے واقعات اتنے ہیں کہ ان کو تھوڑے سے وقت میں سمیٹنا انتہائی مشکل ہے۔

ایک عورت کا عشق رسول ﷺ:

میدان احد میں خبر پہنچی کہ نبی ﷺ شہید ہو گئے۔ ایک عورت نے کہا کہ جب تک میں خود اس خبر کی تصدیق نہیں کر لیتی اس وقت تک اس کو نہیں مانوں گی۔ چنانچہ اپنی سواری پر سوار ہوئی اور احد کے پہاڑ کی طرف اس نے بڑھنا شروع کر دیا۔ راستے میں ایک صحابیؓ کو ملی اور اس سے پوچھا کہ میں نے نبی ﷺ کی شہادت کے متعلق سنا ہے۔

ما بال محمد ﷺ

ترجمہ: محمد ﷺ کا کیا حال ہے؟

وہ کہتے ہیں آپ ﷺ کا تو مجھے پتہ نہیں مگر فلاں جگہ میں نے آپ کے خاوند کو شہید ہوتے دیکھا ہے۔ وہ عورت ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ اور آگے بڑھتی ہے۔ معلوم ہوا اس کی قیمتی متاع کوئی اور ہے جس کی تلاش میں یہ جا رہی ہے ایک اور صحابیؓ سے پوچھتی ہے کہ

ما بال محمد ﷺ

ترجمہ: محمد ﷺ کا کیا حال ہے؟

اس صحابیؓ نے کہا مجھے آپ ﷺ کا تو پتہ نہیں مگر فلاں جگہ تیرے بیٹے کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ یہ پھر ٹس سے مس نہیں ہوئی یہ پھر آگے بڑھی کسی نے بھائی کی شہادت کی خبر دی۔ یہ وہ عورت ہے کہ جس کو ایک ہی جہاد میں اپنے بیٹے اپنے خاوند اپنے بھائی اور اپنے والد کی شہادت کی خبر ملتی ہے مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ یہ پھر قدم آگے بڑھاتی ہے اور

پوچھتی پھرتی ہے کہ کوئی تو مجھے نبی ﷺ کی خبر بتا دے۔ ایک صحابیؓ نے بتایا کہ نبی ﷺ فلاں چٹان کے پیچھے ہیں یہ وہاں پہنچی۔ نبی ﷺ کی چادر کا ایک کونہ پکڑ کر ایک تاریخی جملہ کہا۔

کل مصیبة بعد محمد سهل

ترجمہ: مجھے نبی کی زیارت کے بعد تمام مصیبتیں آسان ہیں۔

جن عورتوں کے دلوں میں ایسی تمنائیں ہوں ان کی کیا بات پوچھتے ہو۔

ایک عورت کا تحمل و برداشت:

حضرت حمزہؓ شہید ہوئے تو آپؓ کی بہن حضرت صفیہؓ تشریف لا رہی تھیں۔ آپ ﷺ کو پتہ چلا تو ایک صحابیؓ کو بھیجا کہ اسے منع کرو کہ وہیں رہے اپنے بھائی کی لاش پر نہ آئے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ غمزدہ ہو جائے۔ کیونکہ حضرت حمزہؓ کی آنکھیں نکل چکی سینہ چیر کر دل نکال لیا گیا۔ ناک کان کاٹ دیے گئے تھے کہیں اس حالت کو دیکھ کر بہن غمزدہ نہ ہو جائے۔ اس صحابیؓ نے جا کر روکا کہ آپ کو نبی ﷺ نے منع فرما دیا ہے پوچھا اللہ کے محبوب ﷺ نے کیوں منع کیا ہے۔ کہا کہ کہیں تو غمزدہ نہ ہو۔ کہیں رو نہ پڑے۔ کہا کہ جاؤ حضور ﷺ کو بتا دو صفیہؓ اپنے بھائی کو رونے کے لئے نہیں مبارکباد دینے کے لئے جا رہی ہے۔ جس قوم کی عورتوں میں ایسا حوصلہ اور ہمت ہو اور شہادت کا یہ جذبہ بھر دیا گیا ہو اس قوم کے جوانوں کا کیا حال پوچھتے ہو۔

مومن یا منافق:

شہادت اللہ نے ایک نعمت عطا فرمائی ہے۔ شہادت ایک سعادت ہے۔ جس کے دل میں ایمان ہے وہ صبح شام شہادت کے لئے دعائیں مانگتا ہے۔ اگر شہادت کی دعائیں

نہیں مانگتا تو یقیناً اس کے ایمان میں فرق ہے۔ یہ منافقت ہے کہ آدمی شہادت سے گھبرائے یہ منافقت ہے کہ آدمی شہادت سے پیچھے ہٹ جائے۔ یہ شوق شہادت کا جذبہ ہونا چاہیے پھر انسان مومن بنے گا۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

یہ شہادت مومن کا مقصد ہوتی ہے اس شہادت کے لئے مومن اپنا من دھن اور تن بلکہ سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔

حضرت عمرؓ کا شوق شہادت:

آیئے اس شہادت کے بارے میں پوچھنا چاہو تو عمر بن خطابؓ سے پوچھو۔ ایک دفعہ مکہ مکرمہ کی حاضری کے بعد مدینہ طیبہ واپس آرہے ہیں ایک بڑا قافلہ بھی ساتھ ہے۔ حضرت عمرؓ نے عمرہ میں بڑی دعائیں مانگیں اللہ سے بہت کچھ مانگا تہجد کا وقت ہے آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اس وقت آپ کے سامنے چودھویں کا چاند چمک رہا ہے۔ چاندنی ہر طرف پھیل رہی ہے۔ ٹھنڈی ہوا ہر طرف چل رہی ہے۔ اس وقت آپ کی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھیں آپ کو ستارے چمکتے ہوئے نظر آئے چاند کی چاندنی نظر آئی ہوا میں خنکی محسوس ہوئی۔ آپ نے محسوس کر لیا کہ یہ تو کوئی قبولیت دعا کا وقت ہے اس قبولیت دعا کے وقت ایک تمنا کا اظہار کیا جس کو آپ کبھی سجدوں میں مانگتے تھے۔ کبھی آپ نمازوں کے بعد مانگتے تھے۔ کبھی آپ اپنی تنہائیوں میں مانگتے تھے۔ وہ تمنا اس وقت پھر دل سے نکلی آپ اٹھ بیٹھے، دامن پھیلا لیا۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب کے اس ساتھی نے اللہ تعالیٰ سے اپنی تمنا کو پیش کیا۔ وہ دعا کیا مانگی؟ وہ دعا یہ مانگی۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی شَھَادَۃً فِی سَبِیْلِكَ وَاجْعَلْ قَبْرِی فِی بَلَدِ حَبِیْبِكَ

اے اللہ اپنے راستے میں شہادت عطا فرما اور میری قبر اپنے محبوب کے شہر میں بنا۔
یہ ان حضرات کی تمنائیں ہوتی تھیں۔ اور کتنی پیاری تمنائیں ہوتی تھیں۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کا شوق شہادت:

اس شہادت کی قدر و قیمت معلوم کرنی ہے تو حضرت خالدؓ بن ولید سے پوچھئے کہ اپنے بستر پر لیٹے ہوئے ہیں آخری وقت ہے آپ کی آنکھوں سے آنسو آ گئے۔ جو لوگ قریب تھے وہ حیران ہوئے کہ ہم نے آپ کو کبھی گھبرائے ہوئے نہیں دیکھا۔ جب تو دشمنوں کے سامنے ہوتا تھا تو شیر کی طرف تیرا کردار ہوتا تھا۔ تیرے اندر مردانگی ہوتی تھی تیرے اندر ایک جذبہ ہوتا تھا جہاں گھمسان کا رن پڑتا تھا تو وہاں جاتا تھا۔ آج تیری آنکھوں میں آنسو کیسے؟ ہم سمجھ نہیں پا رہے۔ اس وقت آنسو اور ٹپک پڑے۔ حضرت خالدؓ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور فرمانے لگے میرے دل میں ایک تمنا تھی۔ میں اس تمنا کو پورا کرنے کے لئے ساری زندگی پریشان رہا میں شہادت چاہتا تھا۔ جہاں جنگ کا زیادہ زور ہوتا تھا میں وہاں جاتا تھا۔ مجھے شاید ادھر شہادت مل جائے شاید اُدھر شہادت مل جائے۔ ایک ایک دن میں میرے ہاتھ سے کئی کئی تلواریں ٹوٹی۔ مگر مجھے میدان جنگ میں یہ شہادت نصیب نہ ہو سکی آج یہ بستر ہے اور اس بستر پر پڑا میں دنیا سے جدا ہو رہا ہوں۔ میں اپنے رب کے پاس پہنچ رہا ہوں شہادت میرے مقدر میں نہیں تھی۔ اس لئے میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ انھوں نے کہا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ یہ مرتبہ عطا فرما دیں گے اس لئے کہ آپ کے دل میں شدید تمنا ہے۔ کسی کافر نے آپ کو شہید کرنے کی جرات اس لئے نہ کی کہ اللہ کے محبوب نے آپ کو سیف اللہ کا لقب دیا تھا۔ اگر کوئی اپ کو شہید کر لیتا گویا وہ سیف اللہ کو توڑنے والا ہوتا۔ اس لئے دنیا میں کسی کافر کے ہاتھوں آپ کی لاش کو کٹنے نہ دیا۔ مگر چونکہ آپ کا دل شہادت کے غم میں کٹ چکا اس لئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آپ کو شہیدوں

کا سردار بنادیں گے۔دل میں شہادت کی تمنا ہوا کرتی تھی۔شہادت کا شوق ہوا کرتا تھا۔

بچیوں کا شوق شہادت:

مدینہ کی بچیاں آپس میں کھڑے ہو کر باتیں کیا کرتی تھیں۔کہ فلاں کے ابو شہید ہو گئے۔مگر فلاں کے ابو کو تو گھر میں بستر پر موت آ گئی۔جس بچی کے والد کو گھر میں موت آتی تھی۔وہ دوسری بچیوں کے سامنے اپنے آپ کو شرمندہ محسوس کیا کرتی تھی۔اللہ کے محبوب نے ایسی تربیت کر دی تھی۔

مجاہد کے گھوڑے کا شوق شہادت:

اللہ تعالیٰ کو یہ محبوب ہے کہ مومن اپنی جان اللہ کے نام پر قربان کر دے۔آیئے ذرا اس سے نیچے اتر کر دیکھیے اگر آپ نے چھیڑ ہی دیا ہے تو پھر عشق و محبت کی باتیں بھی سن لیجئے۔اگر مجاہد کسی گھوڑے کو جہاد کے لئے پالتا ہے۔اس لئے کہ اس پر بیٹھ کر میں اللہ کے راستے میں جہاد کروں گا۔اب وہ گھوڑا۔بے زبان جانور ہے۔نا سمجھ جانور ہے مگر اس کو پالا اس لئے گیا کہ اس پر بیٹھ کر جہاد کیا جائے گا۔چنانچہ وہ گھوڑا پہچانتا ہے کہ مجھے کھلایا اس لئے گیا تھا پلایا اس لئے گیا تھا کہ میں نے جہاد میں شریک ہونا ہے اب اس کا مالک اس پر سواری کرتا ہے اور اپنے آپ پر زرہ باندھ لیتا ہے۔تلوار ہاتھ میں لے لیتا ہے اور اسے دشمن کے سامنے لا کر کھڑا کرتا ہے وہ گھوڑا بھی پہچانتا ہے۔اگر چہ وہ ایک جانور ہے اس میں سوچ نہیں ہے اس میں وہ سمجھ نہیں ہے مگر اتنی تھوڑی سی فہم ہے تو اسے پتہ ہے کہ اب وقت آیا کہ اس وفا کو پورے کرنے کا جس کے لئے میرے مالک نے میری خدمت کی تھی۔چنانچہ گھوڑا تیار ہوتا ہے۔اس کو سامنے تلواریں نظر آتی ہیں۔نیزے نظر آتے ہیں۔تیر نظر آتے ہیں گھوڑا گھبراتا نہیں ہے اس کو پتہ ہے کہ آج وقت آ گیا اس وفا کو نبھانے کا

چنانچہ مالک اسے ایڑی کا اشارہ کرتا ہے کہ تم بھاگو وہ گھوڑا بھاگتا ہے وہ بڑھتا چلا جاتا ہے ۔دشمنوں کی صفوں میں گھستا چلا جاتا ہے۔ سامنے دشمن تیر برساتا ہے۔ مگر گھوڑا استقامت کے ساتھ آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔

شہید کا مرتبہ:

آپ لوگوں کے لئے شہید کے کچھ تھوڑے سے فضائل عرض کر دوں شاید کوئی میرا سویا ہوا دوست جاگ جائے۔ شاید کسی کے دل میں یہ شہادت کی کوئی سوئی ہوئی تمنا بیدار ہو جائے قیامت کا دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے شہداء کھڑے ہوں گے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ رب العزت شہداء کو اپنی طرف بلائیں گے۔ کہ شہید میرے تخت کے قریب ہو جائیں روایت کے الفاظ کا مفہوم ہے کہ شہید اللہ تعالیٰ کے تخت کے قریب ہو جائیں گے حتی کے اگر کسی شہید کے راستے میں حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ بھی کھڑے ہوں گے۔ تو شہید کو جو اعزاز ملے گا اس کی وجہ سے وہ بھی راستے سے ہٹ جائیں گے راستہ دے دیں گے۔ کہ شہید اللہ کے تخت کے قریب ہو جائے۔ سبحان اللہ

شہید کی آرزو:

جب جنت میں جنتی چلے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ آپ میں کوئی ایسا بھی ہے جس کو یہاں بھی کسی چیز کی طلب ہو۔ شہید وہاں بھی بول اٹھیں گے۔ اے میرے پروردگار میرا جی چاہتا ہے کہ آپ پھر ایک مرتبہ مجھے دنیا میں بھیجئے۔ میں پھر شہید کیا جاتا پھر بھیجتے پھر شہید کیا جاتا مجھے پھر بھیجتے میں پھر شہید کیا جاتا کیونکہ شہادت کے وقت جو مجھے لذت آئی وہ لذت تو تیری جنتوں میں بھی نہ آئی۔ شہادت ایک سعادت ہے یہ کس کو نصیب ہوتی ہے، جو طالب صادق بن کر مانگتا ہے۔ ع

طلب صادق نہ ہو تو پھر کیا شکوہ ساقی

شہید کے گھوڑے کا مرتبہ:

شہید کو اللہ نے کیا مرتبہ عطا فرمایا اگر مجاہد نے گھوڑا پالا اور اس کی لید اور اس کے گھوڑے کی باقی چیزیں نیکیوں کے میزان میں تولیں گے۔ مفہوم حدیث ہے کہ شہید کے خون کا قطرہ بعد میں گرتا ہے مگر شہید کی اس سے پہلے بخشش کر دی جاتی ہے۔

شہید کا اعزاز و اکرام:

توجہ سے سنئے میں اپنی بات کو مکمل کرنے لگا ہوں سنئے دل کے کانوں سے سنئے۔ دیکھئے اگر دنیا میں کوئی ولی فوت ہو جائے ابدال فوت ہو جائے وقت کا قطب فوت ہو جائے۔ آپ پوچھئے رب کریم اب کیا کریں حکم دیا جائے گا کہ یہ میرے سامنے آنا چاہتا ہے اسے نہلا دو۔ اور اس کے کپڑے پہنا دو۔ نیا کفن پہنا دو کیونکہ اس نے میرے سامنے پیش ہونا ہے مگر جب شہید کا وقت آیا تو وہ شہید ہو گیا۔ اب اللہ تعالیٰ سے پوچھئے کیا اسے نہلائیں اللہ تعالیٰ نے ضابطہ ہی بدل دیا۔ فرمایا یہ تو میرے راستے میں خون سے نہا چکا اب تم اسے دنیا کے پانی سے کیا نہلاتے ہو۔ یا اللہ اس کے کپڑے بدل دیں حکم ہوا کہ نہیں جن کپڑوں پر خون کے دھبے لگے ہیں میں چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن یہ انہیں دھبوں کے ساتھ اٹھے یہ مجھے دیکھ کر مسکرائے گا میں اسے دیکھ کر مسکراؤں گا۔ ضابطہ بدل کر رکھ دیا۔ کوئی ابدال ہو قطب ہو ولی ہو سب کے لئے نہلانے کا ضابطہ تھا۔ مگر جب شہید کا معاملہ آیا ضابطہ ہی بدل کر رکھ دیا۔ کیونکہ پیار کا معاملہ تھا محبت کا معاملہ تھا۔ یہ اپنی جان کا نذرانہ پیش کر چکا تھا وہ رب تعالیٰ اتنا قدردان ہے کہ فرمایا تم اسی حال میں اسے میرے پاس بھیج دینا۔

شہید زندہ ہوتا ہے:

جب کسی کی موت آئی خواہ متقی تھا پرہیزگار تھا ذاکر تھا ولی تھا تو کہتے ہیں کہ اسے موت آ گئی مگر جب شہید کا وقت آیا تو میرے پروردگار نے کہا کہ

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ" بَلْ اَحْيَاءٌ" وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ○

ترجمہ: جو میرے راستے میں قتل ہو جائے خبردار اسے مردہ نہ کہنا وہ زندہ ہے تمہیں اس کا شعور نہیں عطا کیا گیا

مردے کا لفظ سننا پسند نہ کیا۔ نہیں نہیں یہ مردہ کہاں۔ یہ تو زندہ ہے اس نے تو زندگی پالی جس نے اپنی جان میرے راستے میں دے دی۔

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ م بَيْتِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰه مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰه

ترجمہ: جو کوئی اپنے گھر سے ہجرت کے کے لئے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف نکلے پھر اسے موت آ جائے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔

شہید کی روح نکلنے کا منظر:

امام قرطبی نے ایک عجیب بات اپنی تفسیر میں لکھی ہے۔ کہ دنیا میں جب کسی کی موت آتی ہے تو اللہ رب العزت فرشتوں کو بھیجتے ہیں کہ جاؤ میرے اس بندے کی روح قبض کر لو۔ حتیٰ کہ ولی ہو متقی ہو پرہیزگار ہو ابدال ہو کسی مقام پر ہو۔ ملک الموت کو ہی بھیجا جاتا ہے کہ جایئے میرے اس مقرب بندے کی روح قبض کر لیجئے حتیٰ کہ انبیاء کرامؑ کے لئے بھی ملک الموت کو بھیجا جاتا ہے۔ جایئے میرے انبیاء کی خدمت میں حاضر ہو جایئے کہ میرے

پروردگار یاد کر رہے ہیں۔ مگر جب شہید کا وقت آتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ملک الموت کو کہتے ہے یہ میرا بندہ ہے کہ یہ میرے نام پر جان دے رہا ہے۔ ملک الموت تو پیچھے ہٹ اس بندے کی روح کو میں خود قبض کروں گا۔ چنانچہ شہید کی روح کو اللہ تعالیٰ خود قبض فرمایا کرتے ہیں۔

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

دعائے شہادت:

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں شہادت نصیب فرمادے ہمارے دوست احباب، کشمیر میں یا کسی بھی جگہ دین اسلام کی سربلندی کے لئے شہید ہوئے ہوں ان کے مرتبوں کو بلند فرمادے۔ یا اللہ ہمیں بھی ایسی جرات نصیب فرمادے کہ ہم بھی اپنی جان کو اسلام کی سربلندی کے لئے پیش کر دیں۔ اے مسلمان! میری تمنا ہے کہ تیری آرزوئیں بدل جائیں تاکہ تو دنیا میں پھر سربلند ہو جائے۔

تیری دعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری
میری دعا ہے کہ تیری آرزو بدل جائے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

توبہ کے اسباب

از افادات

حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہم

اقتباس

فلاح کسے کہتے ہیں؟

فلاح کہتے ہیں ایسی کامیابی جس کے بعد ناکامی نہ ہو۔ ایسی خوشی جس کے بعد غم نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ایسا قرب کہ جس کے بعد بندے کے لئے دوری کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔ اور یہ فلاح توبہ کے ذریعے ملتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم روز توبہ کیا کریں۔ ممکن ہے کہ بعض ذہنوں میں یہ سوال ہو کہ بھئی ہم توبہ کس لئے کریں۔ ہم نے کون سے گناہ کئے ہیں۔ نہیں! گناہ ہم سے سرزد ہوتے ہیں۔ ارادتاً بھی اور بغیر ارادے کے بھی۔ لیکن شیطان ان گناہوں کو اتنا ہلکا بنا کے پیش کرتا ہے کہ ہم اس کو محسوس ہی نہیں کرتے۔

(حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہم)

توبہ کے اسباب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى

وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وقال الله تعالیٰ فی مقام اخر يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ o وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ o وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

توبہ کیا ہے؟

ہر انسان کو اللہ رب العزت نے خیر اور شر کا مجموعہ بنایا ہے۔ فطری طور پر انسان میں خیر رکھی گئی ہے شر بھی رکھا گیا ہے۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا o فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا o

ترجمہ: اور جان کی قسم اور اس کی جس نے اس کو درست کیا۔ پھر اس کو اس کی بدی اور نیکی سمجھائی۔

لیکن اچھا انسان وہ ہوتا ہے جو خیر کو غالب کرے۔ اور برا انسان وہ ہوتا ہے جو اپنے اوپر شر کو غالب کرے۔ جو سراپا خیر وہ فرشتے ہیں۔ جو سراپا شر وہ شیطان ہے۔ جو خیر اور شر کا مجموعہ وہ حضرت انسان ہے۔ انسان سے اس دنیا میں غفلت کی بنا پر کوتاہیاں ہوتی ہیں۔ گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ تو دین اسلام کا یہ حسن ہے اور اس کی یہ خوبصورتی ہے کہ اس میں گناہوں کے مٹانے کا ایک طریقہ بتلا دیا۔ اس طریقے کو توبہ کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی شان کریمی:

توبہ ایک ایسا عمل ہے کہ انسان کے کئے ہوئے گناہوں کو اللہ رب العزت معاف کر دیتے ہیں بلکہ

أُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَات

ترجمہ: اللہ ان کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے گا۔

اگر انسان خلوص دل کے ساتھ صاف اور سچے دل کے ساتھ توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو اس کی نیکیوں میں تبدیل فرما دیتے ہیں۔ یوں سمجھیں کہ جیسے بال صفا پاؤڈر ہوتا ہے کہ پاؤڈر لگا لو تو بال صاف ہو جاتے ہیں۔ توبہ گناہ کے بال صفا پاؤڈر کی مانند ہے۔ جس بندے نے بھی توبہ کر لی اللہ رب العزت اس کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔

التائب من الذنب کمن لا ذنب له

ترجمہ: گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسے ہوتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں

فلاح دارین کیا ہے؟

قرآن مجید میں اس توبہ کے ساتھ فلاح کے ملنے کا وعدہ ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔

وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

ترجمہ: اے ایمان والو تم سب کے سب توبہ کرو تاکہ تم کو فلاح نصیب ہو جائے۔

فلاح کہتے ہیں ایسی کامیابی جس کے بعد ناکامی نہ ہو۔ ایسی خوشی جس کے بعد غم نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ایسا قرب کہ جس کے بعد بندے کے لئے دوری کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔ اور یہ فلاح توبہ کے ذریعے ملتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم روز توبہ کیا کریں۔ ممکن ہے کہ بعض ذہنوں میں یہ سوال ہو کہ بھئی ہم توبہ کس لئے کریں۔ ہم نے کون سے گناہ کئے ہیں۔ نہیں! گناہ ہم سے سرزد ہوتے ہیں۔ ارادتاً بھی اور بغیر ارادے کے بھی۔ لیکن شیطان ان گناہوں کو اتنا ہلکا بنا کے پیش کرتا ہے کہ ہم اس کو محسوس ہی نہیں کرتے۔ غیبت کی، اس کی نحوست کا پتہ ہی نہیں چلا تو یہ شیطان کا ایک خاص حربہ ہے کہ وہ گناہوں کو مزین کر کے پیش کرتا ہے اور بندہ گناہوں کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

توبہ کے دس اسباب:

توبہ کسے کہتے ہیں؟

تَنْزِيْهُ الْقَلْبِ مِنَ الذَّنْبِ

ترجمہ: دل کو گناہوں سے پاک کر لینا۔

اس کو توبہ کہتے ہیں۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے الایمان الاوسط کتاب میں دس اسباب بتائے ہیں۔ جن کے ذریعے سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ یہ بڑا اہم عنوان ہے۔ دل کے کانوں سے آپ سنیں۔ اور ان دس اسباب کو یاد رکھیں اور ان کے ذریعے سے اپنے گناہوں کو مٹانے کی کوشش کرتے رہیں۔ کہ وہ کون سے دس طریقے ہیں جن سے گناہ

معاف ہوتے ہیں۔ جن سے انسان کی خطاؤں کو اللہ رب العزت معاف فرما دیتے ہیں۔

پہلا سبب توبہ:

توبہ کا لغوی معنی کہ دل کو گناہ کے ارادے سے خالی کر دینا۔ توبہ یہ نہیں ہوتی کہ زبان پہ توبہ کے الفاظ ہیں اور دل میں گناہ کی لذت موجود ہے۔ اسی کو تو شاعر نے کہا کہ ع

توبہ برلب و درد دل گاؤ خر

زبان پہ توبہ ہے اور دل میں گائے اور گدھے کے خیالات ہیں۔ ہاتھ میں تسبیح ہے اور دل میں گناہ کی لذت اور حسرت موجود ہے۔ تو ایسی توبہ کے اوپر تو معصیت کو بھی ہنسی آتی ہے۔ توبہ کہتے ہیں

تَنْزِيْهُ الْقَلْبِ مِنَ الذَّنْبَ

ترجمہ: دل کو گناہوں سے پاک کر لینا۔

اس کا کیا مطلب ہے؟ جس وقت بندہ توبہ کر رہا ہو اس وقت اس کے دل میں یہ کیفیت ہو کہ اے مولا آج کے بعد میں تیرے حکموں کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ اگر اس وقت یہ کیفیت ہوئی تو آپ سمجھیں کہ یہ توبہ قبول ہے۔ اگر بعد میں پھر کسی وقت گناہ ہو جائے، پھر توبہ کر لے۔ گناہ کی مثال ایسے ہے کہ جیسے کپڑا میلا ہو جاتا ہے۔ اور توبہ کی مثال ایسے جیسے کپڑے کو صابن سے صاف کر لیا جاتا ہے۔ جب بھی کپڑا میلا ہو آپ اس کو فوراً صاف کر لیتے ہیں۔ کبھی کسی بندے نے سوچا کہ بھئی میں کیا دھوؤں پھر میلا ہو جائے گا۔ ہر بندہ کہے گا کہ ابھی تو اسے صاف کر لو۔ اگر پھر میلا ہو گیا تو پھر صاف کر لیں گے۔ تو توبہ کہتے ہیں گناہوں کے ارادے سے دل کو خالی کر لینا۔ اس لیے جب بندہ توبہ کر رہا ہے پکی نیت ہو۔ عزم جازم ہو پکا ارادہ ہو۔ کہ آج کے بعد میں نے یہ گناہ نہیں کرنا۔ اسے توبہ

کہتے ہیں۔ بعض نوجوان سوچتے ہیں۔ کہ گناہ سے بچنا تو بہت مشکل ہے۔ بلکہ آج کے دور میں تو گناہ سے بچنا ناممکن ہے۔ ایسی بات نہیں ہے۔ نیک روحیں آج بھی موجود ہیں۔ اور تقوی طہارت کی زندگی گزارتی ہیں۔

آدمی گناہوں سے بچتا کیسے ہے ایک مثال سنئے اگر ایک آدمی آپ کے پاس ایک پلیٹ کے اندر کوئی مٹھائی لائے اور کہے کہ اس میں ایک پیس کے اندر زہر ہے باقی سب ٹھیک ہیں آپ کھایئے تو کیا کھانا شروع کر دیں گے؟ آپ ہاتھ بھی نہیں لگائیں گے حالانکہ آپ کو پتہ ہے کہ ایک پیس کے اندر زہر ہے باقی میں زہر نہیں۔ مگر آپ کو یہ ڈر ہے کہ اگر میں نے اس کو کھالیا ہو سکتا ہے زہر ہو تو میری تو جان چلی جائے گی۔ اب اس مٹھائی میں لذت بھی ہے دل بھی چاہتا ہے کھانے کو مگر آپ قریب بھی نہیں جاتے۔ جس طرح جسمانی موت آنے سے ڈر کر آپ اس مٹھائی کے قریب نہیں جاتے اسی طرح اللہ والے روحانی موت کے ڈر سے گناہ کے قریب نہیں جاتے۔ وہ ڈرتے ہیں کہ ایسا نہ ہو پوری زندگی کا کیا کرایا ضائع نہ ہو جائے۔ ہر بندے کو محنت کے ضائع ہونے پر افسوس ہوتا ہے تو توبہ گناہوں کے ارادے سے دل کو خالی کر لینا ہے یعنی گناہوں کا ارادہ سرے سے ختم کر دینا۔ اور اس پر بھی توجہ فرمایئے کہ توبہ ہر بندے کے لئے ضروری ہے، نیک ہو یا بد ہو۔ توبہ ہر بندے کے لئے ضروری۔ مثال کے طور پر۔ کافر ہے تو اس کو کفر سے توبہ کرنی چاہیے۔ اگر مومن ہے تو اس کو کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنی چاہیے۔ جب کبیرہ گناہوں سے بچ گیا۔ اس کو غفلت میں گزرنے والے اپنے اوقات سے توبہ کرنی چاہیے۔ جو ذکر میں وقت گزارتا ہے اس کے بھی دماغ میں شیطان وساوس ڈالتا رہتا ہے۔ ان وساوس شیطانی اور نفسانی پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنی چاہیے۔ اور جس کو وساوس سے بھی اللہ تعالیٰ نے محفوظ فرمالیا۔ وہ اپنے اخلاص کی کمی پر اللہ تعالی کے سامنے توبہ تائب ہو جائے۔ کہ اے اللہ جتنے

خلوص سے عبادت کرنی چاہیے تھی ہم اتنے خلوص سے عبادت نہیں کر سکے۔تو معلوم ہوا کہ ہر بندے کو توبہ کرنی چاہیے اس لیے کہ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

دوسرا سبب استغفار:

استغفار کہتے ہیں گزرے ہوئے گناہوں پہ شرمندہ ہونا۔نادم ہونا۔افسوس کرنا۔دل میں یہ کیفیت ہونا کہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔میں غلط کر بیٹھا ہوں تو توبہ اور استغفار ملتے جلتے الفاظ ہیں مگر ان میں باریک سا فرق ہے۔وہ کیا! کہ استغفار کہتے ہیں گزرے ہوئے گناہوں پہ ندامت کو اور توبہ کہتے ہیں آیندہ گناہ نہ کرنے کے ارادے کو تو ہمیں استغفار بھی ہر وقت کرنا چاہیے اور توبہ بھی کرنی چاہیے کہ اے میرے مولا ہم بہت زیادہ نادم اور شرمندہ ہیں۔اس کا حکم دیا گیا ہے قرآن مجید میں ہے

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ

ترجمہ: تم اپنے رب کے سامنے استغفار کرو۔

اس استغفار پر انسان کو بہت انعام ملیں گے۔حدیث پاک میں آتا ہے۔قیامت کے دن جس بندے کے نامہ اعمال میں زیادہ استغفار کا عمل موجود ہوگا اس بندے کو مبارک ہو، قیامت کے دن اس کو بہت خوشی ہوگی۔تو ہمیں بھی چاہیے کہ استغفار کثرت سے کریں۔سو مرتبہ صبح سو مرتبہ شام کو استغفار کریں۔زیادہ کر سکتے ہیں تو زیادہ کریں۔اور ہمیں اگر استغفار کا صحیح طریقہ آجائے تو ہمارے چھوٹے موٹے مسئلے اللہ تعالیٰ ویسے ہی حل فرمادیں گے۔نہ کسی سے کوئی عمل پوچھنے کی ضرورت نہ کسی سے کوئی تعویذ لینے کی ضرورت ہے۔حضرت حسن بصری رحمہ اللہ ایک مرتبہ بیٹھے تھے۔ایک آدمی نے آکر کہا حضرت بہت گناہگار ہوں کوئی عمل بتادیں فرمایا استغفار کرو۔پھر ایک بندہ آیا کہ بہت دنوں سے بارش نہیں ہوئی۔کوئی عمل بتادیں۔فرمایا استغفار کرو۔ایک آدمی آیا جی بڑا غریب ہوں۔

کام نہیں چلتا کاروبار نہیں چلتا۔ مقروض ہوں کوئی عمل بتائیں ۔ فرمایا استغفار کرو۔ ایک آدمی آیا کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا عطا فرمادے۔ فرمایا استغفار کرو۔ پھر ایک آدمی آیا اور کہا کہ میرا باغ ہے۔ دعا کریں کہ باغ کا پھل مجھے اچھا مل جائے۔ مثلاً آج کے زمانے میں میرا بزنس اچھا چل جائے۔ میری yeild (پیداوار) اچھی ہو جائے۔ ایک آدمی آیا کہ دعا کریں کہ مجھے گھر میں میٹھا پانی مل جائے۔ چشمہ جاری ہو جائے فرمایا استغفار پڑھو۔ ایک آدمی سن رہا تھا اس نے کہا کہ حضرت آپ کے ہاتھ میں عجیب چیز آگئی جو آتا ہے اسے استغفار استغفار کرنے کو کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود فرمایا۔

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝

گناہ معاف ہوتے ہیں۔

يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝

استغفار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بارشیں نازل فرماتے ہیں۔

وَيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ

اور استغفار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مال کی ذریعے سے بندے کی مدد کرتے ہیں۔

وَّبَنِيْنَ

ترجمہ: اور بیٹوں کے ذریعے سے بھی اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے۔

وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ

ترجمہ: اور استغفار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ باغوں کا زیادہ پھل عطا فرمائے گا۔

وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا

ترجمہ: اور تمہیں پینے کے لئے میٹھے پانی کے چشمے عطا فرمائے گا۔

ایک استغفار کے اوپر یہ تمام نعمتیں ملتی ہیں۔ اگر آپ غور کریں آج ہمارے جتنے بھی پرابلم ہیں وہ ان میں کسی نہ کسی ایک سے وابستہ ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ یہ ہمارے لئے تریاق ہے۔ استغفار پڑھتے رہیں اور اللہ رب العزت ہمیں آخرت کے بھی درجات دیں گے۔ اور دنیا کی پریشانیوں سے بھی محفوظ فرمالیں گے۔ اس لئے ہمیں استغفار کثرت کے ساتھ کرنا چاہیے۔ مثلاً

أَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّي مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَ أَتُوبُ إِلَيْهِ

ترجمہ: میں اپنے اللہ سے جو میرا رب ہے ہر قسم کے گناہوں سے معافی مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔

یہ استغفار پڑھ لیں اگر کوئی بندہ ہر وقت یہ نہیں پڑھ سکتا تو أَسْتَغْفِرُ اللهَ أَسْتَغْفِرُ اللهَ اتنا ہی پڑھتا رہے تو اس لفظ سے بھی استغفار ہو جاتا ہے۔ مگر استغفار پڑھتے ہوئے دل میں ندامت کی کیفیت ہونی چاہیے۔ رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا نے ایک نوجوان استغفار پڑھ رہا تھا۔ مگر اس کا دل متوجہ نہیں تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ تم ایسا استغفار کر رہے ہو کہ اس استغفار پر تمہیں استغفار کرنا چاہیے۔ اگر دل کی توجہ کے ساتھ ہم یہ عمل کریں گے۔ تو اس کے ذریعے سے اللہ رب العزت ہمارے گناہوں کو معاف فرما دیں گے۔ ہر ایک بندے کو استغفار کرنا ہے۔ خاص طور پر نیکی کرنے والے کو زیادہ استغفار کرنا چاہیے۔ وہ کیوں بھئی؟ گناہ تو نہیں کیا نیکی کی ہے۔ مگر راز یہ ہے کہ ہم جو عبادتیں کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق نہیں کر پاتے۔ اس کی عظمت اتنی ہے اتنی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ

ترجمہ: اے اللہ ہم نے آپ کی عبادت ایسے نہیں کی جیسے کرنی چاہیے تھی۔

جب نبی علیہ السلام نے یہ کہہ دیا تو ہم کس کھیت کی گاجر مولی ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہماری عبادتیں اللہ تعالیٰ کے شان شایان ہیں ہی نہیں تو پھر اجر کیوں ملتا ہے؟ تو علماء نے لکھا کہ اجر ملنے کی مثال یہ ہے۔ اگر آپ کا بچہ پہلے دن سکول چلا جائے اور واپس آئے اور آپ کو تختی دکھائے کہ ابو میں نے لکھا ہے۔ اور اوپر اس نے ٹیڑھی میڑھی لکیریں لگائی ہوئی ہوں۔ اور سیاہی کے دھبے بھی لگائے ہوئے ہوں۔ کچھ سمجھ نہیں آتا کہ کیا لکھا ہے۔ تو بچے کا دل رکھنے کے لئے آپ اسکو آئس کریم لے دیتے ہیں۔ اب اس کو یہ جو آئس کریم ملی یہ خوشخطی کی بنا پر نہیں ملی۔ یہ آئس کریم شفقت کا اظہار ہے۔ باپ کو بیٹے کے اوپر شفقت ہے۔ بالکل اسی طرح ہماری عبادتیں اللہ تعالیٰ کے شان شایان نہیں ہوتیں۔ میرا مالک اس پر اجر کیوں دیتا ہے۔ اس شفقت، رحمت اور محبت کی بنا پر، جو اللہ کو اپنے بندوں کے ساتھ ہے۔ اسی لئے دین اسلام میں عبادتیں کرنے کے بعد استغفار کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اب جو بندہ وضو کرتا ہے۔ تو وضو سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ کہ آنکھوں سے گناہ کئے وضو کرتے ہوئے وہ گناہ دھل گئے۔ کلی کی زبان سے جو گناہ کئے وہ دھل گئے۔ ہاتھ سے جو گناہ کئے وہ ہاتھ دھونے سے دھل گئے۔ تو وضو ایسی عبادت کہ جس سے گناہ دھل جاتے ہیں مگر اس عبادت کے بعد بھی استغفار کا حکم ہے۔ چنانچہ وضو کی دعا سکھائی گئی۔ وضو کرنے کے بعد دعا ہے جس کے آخیر میں آتا ہے۔

اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ

ترجمہ: کہ اے اللہ میں آپ کے سامنے استغفار کرتا ہوں۔

یعنی وضو کر کے بھی استغفار۔ اچھا اس سے اور اعلیٰ عبادت نماز ہے۔ تو نماز کے بعد بھی استغفار کی تلقین کی گئی۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام سلام پھیرنے کے بعد ایک مرتبہ فرماتے اللہ اکبر اور تین مرتبہ فرماتے استغفر اللہ

استغفر اللہ استغفر اللہ۔ یہ استغفار کیوں کہا؟ یہ استغفار اس لئے کہا کہ یا اللہ مجھے جس حضوری کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے تھی۔ میں نہیں پڑھ سکا۔ اب میری اس ادھوری عبادت کو آپ قبول فرمالیں۔ تو جس نے کہا استغفر اللہ استغفر اللہ۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ہم کہتے ہیں پلیز، پلیز آپ مان جائیں تو بالکل اسی طرح استغفار کا مطلب ہے کہ ہم کہتے ہیں پلیز اللہ تعالیٰ آپ مان جایئے۔ میرے اس عمل کو قبول فرما لیجئے۔ اچھا اب دیکھئے نمازوں میں تہجد کی نماز ایک اعلیٰ عبادت ہے۔ اس پر بھی استغفار کی تلقین ہے۔ حالانکہ وہ ایسا وقت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں ہوتی ہے۔ مگر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ○ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ○

ترجمہ: وہ رات کے وقت تھوڑا عرصہ سویا کرتے تھے۔ اور آخر رات میں مغفرت مانگا کرتے تھے۔

وہ لوگ ساری رات عبادت میں گزار دیتے تھے۔ اور سحری کے وقت وہ بھی اللہ کے سامنے استغفار کرتے تھے۔

اچھا ایک اور عبادت ہے جس کو حج کہتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ حج مبرور کا بدلہ

لَيْسَ لَهُمْ جَزَاءُ اِلَّا الْجَنَّة

ترجمہ: جنت کے سوا اور کوئی دوسرا بدلہ نہیں ہو سکتا۔

اور جس کو حج مبرور نصیب ہو گیا۔ وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو کر لوٹتا ہے جیسے اس دن پاک تھا جب اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا۔ یعنی جس طرح اس دن گناہوں سے پاک تھا اگر اس کا حج قبول ہو جائے تو بندہ اس طرح گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

اب بتائیں کہ اتنا بڑا عمل ہے حج۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ تین عمل گناہوں کو بالکل مٹا دیتے ہیں۔

اَلْاِسْلَامُ يَهْدِمُ مَنْ كَانَ قَبْلَهٗ

ترجمہ: جو بندہ اسلام قبول کر لیتا ہے پہلے کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

ہجرت بھی اپنے سے پہلے سب گناہوں کو معاف کروا دیتی ہے۔ حج کرنے والا مقبول حج کرتا ہے تو اس کے بھی پہلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔تو کتنا بڑا عمل ہے۔ مگر حج کرنے والے کو بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم استغفار کرو۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ

ترجمہ: پھر تم لوٹ کر آؤ جہاں سے لوگ لوٹ کر آتے ہیں اور اللہ سے بخشش مانگو۔

مقام عرفات اور مزدلفہ سے آنے والوں کو حکم دیا جا رہا ہے۔اب تم منیٰ کی طرف آ گئے ہو اب تم بھی استغفار کرو۔تو حج پر بھی استغفار۔اور دیکھئے! نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی اتنی عبادت بھری زندگی، کامل زندگی۔اتنی عبادت فرماتے تھے۔

حَتّٰى يَتَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ

ترجمہ: یہاں تک کہ قدمین مبارک پر ورم آ جاتے تھے۔

اور آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا۔کیا میں نے اپنا مقصد پورا کر دیا؟ انہوں نے کہا اے اللہ کے نبی ﷺ آپ نے امانت کو پہنچا دیا۔امت کو صحیح نصیحت کر دی۔حق ادا کر دیا۔ نبی ﷺ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر فرمایا۔اے اللہ آپ گواہ رہنا۔اب اتنی کامل زندگی کہ جنہوں نے مقصد کو پورا کرنے کا حق ادا کر دیا۔جب وہ لوٹ کر واپس آتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو پیغام ملتا ہے۔ message مل جاتا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُO وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًاO فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ط اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًاO

ترجمہ: جب اللہ کی مدد اور فتح آ چکی اور آپ نے لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتے دیکھ لیا۔ تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور اس سے معافی مانگئے۔ بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

حیران ہوتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو استغفار کا حکم ہو رہا ہے۔ تو معلوم یہ ہوا کہ کسی اور مائی نے کوئی لال ایسا نہیں جنا جو یہ کہے کہ مجھے زندگی میں اب استغفار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تو استغفار سے بھی گناہ معاف ہوتے ہیں۔ دس اسباب جن کی وجہ سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ پہلا سبب توبہ اور دوسرا سبب استغفار۔

تیسرا سبب نیک اعمال:

تیسرا سبب جس سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں

الحسنات الماحیہ

کہ ہم جو نیک اعمال کرتے ہیں۔ تو نیک اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ

ترجمہ: بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

جس بندے نے گناہ زیادہ کیے ہوں۔ اب اس کو چاہیے کہ اتنی زیادہ نیکیاں کرے۔ تاکہ گناہوں کی compensation ہو جائے۔ مثال کے طور پر اگر کسی

بندے کو غیبت کی مرض تھی۔ اور اس نے غیبت کے ذریعے اللہ کے بندوں کو بہت تکلیف پہنچائی۔ تو اب اگر اس نے توبہ کر لی۔ اب اس کو چاہیے کہ اس زبان سے دین کی دعوت کا کام کرے۔ تا کہ اللہ کے بندوں کو خیر کی طرف بلائے۔ اور اس زبان کو اللہ کے دین کے لئے استعمال کرے۔ یا ایک بندہ شراب پیتا تھا۔ توبہ کر لی۔ اب اس کو چاہیے کہ وہ نیک اعمال کرے۔ بالخصوص اللہ کے بندوں کو پانی پلائے۔ سبیل لگائے۔ کیوں؟ جس قسم کا گناہ کیا تھا اب اسی قسم کی نیکی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس گناہ کو جلدی معاف فرما دیں گے۔ تو معلوم ہوا کہ اگر نیکیاں زیادہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو جلدی معاف فرمائیں گے۔ ایک بندہ بدنظری کرتا تھا۔ اس نے سچی توبہ کر لی اب اس کو چاہیے۔ کہ اللہ کے قرآن کی تلاوت زیادہ کرے۔ جن نگاہوں سے یہ غیر محرموں کو دیکھتا تھا۔ اب انہی نگاہوں کو اللہ کے قرآن میں ڈالے۔ تو اس عمل سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیں گے۔ اب ان نگاہوں سے اللہ کے گھر کو دیکھے۔ ان نگاہوں سے اللہ والوں کے چہروں کو دیکھے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ تو نیکیاں زیادہ کرنی چاہئیں۔ دوڑ دوڑ کر نیکیاں کریں۔ اور بھاگ بھاگ کے نیکیاں کریں۔ اور دستور یہی ہے کہ ادھار کی کوئی چیز ہوتی ہے نا تو تھوڑے وقت میں اس سے زیادہ کام نکالتے ہیں۔ اب دیکھیں! فرض کریں آپ کی استری اگر جل گئی۔ اور دفتر بھی جانا ہے۔ تو آپ کے گھر والی اپنی بہن کے گھر سے استری منگوا لیتی ہے۔ کہ ابھی تو خرید نہیں سکتے۔ تو جب وہ منگائے گی استری۔ تو فقط آپ کے کپڑے استری نہیں کرے گی۔ اپنے بھی کرے گی بچوں کے بھی کرے گی۔ دو چار دن کے کپڑے نکال لے گی۔ ایک دفعہ مانگا ہے بار بار تو نہیں چیز مانگی جاتی۔ تو معلوم ہوا جو مانگی ہوئی چیز ہوتی ہے۔ ادھار کا مال ہوتا ہے اس سے تھوڑے وقت میں زیادہ کام لیا جاتا ہے۔ اب اگر یہ اصول بنا تو یہ جسم

ہمارے پاس ادھار کا مال ہے۔ ہماری مِلک نہیں ہے۔ یہ ہماری ملکیت نہیں ہے۔ یہ ہمارے اللہ کی ملکیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی کے کچھ ایام کے لئے یہ ہمیں عطا فرما دیا ہے۔ جیسے کرائے کا مکان ہوتا ہے۔ آپ یوں سمجھیں کرائے کا جسم ہے اللہ نے ہمیں عطا کر دیا ہے۔ کہ بھئی کرائے کی گاڑی چلاتے ہو۔ اپنے کام نکالتے ہو۔ تم اس گاڑی کو بھی چلاؤ جتنی نیکیاں کر سکتے ہو کر لو۔ تو جب یہ ادھار کا مال ٹھہرا اب اس سے جتنا کام نکال سکتے ہیں نکال لیں۔ جتنی زیادہ نیکیاں کر لیں گے اتنا ہی زیادہ ہمیں فائدہ ہو جائے گا۔ اس لئے اللہ والے زندگی میں آرام نہیں کرتے۔ وہ آرام مرنے کے بعد کرتے ہیں۔ ان کی زندگی میں آرام نہیں ہوتا۔ ان کا دن نیکیوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ اور ان کی راتیں بھی ان کے دنوں کی مانند ہوا کرتی ہیں۔ ان کی زندگیوں میں پھر دن اور رات کا فرق ختم ہو جاتا ہے۔ یہ تو میرا اور آپ کا فرق ہے کہ رات آ گئی سو جائیں۔ اللہ والوں کی زندگیوں میں یہ فرق نہیں رہتا۔ ان کو رات رات نظر نہیں آتی۔ دن دن نظر نہیں آتا۔ وہ سمجھتے ہیں جب تک سانس میں سانس ہے ہم اپنے اللہ کے دین کا کام کرنے کے لئے حاضر ہیں۔ ایسے ہی صحابہ نے کام کیا تھا۔ تو ہم اس جسم کو جتنا نیکی میں کھپا لیں، تھکا لیں اتنا زیادہ بہتر ہے۔ اس لئے جب نیک آدمی دنیا سے فوت ہو گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتے کو فرماتے ہیں کہ جاؤ میرے بندے کو کہہ دو۔ یہ تھکا ماندہ آیا ہے۔ اب تم دلہن کی نیند سو جاؤ۔ کس کو کہیں گے کہ تھکا ماندہ آیا ہے جو کچھ کر کے آئے گا۔ اسی کو کہیں گے کہ تھکا ماندہ آیا ہے۔ اچھا یہاں محدثین نے ایک عجیب نکتہ لکھا۔ کہ یہ کیوں کہا کہ دلہن کی نیند سو جاؤ۔ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ میٹھی نیند سو جا، آرام کی نیند سو جا، پر سکون نیند سو جا۔ فقط یہ کیوں کہا کہ دلہن کی نیند سو جا۔ حدیث میں لفظ ہے دلہن کا۔ دلہن کی نیند سو جا۔ فرماتے ہیں اس لئے کہ عام دستور یہ ہے کہ دلہن کی رخصتی ہو اور پہلی رات اس کو بیڈ پر نیند آ جائے خاوند

کے انتظار میں تو دلہن جب سوتی ہے تو اس کو وہی جگاتا ہے جو اس کا محبوب ہوتا ہے۔ خاوند ہوتا ہے۔ دلہن کی آنکھ جب کھلی تو خاوند کے چہرے پر پڑی۔ یہ مومن آج قبر میں سو رہا ہے۔ قیامت کے دن اس کو وہ جگائے گا جو اس کا محبوب ہوگا۔ مومن کی آنکھ کھلے گی تو اسے اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔ اس لئے کہا کہ دلہن کی نیند سو جا۔ تو الحسنات الماحیہ۔ نیک کام زیادہ کرنے سے انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

چوتھا سبب دعا:

چوتھا سبب جس کی وجہ سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ فرمایا دعاء المومنین للمومن۔ مومن لوگ جب کسی کے لئے دعا کرتے ہیں۔ تو اس مومن کے گناہ اس وجہ سے بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ مسلم شریف کی روایت ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

جو بندہ مسلمان ہو جب فوت ہوتا ہے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے چالیس ایمان والے اکھٹے ہو جاتے ہیں یعنی نماز جنازہ میں اگر چالیس بندے بھی شریک ہو جائیں۔ جو توحید والے ہوں مشرک نہ ہوں۔ مگر ان چالیس بندوں کی جنازہ کی نماز پڑھنے پر اللہ تعالیٰ میت کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔

مومنین کی دعا سے گناہ معاف ہو گئے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ لہذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے گھر والوں کے لئے دوستوں کے لئے بھائیوں کے لئے اپنے ملک کے لئے دعائیں مانگا کریں۔ ہماری دعاؤں سے پتہ نہیں اللہ تعالیٰ کن کن کے گناہوں کو معاف فرما دے۔ اور ویسے بھی حدیث پاک میں آتا ہے کہ دوست کی دعا اگر پیٹھ پیچھے دوست کے لیے مانگی جائے اسے اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتے ہیں۔ اچھا مسافر کی دعا بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں حدیث پاک میں آتا ہے۔ ہم میں سے کتنے لوگ ہیں سفر پہ نکلتے

ہیں۔اور پھر کیا ہم سفر میں کبھی گڑگڑا کے دعائیں مانگتے ہیں۔؟اپنے لئے گھروالوں کے لئے حالت سفر میں ہیں دھیان ہی نہیں ہوتا۔دھیان کیوں نہیں ہوتا۔؟دل میں ابھی آگ نہیں نہ لگی ۔جب آگ لگ جائے گی تو یہ انسان احساس کرے گا۔اور طریقے ڈھونڈے گا کہ کس کس طریقے سے اور کس کس موقع پر میرے گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔تو بحر حال دعاؤں میں کمی نہیں کرنی چاہیے۔خوب دعائیں مانگنی چاہئیں۔اور پوری امت کے لئے دعائیں مانگنی چاہئیں۔اس لئے قرآن مجید میں دعا سکھائی گئی

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَان

ترجمہ:اے ہمارے رب ہمیں معاف کردے اور ہمارے وہ بھائی جو ایمان کے ساتھ جا چکے ہیں ان کو بھی معاف کردے۔

اپنے سے پہلے جو ایمان والے چلے گئے ان کی بھی مغفرت کی دعا ہمیں سکھائی گئی۔تو معلوم ہوا کہ دعا سے اللہ تعالیٰ دوسرے مومنین کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔تو یہ چوتھا سبب ہے گناہ کے معاف ہونے کا۔حدیث پاک میں آتا ہے۔عمر رضی اللہ عنہ جارہے تھے عمرے کے لئے۔تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں رخصت کیا اور رخصت کرتے ہوئے فرمایا۔اے بھائی ہمیں اپنی دعا میں نہ بھولنا۔تو نبی ﷺ نے امت کو تعلیم دی۔اگر محبوب ﷺ عمر رضی اللہ عنہ کو دعا کے لئے فرماتے ہیں۔تو ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی اپنے ساتھیوں کو بھائیوں کو دعا کے لئے کہا کریں۔تو مومن کی دعا سے بھی اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔

پانچواں سبب صدقہ:

پانچواں سبب جس سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔فرمایا صدقہ جاریہ میت کی طرف سے کوئی نیک کام اگر کیا جائے۔تو اس نیک کام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس میت کے گناہوں

کو معاف فرما دیتے ہیں۔جیسے دعا سے گناہ معاف ہوتے ہیں تو نیک کام سے بھی گناہ معاف ہوتے ہیں۔جیسے ان کی طرف سے صدقہ دے دیا جائے۔ اب کسی کے والدین فوت ہوئے ، وہ ان کی طرف سے مسجد بنا دے مدرسہ بنا دے۔یا کسی مستحق غریب فقیر کو دے دے۔اپنے والدین کو ثواب پہنچانے کی نیت سے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کے والدین کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔تو اس سے بھی گناہ معاف ہوتے ہیں۔ چنانچہ نبی ﷺ جیسے امت کی طرف سے قربانی کرتے تھے۔اس طرح دوسروں کی طرف سے قربانی کر سکتے ہیں۔اس سے بھی گناہ معاف ہوتے ہیں۔تو کوئی بھی نفلی نیک کام جو کسی کی طرف سے کر دیا جائے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ واقعہ لکھا ہے فضائل صدقات میں۔ایک اللہ والے تھے کسی قبرستان کے قریب سے گزرے تو انہوں نے کچھ پڑھ کر قبرستان کے مردوں کو بخش دیا۔ رات خواب میں دیکھا کہ قبرستان کے مردے ایک جگہ اکٹھے ہیں۔اچانک ایک بندہ ایک بڑی ساری گٹھڑی لے کر آیا۔اور گٹھڑی اس نے رکھ دی اور سارے کے سارے جو مردے تھے وہ اس گٹھڑی کی طرف بھاگے۔ایک بندہ پیچھے بیٹھا رہا۔انہوں نے بندے سے پوچھا کہ معاملہ کیا۔اس نے کہا کہ ہم لوگ اب یہاں پر اس جہان میں ہیں۔ ہمارے پیچھے اگر کوئی پیار و محبت والا کوئی تحفہ بھیجتا ہے ہدیہ بھیجتا ہے نیک عمل کا تو یہ ہمیں ڈاک ملتی ہے جیسے دنیا میں لوگوں کو ڈاک مل جاتی ہے۔تو یہ ڈاک آئی ہے اب ہر بندہ اپنی ڈاک کو لینے کے لئے وہاں جا رہا ہے۔اس نے کہا کہ آپ کیوں نہیں جا رہے ہیں۔تو اس نے کہا میں بعد میں لے لوں گا۔کیا تمہیں ضرورت نہیں ہے؟۔اس نے کہا ضرورت تو ہے مگر الحمد للہ میرا ایک بیٹا ہے۔اور اسے قرآن کا حافظ میں نے بنا دیا اور روز وہ قرآن پڑھتا رہتا ہے۔اور اس کی مجھے اتنی ڈاک ملتی ہے۔کہ مجھ پر اللہ کا فضل ہے۔اس نے کہا تیرا بیٹا

کون؟ اس نے خواب میں بتایا کہ فلاں جگہ اس کی دکان ہے۔ یہ بزرگ دوسرے دن بازار میں گئے تو دیکھا ایک نوجوان ہے اور وہ بیٹھ کے دکانداری کر رہا ہے۔ گاہک آتے ہیں تو وہ ان کو سودا دیتا ہے اور جب گاہک چلے جاتے ہیں تو وہ اللہ کا قرآن پڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ تو یہ پہچان گئے کہ اس بچے کے قرآن پڑھنے کی وجہ سے اس کے والد کے درجات بلند ہو رہے ہیں۔ اللہ کی شان کہ کچھ عرصے کے بعد پھر اسی جگہ سے گزرنا ہوا۔ پھر کچھ پڑھ کے قبرستان کے مردوں کو بخشا۔ رات کو پھر خواب دیکھا ایک آدمی گٹھڑی لایا اور جب اس نے کھولی تو سارے بندے اس کی طرف گئے۔ اب یہ بندہ جو پچھلی دفعہ بیٹھا تھا نا یہ بھی بھاگا۔ انہوں نے پوچھا کہ بھئی کیا معاملہ۔ کہنے لگا ایک ایکسیڈنٹ میں میرے بچے کی وفات ہوگئی۔ اب اور کوئی بھیجنے والا ہے نہیں۔ اب جو جنرل ڈاک آتی ہے میں اس میں سے جا کے اپنا حصہ لے لیتا ہوں۔ تو دیکھئے اپنی اولادوں کو عالم بنانا، حافظ بنانا، نیک بنانا اس کا اجر ہمیں اگلے جہان میں پہنچتا رہے گا۔

چھٹا سبب مصیبت پر صبر:

چنانچہ چھٹا سبب جس کی وجہ سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ فرمایا مومن کو اس دنیا میں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے اس مصیبت کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ پریشانی چھوٹی ہو یا بڑی۔ ہر پریشانی پر مومن کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی ﷺ تشریف فرما تھے چراغ جل رہا تھا ہوا کا جھونکا آیا اور چراغ بجھ گیا نبی ﷺ نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ بڑی حیران ہوئیں اے اللہ کے نبی ﷺ یہ تو اس وقت پڑھا جاتا ہے جب کوئی آدمی فوت ہوتا ہے نبی ﷺ نے فرمایا یہ (ہر) مصیبت کے وقت پڑھا جاتا ہے اس کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اس مصیبت کے اوپر بندے کو اجر عطا فرما دیتے ہیں۔ اب سوچنے کی بات ہے کہ اگر

چراغ بجھنے پر مومن کے لئے مصیبت ہوتی ہے اور اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں تو جب گھر میں کسی بندے کی زندگی کا چراغ گل ہو جائے اور پھر اس پر صبر کر لے تو اللہ کی طرف سے کتنا اجر ملے گا۔ تو جو بھی مصیبتیں آتی ہیں ان سے انسان کے گناہ معاف ہوتے ہیں حتیٰ کے علماء نے لکھا ہے کہ ایک بندے کی دو جیبیں تھیں اب اس کی عادت تھی ایک جیب میں کچھ پیسے رکھنے کی مگر غلطی سے ایک مرتبہ وہ دوسری جیب میں رکھ بیٹھا اسے یاد نہ رہا اب جب نکالنے کا وقت آیا تو حسب دستور اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور جیب خالی تھی تو اسے یکدم شاک ہوا کہ میرے پیسے کہاں گئے پھر دوسری جیب میں اسے مل بھی گئے تو یہ جو ایک لمحے کی پریشانی آئی تو اللہ اس پر بھی گناہ معاف فرما دیتے ہیں مومن کے تو مزے ہیں ہر چھوٹی بڑی پریشانی پہ گناہ معاف ہوں گے۔ بس پریشانی پر صبر کر لیں۔ بے صبر ابن جائے گا تو پھر گناہ معاف نہیں ہوں گے۔

یہاں پر ایک بات تفصیل سے ذرا سمجھنے والی ہے۔ یہ مصیبت مانگنی نہیں چاہیے۔ ہم اس قابل نہیں ہیں۔ کہ ہم مصیبتوں کو برداشت کر سکیں۔ ہم بہت کمزور ہیں۔ مصیبت مانگیں نہیں لیکن اگر اللہ کی مشیت سے آجائے تو اس پر صبر کر لیا کریں۔ اب اس مصیبت پر ہمارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اب مصیبت دو طرح سے آتی ہے۔ کبھی کبھی تو بندے کے گناہوں کا وبال بن کے آتی ہے۔ اور کبھی کبھی بندے کے درجات بڑھانے کے لئے آتی ہے۔ مثلاً بندے نے دعا مانگی یا اللہ مجھے اپنا قرب عطا کر دے۔ اب اس کے عمل تو ایسے ہیں نہیں کہ اس کو قرب ملے۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کر لی۔ دعا قبول کر کے پھر کیا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کوئی چھوٹی موٹی پریشانی کوئی حالات کی تنگی ایسی بھیج دیتے ہیں۔ بندہ جب اس پر صبر کرتا ہے۔ اس صبر کو اللہ تعالیٰ بہانہ بنا کر اس بندے کو اپنا قرب عطا فرما دیتے ہیں۔ تو مصیبت دو طرح سے آتی ہے کبھی گناہوں کی سزا کے طور پر اور کبھی بندے

کے درجات کو بڑھانے کے لیے تو ہمیں کیسے پتہ چلے کہ یہ مصیبت کیوں آئی۔ اب اس کی پہچان سن لیں۔ آپ اندازہ لگاسکیں گے میرے اوپر یہ پریشانی کیوں آئی ہے۔ جب مصیبت آئے اور مصیبت کی وجہ سے بندے کے اندر شکوے شکایتیں پیدا ہو جائیں۔ اللہ میری دعا نہیں سنتا۔ میں نے بڑی دعا مانگی ہے۔ او جی کیا کریں حالات ٹھیک نہیں ہو رہے۔ لوگوں کے سامنے شکوے کرتا پھرتا ہے۔ جو بندہ مصیبت پر لوگوں کے سامنے شکوے کرے۔ اور دوسرا اس کے دل میں مایوسی بھی ہو اللہ کی طرف سے۔ یہ دو اس بات کی علامتیں ہیں۔ کہ یہ بندہ اس مصیبت میں گناہوں کے وبال کے طور پر گرفتار کر لیا گیا ہے۔ آپ کچھ لوگوں کو دیکھتے ہیں ذرا سی پریشانی آئی اور مسجد آنا بند۔ آپ پوچھیں کہ آپ کو مسجد میں نہیں دیکھا کیا بات ہوگئی۔ او جی کچھ کاروباری پریشانی ہے۔ ذرا ٹھیک ہوگئی تو میں آؤں گا۔ یعنی کاروباری پریشانی آئی تو جو در سب سے پہلے چھوٹا وہ خدا کا در تھا۔ خدا کا در چھوٹ گیا۔ نمازیں چھوٹ گئیں۔ تلاوت چھوٹ گئی۔ اعمال چھوٹ گئے۔ جب اعمال سے بندہ محروم ہو جائے۔ لوگوں کے سامنے شکوے کرنے لگ جائے۔ اور مایوسی کی کیفیت ہو جائے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مصیبت اس کے گناہوں کا وبال بن کے آئی ہے۔ اور جب مصیبت تو آئے لیکن بندہ اعمال میں آگے بڑھ جائے۔ پہلے فرض نمازیں پڑھتا تھا اب اشراق بھی پڑھ رہا ہے اوابین بھی پڑھ رہا ہے۔ تہجد بھی پڑھ رہا ہے۔ صلوۃ الحاجت بھی پڑھ رہا ہے۔ پہلے ایک پاؤ قرآن پڑھتا تھا اب ایک پارہ پڑھ رہا ہے۔ یٰسین پڑھ رہا ہے۔ پہلے دو منٹ دعا مانگتا تھا اب دس دس پندرہ پندرہ منٹ بیٹھ کے دعا مانگ رہا ہے۔ جب بندے پر مصیبت کی وجہ سے بندے کے اعمال میں اضافہ ہو جائے۔ اور بندے کے دل میں اللہ سے امید لگی ہو۔ کہ میرا اللہ اس مصیبت کو ٹال دے گا۔ یہ دو علامتیں ہے کہ یہ مصیبت بندے کے درجات کو بڑھانے کے لئے آئی ہے۔ ہمارے

بزرگ تو مصیبتوں کے آنے پر زیادہ خوش ہوتے تھے بھئی کیوں؟ بڑے لوگ تھے وہ کہتے تھے خوشیاں سلاتی ہیں اور غم جگاتے ہیں۔ غم ہوتا ہے تو فکر ہوتی ہے۔ کسی نے کہا۔

سکھ دکھاں توں دیواں وار

دکھاں آن ملایوں یار

میں سکھوں کو دکھوں کے اوپر قربان کر دوں ان دکھوں نے مجھے میرے یار سے ملا دیا۔ یہ مصیبتیں بھی کئی دفعہ رحمت ہوتی ہیں۔ اب کئی مرتبہ دعا مانگی یا اللہ میرے گناہ معاف کر دے۔ اللہ نے دعا قبول کر لی۔ اب گناہ معاف کرنے کے لئے اللہ نے چھوٹی سی پریشانی بھیج دی۔ اب ہم پریشانی پہ شکایتیں شروع کر دیتے ہیں۔ او خدا کے بندے ہم نے ہی تو دعا مانگی تھی۔ اب پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ اس لئے یہ اصول بنا لیں کہ مصیبت پریشانی کے آنے پر کبھی مخلوق کے سامنے شکوہ نہ کریں۔ کبھی بھی شکوہ نہ کریں۔ صبر کر لیں۔ صبر کا اجر یہ ہوگا کہ مصیبت کو اللہ تعالیٰ آخرت میں آپ کے درجات بڑھنے کا سبب بنا دیں گے۔ تو چھوٹی موٹی پریشانی مصیبت اس پر فوراً گلے شکوے شروع کر دینا یہ عادت اچھی نہیں ہوتی۔ صبر کر لیجئے ہم امتحان کی جگہ پر ہیں۔ یہاں کون بندہ ہے جس کے اوپر پریشانی نہیں آئے گی۔ اس دنیا میں کوئی بندہ ایسا نہیں جسے کوئی پریشانی نہ ہو۔ فرق اتنا ہے کچھ دنیا کے لئے پریشان ہوتے ہیں اور اللہ والے دین کے لئے پریشان ہوتے ہیں۔ پریشان سب ہوتے ہیں۔ راتوں کو رو رو کر وقت گزرتا ہے ہمارے اللہ والوں کا۔ نبی ﷺ راتوں کو امت کے لئے رویا کرتے تھے تو اس دنیا میں تو پریشانیاں آتی ہی ہیں۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ

ترجمہ:اور ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے۔

مگر جو صبر کرنے والا ہوگا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ

ترجمہ:اور صبر کرنے والوں کو بشارت عطا کر دیجئے۔

اس لئے ذرا ذرا سی بات پہ شکایتیں کرنا لوگوں کو بتاتے پھرنا لوگوں کو کہتے رہنا یہ حقیت میں اللہ کی شکایت ہوتی ہے۔اس لئے ایک بزرگ کہتے تھے میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا کہ میرے بندے لوگوں کو کہہ دو کہ ذرا سا ان کو کوئی تنگی آتی ہے۔ یہ فوراً لوگوں کے درمیان بیٹھ کے میرے شکوے شروع کر دیتے ہیں۔ جب کہ ان کے نامہ اعمال گناہوں سے بھرے ہوئے میرے پاس آتے ہیں ۔ میں فرشتوں میں ان کی شکایات تو نہیں بیان کرتا۔یہ بھی اللہ کے شکوے ہوتے ہیں کہ جی یہ کام نہیں ہوا وہ کام نہیں ہوا۔ہاں اگر کسی کو کہنا ہے دعاؤں کے لئے اس کو تو بندہ حالات کھولتا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے طبیب کے سامنے بندہ مرض کو کھولتا ہے۔تو یہ تو ٹھیک ہے۔لیکن ہر بندے کو بتاتے پھرنا یہ عادت ٹھیک نہیں ہے۔ دو منٹ کے لئے بیٹھے عورتوں کی عادت ہوتی ہے او جی خاوند ایسا نہیں خاوند ٹھیک نہیں ساس ایسی نہیں وہ دو منٹ میں باہر کا بھی بتا جاتی ہیں اور جو پیٹ میں ہوتا ہے اس کے بارے میں بھی بتا جاتی ہیں۔ان کی یہ حالت ہوتی ہے۔تو کبھی اس قسم کے حالات مخلوق کے سامنے نہ کہیے۔ ہم مخلوق کے سامنے کہتے ہیں اور مخلوق خود محتاج ہوتی ہے۔تو بس یہ فیصلہ کر لیں کہ میرا مولا نے مجھے جس حال میں رکھا ہے میں اپنے مولا پہ راضی ہوں۔ میں اپنے اللہ پہ راضی ہوں۔ جب آپ اپنے رب سے راضی ہوں گے۔پھر آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں کیسے نازل ہوں گی۔ایک ہم نے دنیا کی مثال

دیکھی ہے۔ کہ اگر کوئی بندہ گھر میں مٹھائی لائے بالفرض اور وہ بچوں میں تقسیم کرے اور ایک بچے کا حصہ ذرا کم بچ جائے اور وہ بچہ آگے سے خوشی خوشی لے لے۔ تو باپ بھی اس بات کو یاد رکھتا ہے۔ اور دوسری مرتبہ اسے کئی گنا زیادہ چیز لا کے دے دیتا ہے۔ اس لئے کہ اس بچے نے صبر کر لیا تھا۔ اسی طرح جب پریشانیاں آتی ہیں۔ تو جو بندہ صبر کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں میرے بندے نے میری دی ہوئی مصیبت پر صبر کر لیا اب میں اس بندے کے لئے راحت کا انتظام فرما دیتا ہوں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ آسانی فرما دیتے ہیں۔ یہ مصیبتیں مومن کے گناہوں کو معاف کروانے کا سبب بن جاتی ہیں۔ کاروباری پریشانی، گھر کی پریشانی، بیماری یا حاسد کا حسد کرنا کوئی بھی ایسی چیز ہو اس کی وجہ سے بندے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ تو آپ پریشان نہ ہوا کریں اس معاملے میں بلکہ یہ کہا کریں کہ اے اللہ ہم اس قابل تو نہیں ہمیں اس کو برداشت کرنے کی ہمت بھی عطا فرما اور ہماری امیدوں سے بھی بڑھ کر ہمیں اجر اور بدلہ عطا فرما۔ تو اللہ تعالیٰ ان مصیبتوں اور پریشانیوں پر بندے کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ اور آخرت کے درجات عطا فرما دیتے ہیں۔ اور دنیا کی پریشانیاں بھی کیا پریشانیاں ہیں۔ ذرا توجہ فرمائیے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو بندہ دنیا میں سب سے زیادہ پریشان ہوگا۔ اب کیسے کیسے پریشان لوگ دنیا میں آئے۔ ذرا توجہ کیجئے۔ میں کبھی سوچتا ہوں کہ بہادر شاہ ظفر وقت کا بادشاہ تھا اور اس کو دعوت پہ بلایا گیا۔ جب وہ برتن کھولتا تھا اس کے بیٹے کا سر اس میں رکھا ہوا ہوتا تھا۔ فرنگیوں نے اس کے بیٹوں کو ذبح کر کے ان کے سر اس کے سامنے دستر خوان پہ رکھے۔ جس باپ کے اوپر یہ غم آیا۔ ایک برتن کھولا بیٹے کا سر، دوسرے میں دوسرے بیٹے کا۔ بیٹوں کے سر جس کو برتن میں ملیں اس پر کیا غم آیا ہوگا۔ تو ایسے ایسے حالات بھی آئے۔ لیکن جو بندہ ایسا ہوگا۔ کہ سارے انسانوں میں سب سے زیادہ مصیبت کا وقت جس نے گزارا

ہو گا۔ خوشی دیکھی نہیں ہو گی۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس بندے کو کھڑا کریں گے۔ اور اس کو جنت کے دروازے پر کھڑا کر کے جنت کی ہوا کا جھونکا لگوائیں گے۔ اور پوچھیں گے میرے بندے تم نے غم اور پریشانی کو دیکھا؟ وہ غم سارے بھول جائے گا۔ قسم اٹھا کے کہے گا کہ میں نے کبھی غم تو دیکھا ہی نہیں۔ ایک جنت کا جھونکا ساری زندگی کے غموں کو بھلا کے رکھ دے گا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ اس بندے کو لائیں گے۔ جس نے سب سے زیادہ عیاشی میں وقت گزارا ہو گا۔ اور اس بندے کو جہنم کی ہوا کا ایک جھونکا لگوائیں گے۔ اور پوچھیں گے میرے بندے تو نے کبھی خوشی کو دیکھا عیش آرام کو دیکھا۔ وہ قسم کھا کر کہے گا کہ میں نے کبھی کوئی خوشی اور آرام کو دیکھا ہی نہیں تھا۔ تو جہنم کا ایک جھونکا ساری زندگی کی خوشیوں کو مٹا کر رکھ دے گا۔ اور جنت کا ایک جھونکا سارے غموں کو مٹا کر رکھ دے گا۔ تو یہ دنیا کے غم اور پریشانیاں کیا ہیں۔ تھوڑی دیر کی بات ہے پھر دیکھنا آگے جا کے کیا ملتا ہے۔ تو اس زندگی میں ذرا صبر کر لیجیے۔

نور میں ہو یا نار میں رہنا
ہر جگہ یاد یار میں رہنا
چند جھونکے خزاں کے بس سہہ لو
پھر ہمیشہ بہار میں رہنا

یہ دنیا کی زندگی ہے اس میں خزاں کے چند جھونکے برداشت کر لیجیے۔ پھر اللہ تعالیٰ جنت میں ہمیشہ کی خوشیاں عطا فرما دیں گے۔

ساتواں سبب ضغطہ قبر:

ساتویں چیز جس سے بندے کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ مومن کو قبر میں جب دفن کیا جاتا ہے قبر میں جب اس کو ضغطہ قبر پیش آتا ہے۔ جب قبر دباتی ہے۔ یا خوف ہوتا ہے

اس کو قبر کے عذاب کی وجہ سے۔اس خوف اور تنگی کی وجہ سے بھی اس بندے کے گناہ کو مٹا دیا جاتا ہے۔ یہ ضغطہ قبر بھی پیش آتا ہے اور یہ بھی ہر ایک کو پیش آتا ہے۔ یہ بھی ذرا توجہ سے سنئے گا۔نیکوں کو بھی اور بروں کو بھی ضغطہ قبر پیش آتا ہے۔ فرق یہ ہوگا کہ بروں کو زیادہ ہوگا۔کہ پسلیاں ادھر کی اُدھر چلی جائیں گی۔اور نیکوں کو کم ہوگا مگر آئے گا ضرور۔ ہاں اللہ جس کو چاہے اس سے معاف فرمادے۔حدیث پاک میں آتا ہے۔توجہ فرمایئے گا۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ صحابی ہیں ان کی وفات ہوئی نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی جب جانے لگے دفن کے لئے تو پنجوں کے بل چلنے لگے۔تو صحابہؓ نے پوچھا کے ایک اللہ کے نبی ﷺ آپ کو کبھی ایسے چلتے تو نہیں دیکھا۔فرمایا حضرت سعد کے جنازے میں شرکت کے لئے اتنے فرشتے آسمان سے اترے ہیں مجھے پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں مل رہی۔اتنے فرشتے جن کے نمازِ جنازہ میں آئے۔ نبی ﷺ نے ان کو دفن کر کے فرمایا۔کہ حضرت سعدؓ کو بھی ضغطہ قبر پیش آیا ہے۔تو پھر ہماری کیا اوقات ہے۔ یہ ضغطہ قبر پیش آتا ہے۔

یہ کیسے پیش آتا ہے؟ علماء نے لکھا ہے جیسے آپ دنیا میں آئسکریم کھائیں تو اس کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اگر آپ ائر کنڈیشنر چلائیں تو اس کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ ہر چیز کی ایک قیمت ہے۔تو یہ جو ضغطہ قبر ہے یہ دنیا کی لذتوں کی قیمت ہے۔جس بندے نے دنیا میں جتنی زیادہ لذتیں لی ہوں گی۔اس کے تناسب سے اسے ضغطہ قبر پیش آئے گا۔اس لئے ہمارے بعض بزرگوں کا یہ عمل بھی ہے۔ جب سالن کھاتے تھے اور سالن میں مزا آتا تھا تو سالن میں تھوڑا پانی ملا دیتے تھے۔کہ نفس کو کیا لذت دینی کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے ضغطہ قبر نہ پیش آجائے۔تو ہمارے اکابر اتنا لذتوں سے ڈرتے تھے۔اور ہم لذتوں پہ مرتے پھرتے ہیں۔چلو بھئی حرام لذتیں تو چھوڑ دیں۔حلال لذتیں اللہ نے حلال فرمائی

ہیں۔ حرام تو چھوڑیں۔ ہم حرام لذتوں کے پیچھے بھاگتے پھرتے ہیں۔ ادھر آنکھ اٹھا کے دیکھتے ہیں ادھر موبائل پہ بات ہوتی ہے۔ کیا ان کی قیمت ادا نہیں کرنی پڑے گی؟ یہ تو قبر میں جا کے پتہ چلے گا۔ تو یاد رکھئے کہ ضغطہ قبر دنیا کی لذتوں کے تناسب سے ہوگا۔ جس نے دنیا میں سادہ زندگی گزاری ہوگی اس کو ضغطہ قبر کم پیش آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ چاہیں گے جس بندے سے معاف بھی فرمادیں گے۔ اس کو ضغطہ قبر پیش ہی نہیں آئے گا۔ لیکن جس کو پیش آیا اس ضغطہ کی وجہ سے اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ تو قیامت کے دن اس کے گناہ کم پیش کیے جائیں گے۔

آٹھواں سبب قیامت کی گرمی:

آٹھواں سبب جس کی وجہ سے گناہ معاف ہوں گے۔ توجہ فرمائیے۔ فرمایا۔ قیامت کے دن جب لوگ کھڑے ہوں گے۔ اس وقت لوگوں کو ایک خوف ہوگا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ لوگ کھڑے ہوں گے۔ جہنم کو پیش کیا جائے گا۔ جہنم جوش میں ہوگی۔ اس کے اندر ابال ہوگا۔ اے اللہ مجھے ان بندوں تک پہنچنے دے جو تیرے حکموں کی نافرمانی کرتے تھے۔ جہنم کے غصے کو دیکھ کر لوگوں پر ایک ہیبت طاری ہو جائے گی۔ تو حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ جہنم کی آگ کے انگارے اوپر اٹھیں گے۔ اور اس وقت انبیاء میں سے کوئی نبی بھی ایسا نہیں ہوگا جس کو یہ ڈر نہیں ہوگا کہ کہیں یہ انگارے میرے اوپر نہ آجائیں۔ وہ بھی ڈر رہے ہوں گے۔ کہ پتہ نہیں آج یہ انگارے کیا کریں گے۔ انبیاء بھی تھرا رہے ہوں گے۔ اتنا ڈر کا وقت ہوگا۔ وہ جو قیامت کے دن کا انسان کو خوف اور دہشت پیش آئے گی یا قیامت کے دن کی جو دھوپ ہوگی جس سے بندے کو پسینہ آئے گا۔ اس سے اللہ تعالیٰ بندے کے گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔

نواں سبب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت:

نواں سبب جس سے کہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔ فرمایا گیا کہ قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنے گناہگار امتیوں کی شفاعت کریں گے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے بھی اس کے گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔ سبحان اللہ! حدیث پاک میں آتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کی شفاعت نیکوں کے لئے ہوگی۔ فرمایا میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہوں میں مرتکب ہونے والوں کے لئے ہوگی۔ کہ گناہ تو کر بیٹھے ہوں گے مگر نادم بھی ہوں گے پشیمان بھی ہوں گے۔ اور کوشش بھی کریں گے دین پر چلنے کی تو ان کے ان گزرے ہوئے گناہوں پر میری شفاعت ہوگی۔ اللہ ان کے گناہ کو معاف فرمادیں گے۔ ایک اور حدیث پاک ہے ذرا دل کے کانوں سے سنئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا کہ اے میرے محبوب یا تو ہم آپ کی آدھی امت کو جنت میں داخل کردیں گے یہ پسند کرلیں یا پھر قیامت کے دن جس کی آپ شفاعت کریں گے وہ پسند کرلیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے سامنے دونوں چیزوں کو پیش کیا گیا میں نے شفاعت کو پسند کرلیا شفاعت کی وجہ سے آدھی سے زیادہ میری امت کو جنت میں داخل کردیا جائے گا۔ اللہ اکبر کبیرا!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے ایک دعا ایسی مانگنے کا اختیار دیا کہ جیسے مانگی جائے گی وہ دعا ویسے ہی قبول ہوجائے گی۔ صحابہؓ نے پوچھا کیا انبیاء کرامؑ نے دعائیں مانگیں؟ فرمایا ہاں سب انبیاء نے دعائیں مانگیں۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دعا مانگی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دعا نہیں مانگی میں نے اس کو ذخیرہ بنالیا قیامت کے دن جب میری امت کے لوگ کھڑے ہوں گے اللہ کے سامنے میں اس وقت وہ دعا مانگوں گا اور جنت میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک کہ میرا آخری امتی بھی

داخل نہیں ہو جائے گا۔ نبی ﷺ کی شفاعت جو لوگ چاہتے ہیں کہ حاصل ہو ان کو دو عمل کرنے چاہئیں ایک تو سنتوں پر عمل کرتے ہوئے دین کا کام کریں۔ جو نبی ﷺ کا غم تھا اس کو اپنا غم بنائیں اپنے آپ کو نبی ﷺ کی سنتوں سے سجائیں اور دین کے کام کو اپنا کام بنائیں اور ایک تہجد کی پابندی کریں۔ چونکہ مفسرین نے ایک نکتہ لکھا ہے اب طالب علم ہونے کے ناطے وہ نکتہ آپ کو بتا دوں۔ سنئے ذرا توجہ فرمایئے گا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں۔ اپنے پیارے محبوب ﷺ کو۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ

ترجمہ: اے محبوب رات کو آپ تہجد ادا فرمایئے۔

اب محبوب کو حکم ہے فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ اس تہجد پڑھنے پر ملے گا کیا۔

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

ترجمہ: آپ کا پروردگار آپ ﷺ کو مقام محمود عطا فرمائے گا۔

یہاں مفسرین نے نکتہ لکھا۔ محبوب ﷺ کے ساتھ تہجد پڑھنے پر جیسے اللہ نے مقام محمود کا وعدہ فرمایا۔ جو امتی تہجد کی پابندی کرے گا اس کو مقام محمود پر نبی ﷺ کی شفاعت نصیب ہو گی۔

دسواں سبب اللہ تعالیٰ کی رحمت:

دسواں سبب جس کی وجہ سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے فرمایا قیامت کے دن اللہ رب العزت کی رحمت، مغفرت کا اظہار ہو گا ایسا کہ بہت زیادہ۔ اتنا اظہار ہو گا کہ ایک بندہ پوری زندگی میں ایک مرتبہ اللہ کے ڈر سے یا محبت میں رویا ہو گا اور چھوٹا سا آنسو نکلا ہو گا۔ اس آنسو سے اس کی پلکوں کا ایک بال تر ہو جائے گا۔ وہ بال گواہی دے گا اے میرے اللہ! یہ زندگی میں ایک مرتبہ آپ کے خوف سے یا آپ کی محبت میں

رویا تھا۔اوراس کی آنکھ سے چھوٹا سا مکھی کے سر کے جتنا آنسو نکلا تھا۔اوراے اللہ میں اس سے تر ہو گیا تھا۔میں گواہی دیتا ہوں۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس بال کی گواہی کو قبول کر کے اللہ تعالیٰ اس بندے کو جہنم سے نکال کے جنت عطا فرمادیں گے۔کتابوں میں لکھا ہے کہ پوری زندگی جس بندے نے ایک مرتبہ بھی محبت کے ساتھ اللہ کا لفظ کہا ہو گا۔پوری زندگی میں جس نے ایک مرتبہ محبت میں ڈوب کے اللہ کا لفظ کہا ہوگا۔اس کا ایک مرتبہ اللہ کا لفظ کہنا اس کے لئے جہنم سے نکل کے جنت میں جانے کا سبب بن جائے گا۔ اللہ کی رحمت کا ظہور ہوگا۔

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا

ترجمہ:اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایمان والوں پر بہت زیادہ مہربان ہوں گے۔

حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے اتنے مہربان ہوں گے کہ جب شیطان انسانوں کی مغفرت ہوتے دیکھے گا تو ایک لمحہ ایسا بھی آئے گا کہ شیطان بھی سر اٹھا کر دیکھے گا کہ شاید آج میری بھی مغفرت کر دی جائے گی۔اتنا اللہ کی رحمت کا ظہور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہیں وکان بالمومنین رحیما۔اللہ مہربان ہیں۔اس دن اللہ اپنی رحمت سے اپنے فضل سے اپنی مغفرت سے ایمان والے بندوں کو معاف فرمادیں گے۔اللہ اکبر کبیرا! یہ اللہ پاک کی رحمت کا ظہور ہوگا۔

جب اللہ تعالیٰ بندے پر اتنے مہربان ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم بھی آج اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے گزرے ہوئے گناہوں پہ سچی توبہ کر کے آئندہ نیکوکاری کی زندگی گزارنے کا ارادہ کریں۔اس لئے کہ قیامت کے دن رحمت کا ظہور اتنا ہوگا۔کسی نے یہ کہا۔

بے گناہوں میں چلا زاہد بھی اس کو دیکھنے
مغفرت بولی ادھر آ میں گناہگاروں میں ہوں

وہ کرشمے شانِ رحمت نے دکھائے روزِ حشر
چیخ اٹھا ہر بے گناہ میں بھی گناہگاروں میں ہوں

اتنا قیامت کے دن اللہ کی رحمت کا ظہور ہوگا کہ اس دن تو بیگناہ لوگ بھی تمنا کریں گے۔ ہم بھی گناہ گار ہوتے تو ہمیں بھی اللہ کی رحمت سے حصہ مل جاتا۔ یہ اللہ رب العزت کی رحمت کا قیامت کے دن ظہور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مہربان ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ بندے توبہ کریں تو آج اس محفل میں ہم اپنے گناہوں سے سچی توبہ کر کے اپنے پروردگار کو منالیں پچھلے گناہوں سے توبہ کر کے آئندہ نیکوکاری کی زندگی گزارنے کا دل میں ارادہ کرلیں۔ کتنی بار آپ سے یہ عاجز پہلے بھی عرض کر چکا ہے۔ میرے دوستو! بچھڑے بیٹے کا انتظار ماں اتنا نہیں کرتی جتنا بگڑے ہوئے بندے کا انتظار اس کا اللہ کرتا ہے۔ اور بچھڑے بیٹے کا انتظار ماں کتنا کرتی ہے۔ کھانا اچھا نہیں لگتا پینا اچھا نہیں لگتا۔ نیند نہیں آتی بے قرار ہوتی ہے۔ کبھی نیند آجائے اور دروازہ کھٹکے تو آنکھ کھل جاتی ہے کہ شاید میرا بیٹا آگیا ہو۔ جب ماں اپنے بچھڑے بیٹے کا انتظار کرتی ہے تو بگڑے بندے کا انتظار پروردگار کتنا کرتے ہوں گے۔ سنئے حق تو یہ تھا کہ بندہ پیٹھ پھیر کے جاتا تو اللہ تعالیٰ اس کی پیٹھ پر ایک لات لگوا دیتے اور دروازہ بند کر کے کہتے۔ او بد بخت اس دروازے سے تو نے پیٹھ پھیری۔ دفع ہو جا آج کے بعد یہ دروازہ نہیں کھلے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتے فرماتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ

ترجمہ: اے انسان تجھے تیرے کریم پروردگار سے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا۔

اپنے رب سے کیوں روٹھا پھرتا ہے۔ رب کے در کو چھوڑ کے کیوں دھکے کھاتا پھرتا ہے۔ آ اپنے پروردگار کے در پہ آجا۔ میں تیرے کاموں کو سنوار دوں گا۔ اور تیری دنیا

آخرت کو نکھار دوں گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سچی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور آئندہ نیکوکاری کی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○

تکڑی گھت کے تول نہ ماہی
تے اسی ڈھاڈے عیباں بھرے
در آیاں دی لاج تہانوں
چاہے کھوٹے تے چاہے کھرے
غلام فریدا پلے عیب ہزاراں
تے کوئی مان کس تے کرے
نہ میں سوہنی تے نہ گن پلے
تے میں سائیں نوں کیویں مناواں
چارے لڑ میرے چکڑاں لتھڑے
تے میں کیہڑا مل مل دھوواں
صابن تھوڑا تے میل گھنیری
تے میں بہ پتناں تے روواں
غلام فریدا کوئی وس نہ چلدا
میں ہنجوواں دے ہار پروواں

ختم بخاری شریف

از افادات

حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہم

اقتباس

طالبات کو وصیت

طالبات کو یہی نصیحت وصیت کے رنگ میں کی جاتی ہے۔ کہ اب یہ اپنے گھروں کو جائیں گی۔ وہاں ان کے لئے نیا امتحان شروع ہو گا۔۔ کہیں گھر کا ماحول موافق نہیں۔ کہیں گھر کے لوگ مخالفت کرتے ہیں۔ کہیں رسومات اور بدعات کی بھرمار ہے۔ ان کو حکمت ودانائی سے ختم کرنا ہے تو آپ نے اب اس ذمہ داری کو نبھانا ہے۔

سنت پر عمل کرنے والوں کے چہرے قیامت کے دن چمکائے جائیں گے۔ ایسے چمکائے جائیں گے جیسے زمین والوں کے لئے آسمان میں ستارے چمکتے ہیں۔ تو اپنے گھروں کو محبوب ﷺ کی سنتوں سے مزین کرکے زمین کے ستاروں کی مانند کردیجئے
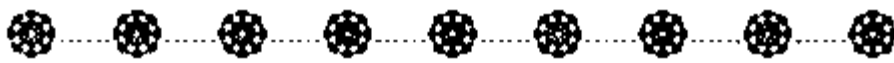
(حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہم)

ختم بخاری شریف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

وَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ oوَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَo وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَo وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَo

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

خوشی کا موقع:

انسان کو جو نیک اعمال کی توفیق نصیب ہوتی ہے وہ اللہ رب العزت کی رحمت کی وجہ سے ملتی ہے لہٰذا ہر نیک عمل کرنے پر اللہ رب العزت کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ جو بچیاں اس سال عالمہ کا امتحان دیں گی۔ ان کی بخاری شریف کی یہ آخری حدیث ہے۔

كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ

ترجمہ: دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کو بہت ہی پسند ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں اور قیامت کے دن اعمال کے ترازو میں بوجھل اور باوزن ہوں گے۔ وہ کلمات یہ ہیں:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ

انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ ہم دین کی تعلیم حاصل کریں گی اور زندگی کے کئی قیمتی سال انہوں نے اس فکر میں گزارے کہ ہم تعلیم مکمل کرلیں آج تکمیل کا دن ہے آج اس پرنور موقع پر آنکھیں پرنم ہوتی ہیں۔ دل پرغم ہوتا ہے شکر اور خوشی کے جذبات سے انسان مغلوب ہوتا ہے۔ جب انسان اپنے آپ کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ مجھے جو بننا چاہیے تھا میں نہیں بن سکا اور جب اللہ رب العزت کی رحمت کو دیکھتا ہے تو حیران ہوتا ہے کہ میں نے واقعی بخاری شریف کی آخری حدیث کا سبق بھی پڑھ لیا۔

چند اہم باتیں:

جس طرح ایک لمبا راستہ انسان طے کر کے جائے اور پھر پیچھے مڑ کر دیکھے تو حیران ہوتا ہے کہ کیا میں ہی اس راستے سے گزر کر آیا ہوں۔ ان بچیوں کو اپنی زندگی کے شب و روز بھی ایسے ہی نظر آتے ہیں۔ تاہم بخاری شریف کے یہ سبق پڑھ کر یہ نہیں سوچنا کہ عالمہ بن چکی بلکہ طالبہ بن چکی اور ان کے طلب علم کے اوپر مہر لگ چکی۔ آج اس بات کی تصدیق ہو چکی کہ واقعی ان کے دل میں علم کی طلب ہے۔ لہٰذا اب یہ اپنی زندگی میں ان احادیث کو پڑھتی رہیں گی اور اپنے علم میں تقویٰ میں اور عمل میں آگے بڑھتی رہیں گی۔ جتنا انسان کا علم بڑھتا جائے اتنا ہی دل میں خشیت الٰہی بڑھتی رہے۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا

ترجمہ: بے شک اللہ سے ڈرنے والے اس کے بندوں میں سے علماء ہی

ہوتے ہیں۔

قرآن مجید کی یہ گویا گواہی موجود ہے کہ جو جتنا علم میں آگے بڑھے گا اس کے اندر خشیت بھی بڑھے گی اگر علم بڑھے اور خشیت نہ بڑھے تو بڑے فکر کی بات ہے۔

لفظ رب کے معارف:

قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی آیت ہے جس میں چند امور ہیں گویا اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کو ایک دعا سکھائی۔ اس کے الفاظ بھی بڑے عجیب ہیں اور معنی عجیب تر ہیں۔ ان امور کے متعلق چند باتیں کرنی ہیں۔ اس لئے کہ سبق کے متعلق باتیں کرنے کا وقت نہ تھا تو یہ چند باتیں جو اس آخری مجلس میں طالبات کو کہی جانی ہیں توجہ سے بات سنیں !اس دعا میں اللہ کے محبوب کو فرمایا گیا کہ آپ فرما دیجئے

وَقُلْ رَّبِّ آپ فرما دیجئے اے میرے رب

رب اس کو کہتے ہیں جو اپنے بندے کو آہستہ آہستہ منزل مقصود تک پہنچائے۔

مثال کے طور پر ماں باپ اپنے بچے کی پرورش کرتے ہیں اور یہ بچہ پیدا ہو کر بڑا ہوتا ہے یہاں تک کہ اپنی جوانی کو پہنچتا ہے۔ اس لئے ماں باپ بھی مربی ہوتے ہیں۔ اسی لئے قرآن مجید نے گواہی دی کہ جب بچہ والدین کے لئے دعا مانگے تو اس طرح مانگے جس میں رب کے لفظ سے دعا شروع ہو رہی ہے۔

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا

ترجمہ: اے اللہ جیسے میرے ماں باپ نے بچپن میں میری تربیت کی تو بھی ان پر اپنی رحمت نازل فرما۔

حضرت یوسفؑ کو جیل میں جو دو آدمی واقف ملے ان کے سامنے بھی آپ نے یہی

فرمایا تھا۔

اُذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ

ترجمہ: تم اپنے مربی کے سامنے (بادشاہ کے سامنے) میرا ذکر کرنا

یہ لفظ گویا غیر معبود کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور اللہ رب العزت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

یہ ایسا ہی ہے جیسے سمیع وبصیر کا لفظ انسان کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور سمیع وبصیر کا لفظ اللہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ حقیقت میں بہت فرق ہے۔

رب کی پرورش کا انداز:

مفسرین نے لکھا کہ مخلوق کی پرورش کرنے میں اور اللہ رب العزت کی پرورش کرنے میں تین بنیادی فرق ہیں۔

ا...... ایک تو یہ کہ ماں باپ اپنی چند اولاد کی پرورش کرتے ہیں۔ چند نفر کی پرورش کرتے ہیں۔ جبکہ اللہ رب العزت ساری مخلوق کی پرورش کرتے ہیں۔

وہ انسانوں کے بھی رب ہیں جنوں کے بھی پرندوں کے بھی زمین کی مخلوق خشکی کی مخلوق ہوائی مخلوق سمندر کی مخلوق تمام مخلوق کے وہ پروردگار ہیں۔ یہ بنیادی فرق ہے۔

۲...... اور دوسرا فرق یہ ہے کہ انسان اپنے بچوں کی پرورش تھوڑے وقت کے لئے کرتا ہے۔ مثلاً اس نے اپنے بچے کو بیس سال پچیس سال تک پالا پھر ایسا وقت آیا کہ بچہ کمائی کر کے ماں باپ کو خود پالنے لگا۔ تو مخلوق کا پرورش کرنا یہ تھوڑے وقت کے لئے ہے۔ جبکہ اللہ رب العزت کی پرورش کرنا، وہ ماضی میں بھی ہے وہ آج بھی ہے اور کل بھی ہوں گے۔ تو زمان ومکان کی حدوں سے اس کی ربوبیت باہر ہے۔

۳...... پھر مخلوق جو پرورش کرتی ہے اس کا کوئی نہ کوئی معاون بنا مثلاً باپ جو تربیت

کرتا ہے ماں اس کی معاون بنی۔ کبھی اس بچی کا بھائی اس کا معاون بنا اس نے اس کے بچوں کی تربیت کرنے میں اس کی مدد کی۔

مگر اللہ رب العزت ایسا پروردگار ہے جو شرک سے پاک ہے وہ ایسا ہے جو ساری مخلوق کی تنہا پرورش فرماتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات ہیں مگر ان صفات میں ربوبیت کی صفت بہت نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ اسی لئے آپ اگر غور کریں تو رب کا لفظ بہت کثرت کے ساتھ قرآن مجید میں آیا ہے۔

معلم اول کون ہیں؟

ذرا غور فرمایئے!

جب انسان ابھی دنیا میں پیدا نہیں ہوا تھا عالم ارواح میں تھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو کھڑا کیا اور حدیث پاک کے مطابق ان کی پیٹھ پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرا تو ایک مخلوق نکل پڑی۔ جو اپنی جسمانیت کے حساب سے چیونٹی کی طرح چھوٹی تھی۔ اور شکل کے حساب سے انسانیت کی طرح تھی۔ تو کھرب ہا کھرب انسان ان کی پشت سے نکل پڑے پھر اپنی رحمت کا بایاں ہاتھ مارا کچھ اسی طرح کھرب ہا کھرب نکل پڑے حضرت آدم علیہ السلام نے ان پر ایک سرسری نظر ڈالی اور پوچھا کہ یا اللہ یہ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یہ تیری اولاد ہے چونکہ ماں باپ کو اولاد سے فطری محبت ہوتی ہے۔ جب آدم علیہ السلام نے اولاد کا نام سنا تو پھر ان پر محبت کی نگاہ ڈالی۔ محبت کی نگاہ ڈالنے کے بعد دیکھا کہ کچھ کے چہرے سفید ہیں اور کچھ کے چہرے سیاہ ہیں۔ چونکہ ماں باپ کی کوشش ہوتی ہے کہ سب کی سب اولاد نیک بنے تو آدم علیہ السلام نے پوچھا اے اللہ آپ نے سب کی سب اولاد کو روشن اور یکساں پیدا کیوں نہ کیا؟ تو رب کریم نے

بتایا کہ ان میں جو نورانی چہروں والے ہیں وہ اصحاب الیمین ہیں اور دوسرے اصحاب الشمال ہیں۔ جو نورانی چہرے والے ہیں وہ اصحاب الجنۃ ہیں اور جو سیاہ چہرے والے ہیں وہ اصحاب الجہنم ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے ہم کلامی فرمائی۔

اور سوال پوچھا

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ

ترجمہ: کیا میں تم سب کا رب نہیں ہوں؟

تو مخلوق سے کبھی سوال پوچھا نہیں گیا تھا اس لئے سب لوگ بڑے حیران تھے۔

نبی ﷺ نے سب سے پہلے جواب دیا۔

قَالُوْا بَلٰی

ترجمہ: اُن سب نے کہا ہاں آپ ہی رب ہیں۔

نبی ﷺ کو دیکھ کر باقی سب مخلوق نے بھی یہ ہی جواب دیا گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کے معلم اول بھی بنے۔

رزق کون دیتا ہے؟

جب ساری مخلوق نے وعدہ کیا کہ آپ ہی ہمارے رب ہیں پروردگار ہیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمائش میں ڈالنے کے لئے دنیا میں بھیجا۔ اب اس دنیا میں ہر انسان آزمائش کے لئے آزمایا جا رہا ہے اور اب وہ اپنا پالن ہار کس کو سمجھتا ہے؟ اپنے دفتر کو سمجھتا ہے اپنی فیکٹری کو سمجھتا ہے اپنی دکان کو سمجھتا ہے جہاں سے اسے کچھ پیسا آتا محسوس ہوتا ہے اس کو سمجھتا ہے یا اپنے رب کو سمجھتا ہے۔ اور آج کے دور میں یہ معاملہ اتنا حیران کن بن گیا ہے کہ اللہ کی پناہ! اللہ رب العزت سے اس کی نظریں ہٹ چکیں ہیں اور اسباب پر اس کی نظریں جم چکیں ہیں۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نا امیدی

مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

اس لئے یہ ایک اہم شعبہ ہے، اہم عنوان ہے اس کو کھولنا ضروری ہے۔ آج اگر کوئی علم حاصل کرتا ہے تو سوال کرتے ہیں کہ کہاں سے کھائے گا؟ وہ اسی لئے کہ ایمان کمزور ہوتے ہیں۔ یقین کمزور ہوتے ہیں اللہ رب العزت کے غیبی خزانوں پر یقین نہیں ہوتا۔ اپنی جیب میں پڑے ہوئے پیسوں پر یقین ہوتا ہے۔ موٹی سی بات ہے جہاں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام کو کھلایا ان کے وارثین اور نائبین کو بھی وہیں سے کھلاتے ہیں۔ یہ تو بڑی آسانی سے سمجھ آنے والی بات ہے۔

پرورش کون کرتا ہے؟

اللہ رب العزت ہمارے پالن ہار ہیں ہمارے رب ہیں وہ بچے کو پالتے ہیں۔ دیکھو بچہ چھوٹا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کے ماں باپ کے دل میں محبت ڈال دی اور اس محبت سے مجبور ہو کر ماں باپ بچے کی پرورش کرر ہے ہوتے ہیں۔ ماں کو سردی کی راتوں میں بچے کی وجہ سے کئی مرتبہ اٹھنا پڑتا ہے وہ نیند سے اٹھتی ہے بے آرام ہوتی ہے۔

باپ کو مال کمانے کے لئے باہر نکلنا پڑتا ہے پسینہ بہانا پڑتا ہے۔ بچہ اگر بیمار ہو تو ماں باپ ساری ساری رات اس کے لئے جاگتے ہیں۔ انسان اگر سوچے کہ ماں باپ کو کیا مجبوری ہے کہ وہ بچے کے لئے اتنی مشقت اٹھاتے ہیں۔ یہ دونوں نوجوان ہیں عیش کریں مزے لوٹیں۔ لیکن اس چھوٹے سے بچے کی محبت اس طرح غالب آتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں اور بچے کی ضرورتوں کو مقدم کرتے ہیں۔

یہی بیوی پہلے خاوند کے ساتھ بازار جاتی تھی اپنے لیے چیزیں لے کر آتی تھی۔ لیکن جب بچے کی پیدائش کے بعد جاتی ہے تو چھوٹی چھوٹی چیزیں ڈھونڈتی پھرتی ہے کہ میرے

بچے کا جوتا ایسا ہو کپڑے ایسے ہوں واکر ایسا ہو فیڈر ایسا ہو ساری چیزیں اس کی خرید کر لائے گی۔ اور اپنی ضرورتوں کو بھول جائے گی۔ یہ بے لوث خادمہ بن گئی ہے۔ اب اس کو اپنے آرام کی فکر نہیں۔ بس اس کو اپنے بچے کی خوشی کی فکر ہے۔ کیوں ایسا ہو رہا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ماں کے سینے کو بچے کی محبت سے بھر دیا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ بچہ خوش ہو رہا ہے میں خوش ہوں۔ اور اگر یہ پریشان ہے تو میں پریشان ہوں۔ دیکھو گھر کے لوگوں کے پاس دنیا کی ہر نعمت موجود ہے۔ مگر چھوٹے بچے کے رونے پر ماں باپ رو پڑتے ہیں۔ اس کے ہنسنے پر ماں باپ ہنس پڑتے ہیں۔ یہ میرے مولا کا کرم دیکھیے۔ اس نے بچے کو پالنا تھا تو ماں باپ کے دلوں میں محبت ایسی رکھ دی کہ وہ اب اس محبت سے مجبور ہو کر اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھتے ہیں۔ ماں بیچاری اپنا کھانا بھول جاتی ہے۔ اور اپنے بچے کو دودھ پلانے کی فکر اسے زیادہ ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ماں باپ کے ہاتھوں سے بچے کو پلوا رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہیں جو اس بچے کی ہر ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو رونا سکھا دیا اس بچے کے پاس اپنا مال نہیں اپنا گھر نہیں۔ اپنا لباس نہیں کچھ بھی نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس بچے کے اندر رونا رکھ دیا لہٰذا اس بچہ کو بھوک لگتی ہے تو وہ رونا شروع کر دیتا ہے۔ لہٰذا اس کو دودھ دے دیا جاتا ہے۔ بچے کو نیند آتی ہے وہ رو پڑتا ہے۔ اس کے لئے بستر کا بندوبست ہو جاتا ہے۔ بچہ سوئے سوئے تھک جاتا ہے۔ وہ رو پڑتا ہے لہٰذا اسکو اٹھانے کا بندوبست ہو جاتا ہے۔ بچہ بیمار ہو تو وہ رو پڑتا ہے۔ اس کے لئے دوائی کا بندوبست ہو جاتا ہے۔ بچے کو سردی گرمی لگے بچہ رو پڑتا ہے۔ لہٰذا اس کے سردی گرمی سے بچنے کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ اس بچے کے پاس ظاہری کچھ نہیں تھا۔ مگر رونا اس کا اپنا تھا۔ یہ رونا اس کے اتنا کام آ گیا کہ یہ روتا ہے اور اس کے ہر ہر کام کو سمیٹ دیا جاتا ہے۔ یہاں سے کسی بزرگ نے نکتہ نکالا اے انسان! جب تو رونا جانتا تھا تو تب اللہ تعالیٰ

تمہارے ہر کام کو کر دیتے تھے۔تو نے رونے کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے کاموں کو لٹکا دیا۔آج بھی اگر انسان تہجد کے وقت میں روئے۔اللہ تعالیٰ اس کی پریشانیوں مصیبتوں کو دور فرما دیتے ہیں۔تو اللہ تعالیٰ ہی پروردگار ہیں۔وہ بندے کو وقت کے مناسب ہر نعمت دیتے رہتے ہیں۔

وقت کے ساتھ ساتھ نعمتیں کون دیتا ہے؟

دیکھو شروع میں بچہ چھوٹا تھا۔اس کے منہ میں اللہ تعالیٰ نے دانت پیدا نہیں کیے اور اگر دانت ہوتے تو وہ اپنی ماں کے سینے سے دودھ پیتا اور ماں کے سینے میں زخم بھی ہو سکتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اس دودھ پینے کی عمر میں دانت نہیں دیئے۔جب روٹی کھانے کی بسکٹ کھانے کی عمر آئی۔تو اللہ تعالیٰ نے اسے دانت دینے شروع فرما دیئے۔ پہلے دماغ کامل نہیں تھا۔جوان ہوا اللہ نے دماغ بھی پختہ کر دیا۔اب اللہ نے اسے گھر بھی دے دیا۔ اور جوانی میں بیوی بھی عطا فرما دی۔پھر اللہ تعالیٰ نے اولاد بھی عطا کر دی۔پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو عزت بھی عطا کر دی۔کتنا کریم ہے وہ پروردگار جو اپنے بندے کو پالتا ہے۔اور زندگی کی ہر نعمت اور ہر ضرورت عطا فرما دیتا ہے۔حتیٰ کے انسان جوان العمر ہوگا۔بھرپور نعمتوں کے ساتھ زندگی گزارتا ہے۔جو بھی نعمتیں مل رہی ہوتی ہیں اللہ رب العزت کی طرف سے مل رہی ہوتی ہیں۔

انسان کی ناشکری:

اس انسان کا حال دیکھو! اتنی نعمتوں کے ملنے کے بعد جب جوانی کی عمر میں پہنچا تو اسی پروردگار کے شکوے کرتا ہے۔اس کے دروازے کو چھوڑ کر کسی اور طرف قدم اٹھاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس انسان کو تنبیہ فرمائی۔

قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ ○ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ○

ترجمہ: انسان پر (اللہ) کی مار وہ کیسا ناشکرا ہے۔ اس نے کس چیز سے اس کو بنایا۔

اس کو اسکی حقیقت سنائی دیکھو تمہارا پروردگار کیسا ہے۔ جس نے تمہیں پانی کے قطرے سے پیدا فرما دیا۔ اور کبھی محبت کے ساتھ اس بندے کو اپنی طرف بلایا۔ ارشاد فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ

ترجمہ: اے انسان تجھے تیرے کریم رب کی طرف سے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا ہے۔

کیوں ایسے رب کے در سے رخ پھیرتا ہے۔ اور غیروں کی طرف قدم اٹھاتا ہے۔

رب کون ہے؟

اللہ تعالیٰ کی صفتِ ربوبیت کے کمالات قدم قدم پر انسان دیکھتا ہے۔ اس لئے اس صفت کا تذکرہ قرآن کی ابتداء میں بھی اور قرآن کے اختتام پر بھی اسی صفت کا تذکرہ ہے قرآن مجید کی پہلی آیت میں فرمایا گیا۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَلَمِينَ

ترجمہ: سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو جہانوں کا پروردگار ہے۔

تو دیکھیے اللہ کی صفت ربوبیت کا تذکرہ پہلی آیت میں ہے۔ اور قرآن کی آخری سورت کو دیکھئے۔

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاس

ترجمہ: کہہ دیجیے میں انسانوں کے رب کی پناہ مانگتا ہوں

یعنی انسانوں کے پروردگار کا تذکرہ ہے۔ غرض اول بھی ربوبیت کا تذکرہ اور آخر میں بھی ربوبیت کا تذکرہ ہے۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ ربوبیت کے تذکرے فرمائے۔ اور

انسان کو سمجھایا کہ تو اپنے رب کے ساتھ محبت کے رشتے کو جوڑ لے۔ اور اسی دنیا میں رہتے ہوئے اپنے رب کو منا لے۔ اس لئے جب ساری زندگی گزارنے کے بعد انسان قبر میں پہنچتا ہے تو پہلا سوال اس سے اسی ربوبیت کے بارے میں ہوگا۔ فرشتہ آ کر پوچھے گا

مَنْ رَّبُّكَ! تیرا رب کون ہے؟

اگر اس نے دنیا میں سبق یاد کیا ہوگا تو آخرت میں جواب دے دے گا۔ اور اگر دنیا میں بھٹک گیا تو قبر میں جواب نہیں دے سکے گا۔ اسی طرح قیامت کے دن سارے انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کا حساب کتاب لیں گے۔ اور انکو جنت کی طرف بھیجیں گے۔ اور جنت کی طرف بھیجتے ہوئے پھر ربوبیت کا تذکرہ۔

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا

ترجمہ: اور وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے جنت کی طرف گروہ در گروہ لے جائیں گے۔

تو دیکھئے جگہ جگہ اللہ کی ربوبیت کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ بلکہ انسان تو کیا فرشتے بھی اسی صفت کا تذکرہ کرتے ہیں۔

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ج وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ

ترجمہ: اور آپ فرشتوں کو حلقہ باندھے ہوئے عرش کے گرد دیکھیں گے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھ رہے ہیں اور ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کیا جائے گا۔

دیکھا فرشتوں کا تذکرہ کہ اللہ کی تسبیح رب کی خاطر کرتے ہیں پھر فرمایا

وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

ترجمہ: اور سب کہیں گے سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو سب جہانوں کا رب ہے۔

اپنے رب کے ساتھ تعلق کو درست کریں:

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے تذکرے زمین میں بھی آسمان میں بھی دنیا میں بھی جنت میں بھی۔ تو یہی بات یہ ہے کہ ہم نے اپنے تعلق کو اس رب کے ساتھ درست کرنا ہے۔ لہٰذا انسان کی زندگی میں کچھ تعلقات ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک عورت کو انسان ماں کہتا ہے۔ اب ساری دنیا کی عورتیں بچے پر مہربان ہوتی ہیں اپنی فطرت کے اعتبار سے مگر وہ شخص جس عورت کو ماما mama کہتا ہے وہ اس بچہ پر زیادہ مہربان ہوتی ہے۔ ایک مرد کو وہ ابو کہتا ہے۔ اب یہ ابو اپنے بچے کی خاطر ہر کام کرنے کو تیار ہوتا ہے۔ تو ان الفاظ کے اندر بھی اپنائیت ہوتی ہے۔ اور ان الفاظ کے بولنے سے دوسرے بندے کے دل میں محبت جوش مارتی ہے۔ اس لئے اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو جتنی دعائیں سکھائیں اور انبیاء کرام نے جتنی دعائیں مانگیں۔ اکثر دعائیں ایسی تھیں جو اس رب کی صفت کے ساتھ مانگیں۔

سیدنا آدم علیہ السلام نے دعا مانگی۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا

ترجمہ: اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

رَبَّنَا ،رَبَّنَا اس نام کے ساتھ اکثر دعائیں قرآن مجید میں منقول ہیں۔ یہ دعا جو اللہ تعالیٰ نے سکھائی اس میں بھی فرمایا۔

قُلْ فرمادیجئے۔ **رَبِّ اغْفِرْ**۔ اے میرے رب میری مغفرت فرمادیجئے۔ دیکھئے اگر انسان کا بچہ کہے اپنی ماں سے کہ مجھے یہ چیز دے دے۔ تو وہ اتنا متوجہ نہیں ہوگی۔ اور اگر وہ بچہ یہ کہے کہ ماما mama مجھے یہ چیز دے دیں تو یہ لفظ mama نے اس کی

بات میں تاثیر بھر دی۔ اور اگر کوئی بچہ اپنے والد کے قریب ہو کر یہ کہے کہ ابو مجھے یہ چیز لے کر دیں تو ابو کے لفظ سے اس کے باپ کے دل میں محبت کی ایک لہر اٹھتی ہے۔ اور وہ بچے کو وہ چیز لے کر دے دیتا ہے۔ تو دعا اس لئے سکھائی گئی کہ اے بندو! تم جیسے امی اور ابو کے نام سے خطاب کرتے ہو تو ماں باپ تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ تم اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہو اس پروردگار کو رب سے مخاطب کرو **رَبِّ اغْفِرْ** اے میرے پالنے والے اے میری زندگی کی ہر ضرورت کو پورا کرنے والے، اے وہ ذات جو مجھے خوشی اور غمی کے موقع پر سہارا دیتی ہے۔ جس کی رحمتوں اور برکتوں ہی سے میں پلتا رہا۔ جس نے اپنی پوشیدہ نعمتوں اور خزانوں سے مجھے پالا۔ اے میرے پالنے والے! تو جب اے میرے پالنے والے کے الفاظ سے انسان پکارتا ہے تو اللہ رب العزت کی رحمت بھی متوجہ ہوتی ہے۔ تو **رَبِّ اغْفِرْ** کے لفظ کے ساتھ دعا سکھائی گئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ دیکھئے اگر ماں کمرے میں بیٹھی ہو اور صحن سے اس کا بچہ یا بچی پکارے امی یا mama تو اس لفظ کو سنتے ہی ماں فوراً اٹھ کھڑی ہو گی کہ میرے بچے نے مجھے پکارا ہے۔ اب اگر اس کو کوئی یہ کہے آپ بیٹھیں چائے پی لیں پھر چلی جانا۔ وہ کہے گی ہرگز نہیں۔ اگر کوئی کہے کہ آپ تو کھانا کھا رہی تھیں کھانا کھا کے پھر چلی جانا۔ وہ کہے گی ہرگز نہیں۔ اگر اس کو کوئی پکڑ لے اور کہے ہم آپ کو نہیں جانیں دیں گے۔ تو ماں کی آنکھوں میں آنسو آ جائیں گے۔ اور کہے گی میرے بچے نے مجھے پکارا ہے۔ پتہ نہیں اسے کیا ہوا ہے۔ میں کیسے اس بچے کی بات نہ سنوں۔ تو جیسے ماں کا لفظ سن کر اس عورت کے اندر رحمت کی تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح جب انسان رب کا لفظ بولتا ہے تو اس کی رحمت بھی جوش میں آ جاتی ہے کہ میرے بندے نے مجھے پکارا ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرماتے ہیں کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی پالنے والا ہے۔

رب سے تعلق بنانا سب سے آسان ہے:

ایک دفعہ بخاری شریف کی کلاس تھی کسی جامعہ میں تو بچیوں سے پوچھا کہ بتاؤ سب سے زیادہ آسانی سے کون مان جاتا ہے۔ایک بچی نے جواب دیا حضرت سب سے زیادہ آسان منانا اپنی امی کو ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا دلیل کیا ہے۔ وہ کہنے لگی کہ ہم اپنے گھر میں روز دیکھتی ہیں کہ ہمارا بھائی کوئی نہ کوئی الٹا سیدھا کام کر دیتا ہے۔امی اس کو ڈانتی ہیں تو وہ منہ بنا کر گھر سے چلا جاتا ہے۔تو میں دیکھتی ہوں میری امی تھوڑی دیر کے بعد وضو کرتی ہیں اور مصلے پر بیٹھ جاتی ہیں۔دعا مانگتی ہیں اے اللہ میرا بچہ روٹھ گیا گھر سے چلا گیا یہ کوئی انتہائی قدم نہ اٹھا لے۔کسی برے دوست کے ہاتھ نہ لگ جائے۔اللہ میرے بچے کو خیریت سے گھر پہنچا دینا اب وہ بیٹھی رو رہی ہیں دعا مانگ رہی ہیں۔اب کھانے کا وقت ہو گیا۔سب کھانے پر بیٹھ گئے والدہ بولیں گی مجھے بھوک نہیں ہے۔حقیقت میں وہ یہ سوچ رہی ہوتی ہے کہ مجھے کیا خبر میرے بیٹے نے کھانا کھایا کہ نہیں۔میرے حلق سے لقمہ نیچے کیسے جا سکتا ہے۔یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میرا بیٹا بھوکا سو جائے اور میں پیٹ بھر کر کھا لوں۔ رات کو سب سو جاتے ہیں امی کروٹیں بدلتی رہتی ہیں۔مقصد کیا ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو میرا بیٹا دوروازے پر آئے اور اس کو دروازے پر کھڑا ہونا پڑے۔میں جاگتی ہوں بیٹے کے لئے دروازہ کھولوں گی۔اب دیکھئے جو ماں اتنا بے قرار ہے اپنے بیٹے کے واپس آنے پر اس کو اسکا بیٹا منانے آجائے تو یہ ماں کتنا جلدی مان جائے گی۔یہ تو پہلے ہی چاہتی ہیں کہ میں بیٹے سے راضی ہو جاؤں۔جس طرح ماں محبت میں چاہتی ہے کہ میں بیٹے سے اصلاح کی خاطر ناراض تو ہوئی ہوں۔لیکن اگر بیٹا معذرت کرے گا تو میں بیٹے کو معاف کر دوں گی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندے سے گناہوں کی وجہ سے ناراض ہوتے ہیں۔کیونکہ وہ رب ہیں اور انکی ربوبیت کی شان یہ پسند کرتی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ میرے بندے

میرے دروازے پر آئیں اور مجھے پکاریں۔ میں پروردگار ان کی سب خطاؤں کو معاف کر دوں۔اس لئے فرمایا۔

یَا اَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ

ترجمہ: اے انسان تجھے تیرے کریم رب کی طرف سے کس چیز نے دھوکہ میں ڈال دیا ہے

تو اپنے رب کا در چھوڑ کر کہاں جا رہا ہے۔ دیکھو اسے اللہ کی رحمت اپنی طرف بلاتی ہے۔اسے اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ میں نے اس بچی سے سوال پوچھا سوچو اگر ماں بچے سے بہت ناراض ہے اور بالکل نہیں معاف کر رہی اس کا دل ہی نہیں چاہتا کہ غصہ چھوڑ نے پر اور غصہ تھوکنے پر۔ تو وہ کہنے لگی کہ میرا بھائی اگر امی کے پاس آکر بیٹھ جائے اور معافی مانگے امی معاف کر دیں گی۔ اگر پھر بھی معاف نہ کریں تو بھائی امی کے پاؤں پکڑے گا اگر پھر بھی معاف نہ کریں تو بھائی کی آنکھوں سے آنسو نکل آئیں گے۔تب امی اپنا دوپٹہ لے گی اور آنسو صاف کرے گی۔امی سے تو بھائی کا رونا دیکھا ہی نہیں جاتا پتہ نہیں اس کا دل کیوں موم ہو جاتا ہے۔وہ کیسے پگھل جاتی ہے۔ جوان بچے کی آنکھوں سے آنسو دیکھ کر اسے پونچھتی ہے۔اسے اپنے سینے سے لگاتی ہے۔اسے بوسہ دیتی ہے اور کہتی ہے تو رو نہیں بس چپ کر جا۔یہی حال اللہ رب العزت کی رحمت کا ہے۔ کہ جب اللہ کا کوئی بندہ اس کے در پر آجاتا ہے تو اللہ اسے معاف کرنے میں دیر نہیں لگاتے۔

ہر عمر میں اللہ سے تعلق بنا سکتے ہیں:

ایک بوڑھا آدمی جس کی عمر ۱۰۰ سال ہو گئی اس نے ساری عمر نوجوانی کی نفسانی شیطانی کاموں میں گزار دی۔ جب بوڑھا ہو گیا نہ اولاد زندہ رہی نہ بیوی زندہ رہی۔عزیز و اقارب بھی نہ رہے۔یہ آدمی تنہا ہے، بیمار ہے، ہر وقت کھانسی ہو رہی ہے۔لوگ اسے

نہیں دیکھتے۔روٹی کا ایک لقمہ تک نہیں پوچھتے۔اگر اس بوڑھے کو کسی نے جھڑکی دے دی اس کا دل ٹوٹا اور یہ بوڑھا اپنے دل میں سوچتا ہے کہ میں نے ساری عمر مخلوق کی خدمت کی مخلوق نے میرے ساتھ بے وفائی کی۔کاش میں نے اللہ کو منایا ہوتا۔اس کے ساتھ تعلق جوڑا ہوتا۔تو میرا پروردگار مجھے اپنے در سے دور نہ کرتا۔اب یہ بوڑھا آدمی یہ نیت لے کر مسجد کی طرف چل پڑتا ہے۔کہ چلو آج میں اپنے رب کو مناتا ہوں۔یہ لاٹھی ٹیکتا ہوا ہانپتا ہوا، ہاتھ کانپ رہے ہیں قدم آگے بڑھا رہا ہے۔کمر جھکی ہوئی ہے۔اللہ کی طرف آرہا ہے ۔اللہ کتنا کریم ہے اسے طعنہ نہیں دیتے کہ تم نے اپنی جوانی کہاں ضائع کی۔اپنا مال کہاں خرچ کیا۔اب تجھے یاد آیا ہوں۔۱۰۰ سال کی عمر گزار کے اب یاد آیا ہوں۔اللہ اسے یہ بات جتلاتے بھی نہیں، طعنہ بھی نہیں دیتے بلکہ جب اپنے در کی طرف آتا دیکھتے ہیں۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے۔جب بندہ اللہ کی طرف ایک بالشت چلتا ہے۔اللہ کی رحمت دو بالشت چل کر آتی ہے۔اگر وہ چل کر آتا ہے میری رحمت اس کی طرف دوڑ کر جاتی ہے۔ ۱۰۰ سال جس کی عمر گناہوں میں گزری۔اس بڑھاپے میں آپ کی طرف چل کر آیا۔آپ بڑے قدردان ہیں اس شخص کو بھی قبول کر لیتے ہیں۔

قبولیت دعا کا دن:

وہ بچیاں جنہوں نے دن رات حدیث کو پڑھنے میں گزارا۔جنہوں نے معمولی کھانے کھائے معمولی بستروں پر سوئیں۔آرام کو قربان کیا۔ماں باپ کی جدائی کو برداشت کیا۔اللہ کی خاطر ان جامعات میں زندگی گزار کر آج اس آخری سبق کو پڑھا۔اگر آج وہ اس سبق کو پڑھ کر اپنے رب سے دعائیں مانگیں گی۔وہ رب ان کی قدردانی فرمائیں گے۔انکے گناہوں کو معاف کریں گے۔ہم اقرار کرتے ہیں۔مالک ہمیں جیسا پڑھنا چاہیے تھا۔ہم نہیں پڑھ سکیں۔علم جیسا حاصل کرنا چاہیے تھا ہم نے وہ قدر نہیں کی،

اللہ ہمیں نبی ﷺ سے جیسے محبت کرنی چاہیے تھی ویسی محبت نہ کی۔ مگر مالک آج احساس ہو رہا ہے۔ نادم ہیں۔ شرمندہ ہیں۔ اے مالک ہم نے سنا ہے آپ ہمارے مالک ہیں۔ پالنے والے ہیں۔ لہٰذا آج ہم اس یقین کے ساتھ مانگتے ہیں کہ رَبِّ اغْـفِـرْ اے ہمارے پالنے والے، اے ہمیں خوشی وغم میں سہارا دینے والے اے وہ ذات پاک جس نے ہمیں پال کر جوان کیا۔ اے اللہ اب ہمارے قصوروں کو بھی معاف کر دیں۔

رَبِّ اغْفِر

ترجمہ: اے اللہ ہمیں معاف کر دیں۔

بندہ جب اللہ سے اس احساس کے ساتھ دعا مانگے تو اللہ قبول فرمائیں گے۔ مانگا تو کیا مانگا۔ مغفرت مانگی۔ مغفرت کسے کہتے ہیں۔ معاف کرنا۔ دیکھیے ماں باپ جب راضی ہوتے ہیں تو بچہ کی غلطیوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں تو بندے کے گناہوں کو خطاؤں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ تو یہ اللہ رب العزت کی رحمت ہے۔ جب بندے کے گناہوں کو معاف کرتا ہے، تو صرف معاف ہی نہیں کرتا بلکہ اس کی شان رحمت دیکھیے وہ اتنا خوش ہوتا ہے۔ وہ بندے کے گناہوں کو اگر چاہتا ہے تو نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اے مولا ہم نے کوئی اور ذات ایسی نہ دیکھی کوئی ایسا در نہ دیکھا۔ ایک تیرا ہی در ہے ہم قسم اٹھاتے ہیں کہ آپ کے در ہی سے ہمیں سب کچھ ملتا ہے۔ لہٰذا ہم اپنا دامن آپ کے سامنے پھیلاتے ہیں۔ رَبِّ اغْـفِـرْ۔ اے رب ہماری مغفرت کر دیجیے۔ میرے گناہوں کو بخش دیجیے۔ اللہ معاف فرما دیتے ہیں۔ مگر ایک اور لفظ بھی ساتھ ملا دیا گیا۔ ساتھ

وَارْحَمْ: یعنی ہم پر رحمت بھی نازل فرما دیجیے۔

یہ رحمت کے لفظ کو ساتھ کیوں جوڑا۔ آخر تسلسل کیا تھا۔ جوڑ کیا تھا۔ اب بات کو ذرا

سمجھ لیجئے۔ جب کوئی کسی سے ناراض ہوتا ہے۔ یہ آدمی جا کہ معافی مانگ لیتا ہے۔ اگر وہ بڑا کہہ بھی دے ہاں میں نے معاف کر دیا۔ اسے تسلی نہیں ہوتی۔ وہ سمجھتا ہے کہ الفاظ تو کہہ دیئے۔ لیکن دل سے غصہ تو نہیں گیا۔ پھر معافی مانگتا رہتا ہے۔ وہ پوچھتا ہے جی کیا بات ہے میں نے جب کہہ دیا کہ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے تو پھر تم جاتے کیوں نہیں۔ یہ کہے گا ہاں آپ نے معاف کر دیا مگر آپکے چہرے سے تو غصہ کے آثار محسوس ہو رہے ہیں۔ اس بات پر وہ بڑا آدمی مسکرا دیتا ہے۔ مسکراہٹ کو دیکھ کر یہ کہتا ہے۔ ہاں اب اس نے غصہ چھوڑ دیا ہے۔ اس نے رحمت کی نظر سے مجھے دیکھ لیا ہے۔ تو اس دعا میں یہی بات پائی جاتی ہے۔ رَبِّ اغْفِرْ اے رب میرے گناہوں کو معاف کر دیجئے۔ اور وَارْحَمْ۔ اور مجھے ایک دفعہ رحمت کی نظر سے دیکھ لیجئے۔ یقین جانیے ہمارا معاملہ اللہ کی ایک نگاہ پر موقوف ہے۔

تیری اک نگاہ کی بات ہے
میری زندگی کا سوال ہے

آپ ایک رحمت کی نظر ڈالیں گے ہماری زندگی آباد ہو جائے گی۔ اللہ ہماری زندگی کے اندر بہار آجائے گی اس لئے کسی کہنے والے نے کہا۔

یہ خزاں کی فصل کیا ہے فقط ان کی چشم پوشی
وہ اگر نگاہ کر دیں تو ابھی بہار آئے

اللہ کی رحمت کی نظر:

اللہ کی رحمت کی نظر اگر بندے کی زندگی میں پڑ جائے تو بہار آجاتی ہے۔ وَارْحَمْ سے مراد یہ ہے کہ اے اللہ! اب جب کہ آپ نے ہمیں معاف کر دیا تو ہمیں محبت کی نظر

سے دیکھ لیجئے۔ اسے وَارْحَمْ کہتے ہیں۔ جسے اس نظر سے دیکھ لیا اس کے سارے کام سنور گئے۔ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ لکھتے ہیں۔ اللہ کی رحمت جب بندے کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو اس کے چار کام سنوار دیتی ہے۔ سب سے پہلی بات اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ چاہے وہ آسمان اور زمین کے درمیانی فاصلے سے بھی زیادہ کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت پہلا کام یہ کر رہی ہوتی ہے۔ دوسرا کام یہ فرماتے ہیں کہ اس بندے کو اللہ تعالیٰ ایسا رزق دیتے ہیں۔ کہ غیر کی محتاجی سے اس کو محفوظ فرما دیتے ہیں۔ عزت کی روزی عطا فرما دیتے ہیں۔ رزق میں برکت دے دیتے ہیں۔ غیر کے آگے ہاتھ پھیلانا ہی نہیں پڑتا۔ کسی سے مانگنا نہیں پڑتا۔ جتنا ہوتا ہے ضروریات کے لئے پورا ہو جاتا ہے۔ روزی کی برکت عطا فرما دیتے ہیں۔ اور تیسرا کام یہ کرتے ہیں کہ اللہ اسے نیکی کے نئے نئے کاموں کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔ تہجد کی توفیق مل گئی۔ قرآن کی تلاوت کی توفیق مل گئی۔ اللہ کے ذکر کی توفیق مل گئی۔ ماں باپ کی خدمت کی توفیق مل گئی۔ دین کے کام کرنے کی توفیق مل گئی۔ نیک کام کی نئی نئی توفیقیں عطا فرما دیتے ہیں۔ چوتھا کام یہ کرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ اسے رحمت کی نظر سے دیکھتے ہیں قیامت کے روز اللہ تعالیٰ جنت کے داخلے کا فیصلہ فرما دیتے ہیں۔

اور ہم بھی انہی تفصیلات کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ دعا مانگیں رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ

ترجمہ: اے ہمارے پالن ہار مجھے معاف کر دیجئے۔ وَارْحَمْ۔ اے اللہ مجھے رحمت کی نظر سے دیکھ لیجئے۔

طالبات کو گھروں میں دین کا کام کیسے کرنا چاہیے:

طالبات کو یہی نصیحت وصیت کے رنگ میں کی جاتی ہے۔ کہ اب یہ اپنے گھروں کو

جائیں گی۔ وہاں ان کے لئے نیا امتحان شروع ہوگا۔ کہیں گھر کا ماحول موافق نہیں۔ کہیں گھر کے لوگ مخالفت کرتے ہیں۔ کہیں رسومات اور بدعات کی بھرمار ہے۔ ان کو حکمت ودانائی سے ختم کرنا ہے تو آپ نے اب اس ذمہ داری کو نبھانا ہے۔

سنت پر عمل کرنے والوں کے چہرے قیامت کے دن چمکائے جائیں گے۔ ایسے چمکائے جائیں گے جیسے زمین والوں کے لئے آسمان میں ستارے چمکتے ہیں۔ تو اپنے گھروں کو محبوب ﷺ کی سنتوں سے مزین کرکے زمین کے ستاروں کی مانند کر دیجئے

حضرت جی کی وصیتیں اور دعائیں:

مختلف جامعات میں آپ جائیں گی۔ تو اللہ کی رضا کے لئے پڑھایئے۔ اپنے آپکو اللہ کے حوالے کر دیجئے۔ یاد رکھئے آپ اپنے آپکو اللہ کے حوالے کریں گی۔ پروردگار کبھی بھی زندگی میں آپ کو نیچا (let down) نہیں ہونے دیں گے۔ ہمیشہ آپ کا بازو پکڑیں گے۔ آپکو سہارا دیں گے۔ اور رب کریم آپ کی حفاظت فرمائیں گے۔ لہٰذا دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس علم کے نور کی نسبت کو آپ کے سینے میں محفوظ فرما دے۔ اور قدم قدم آپ کی حفاظت فرمائیں۔ اور ہر امتحان سے اللہ آپ کو محفوظ فرمائیں۔ ہر مخالف سے ہر بے قدرے سے محفوظ فرمائیں۔ اور اللہ تعالیٰ آپکو دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائیں۔ تو اپنی نمازوں میں اپنی تہجد میں یہ دعا ضرور مانگئے۔ رَبِّ اغْفِرْ اے میرے پالن ہار ربوبیت کو پوری طرح ذہن میں رکھ کر اس دعا کو مانگئے۔ رَبِّ اغْفِرْ۔ اے اللہ میرے سارے گناہوں کو معاف فرما دیجئے۔ میں مجرم ہوں۔ اللہ مجھ سے بڑی خطائیں ہوئیں۔ مگر آپ تو بخشنے والے ہیں۔ آپکے محبوب نے بتلا دیا کہ اگر کوئی آدمی اتنے گناہ لیکر آئے کہ اس کے گناہ زمین کے ریت کے ذرات سے بھی زیادہ ہوں ساری دنیا کے

درختوں کے پتوں سے بھی زیادہ ہوں۔آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہوں۔سمندر کے پانی کے قطروں سے بھی زیادہ ہوں۔اور وہ سچے دل سے معافی مانگے۔تو پروردگار اس کے گناہوں کو بھی معاف فرمادیتے ہیں۔رب لغفر ایک میرے پالن ہار میری گناہ اس سے بھی زیادہ سہی مگر آپ معاف فرمادیجئے۔اس لئے کہ آپ معاف کر کے خوش ہوتے ہیں۔ محبوب ﷺ نے بتادیا۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ اے اللہ آپ معاف کرنے والے ہیں۔ تُحِبُّ الْعَفْوَ۔معافی کو پسند فرماتے ہیں۔فَاعْفُ عَنِّی۔پس آپ ہمارے گناہوں کو بھی معاف فرمادیجئے۔ وَارْحَمْ۔اور مجھے رحمت کی نظر سے دیکھ لیجئے۔محبت کی اک نظر سے دیکھ لیجئے۔میری دنیا آخرت کے کاموں کو سنوار دیجئے۔یا اللہ ہماری ان دعاؤں کو قبول فرمائیں۔اور اس عاجز مسکین کی دعاؤں سے اللہ ان بچیوں کو اپنے وقت پر رخصت فرمائیں۔ایک جامعہ سے جا کر دوسرے جامعات میں کام کرنے والی بنیں۔اپنے گھروں کو دین کے جامعات بنادیں۔چھوٹے بڑوں کے لئے دین کے نقشے زیادہ کر دیں۔تو اللہ کے محبوب ﷺ کی روح کو تسکین ہوگی۔خوش نصیب ہوگی۔اللہ کے محبوب بھی خوش ہوں گے۔میری امت کی ایک بچی جس نے دین کا علم پڑھا اس نے اپنے گھر کو نیک اعمال سے بھرنے کے لئے اتنی کوشش کی ہے۔پھر جب روز قیامت حوض کوثر پر جائیں گی۔اللہ کے محبوب اپنے ہاتھوں سے حوض کوثر کا جام پلائیں گے۔

ہم کوشش کریں اور نتیجہ اللہ پر چھوڑ دیں:

یاد رکھیں! آج ہم میں سے ہر بندہ برائی کے سیلاب کو روک تو نہیں سکتا۔مگر ہم کوشش کرنے کے مکلف ہیں۔پابند ہیں۔آپ اپنے طور پر کوشش کریں۔کیا پتہ اللہ ان عاجزانہ کوششوں کو قبول کرلیں۔ہدایت کی ہواؤں کو عام کردیں۔کہتے ہیں جب سیدنا

ابراھیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا۔ تو خوب آگ جلتی تھی۔ اس وقت ایک چڑیا اپنی چونچ میں پانی کا ایک قطرہ لیکر جاتی تھی۔ اور آگ پر ڈالتی تھی۔ پھر پانی کا قطرہ چونچ میں ڈال کر پھر آگ پر ڈال کر آتی تھی۔ کسی نے پوچھا تمہارے پانی کے ایک قطرہ ڈالنے سے یہ آگ تو بجھتی ہوئی نظر نہیں آتی۔ چڑیا نے جواب دیا تھا۔ یہ تو مجھے بھی معلوم ہے۔ اتنا پانی اس آگ کو بجھا نہیں سکتا۔ لیکن میں نے بھی ابراھیم علیہ السلام کی محبت کا ساتھ نبھانا ہے۔ دوستی کا ساتھ نبھانا ہے۔ تو جیسے چڑیا نے آگ بجھانے کے لئے پانی کے قطرے ڈالے۔ آج ہم گناہوں کی آگ بجھانے کے لئے علم کے نور کے قطرے ڈالیں اور ان گناہوں کی آگ کو بجھانے کی کوشش کریں۔ قیامت کے دن اللہ کے ہاں اجر کے مستحق بن جائیں گے۔ پروردگار ہمیں دنیا اور آخرت میں عزتوں کی زندگی عطا فرمائیں۔ اور قیامت کے دن عزتوں کے ساتھ کھڑا ہونا نصیب فرمائیں۔۔ جیسے نبی ﷺ نے اپنے پیارے صحابی کے لئے دعا کی تھی حضرت طلحہؓ کے لئے۔ اے اللہ قیامت کے دن ان سے ایسا معاملہ کرنا کہ یہ آپ کو دیکھ کر مسکرائیں۔ اور آپ انہیں دیکھ کر مسکرائیں۔ ہم بھی اپنی آخری تمنا یہی کرتے ہیں۔ یا اللہ قیامت کے دن ہمیں بھی دیکھ کر آپ مسکرائیں اور ہم بھی آپ کو دیکھ کر مسکرائیں۔ ایسے لوگوں کو آواز آرہی ہوگی

يَـٰٓأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِىٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ○ فَادْخُلِى فِى عِبَـٰدِى ○ وَادْخُلِى جَنَّتِى ○

ترجمہ: (ارشاد ہوگا) اے اطمینان والی روح اپنے رب کی طرف لوٹ چل۔ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پس میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

پُرتاثیر دعائیں

از افادات

حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہم

اقتباس

آج تو ہم دعا ایسے مانگتے ہیں جیسے کوئی Worker (ملازم) کو کام بتا رہا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ ایسے دعا مانگیں گے۔ اللہ میری بیٹی کا رشتہ اچھی جگہ ہو جائے اللہ میرے بیٹے کو نوکری مل جائے میرا خاوند میرے سامنے اتنا اچھا ہو کہ میرے اشاروں پر ناچنے لگ جائے اے اللہ! فلاں میرے حاسدین کا گھر بھی اجڑ جائے یعنی ہم ایسے دعا مانگ رہے ہوتے ہیں کہ جیسے کسی ماتحت کو کام ذمے لگا رہے ہوتے ہیں۔ دعا مانگنا اور چیز ہے اور ماتحت کے ذمے کام لگانا اور چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ ہیں۔ اس کی عظمت ہے اس کی شان ہے جس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اس انداز سے دعا مانگنا کہ یہ کر دے یہ کر دے جیسے کوئی افسر کسی کو آرڈر دے رہا ہو یہ مانگنے کا غلط طریقہ ہے۔ اس طرح دعا مانگیں کہ اللہ کے سامنے عاجزی کر کے اور اس کی عظمت کو سامنے رکھ کر دعا مانگا کریں۔ سوال کیا کریں۔ جب اس طرح مانگیں گے تو دعائیں جلدی قبول ہوں گی۔

(حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہم)

پُرتاثیر دعائیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کاملہ:

اللہ رب العزت اپنی صفات میں کامل ہیں بندہ اپنی صفات میں ناقص ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے دینے والے ہیں اور بندہ ہر چیز کو لینے والا ہے۔ بندے کے نقائص کا یہ عالم ہے کہ یہ سامنے دیکھے تو پیچھے نظر نہیں آتا دائیں دیکھے تو بائیں نظر نہیں آتا۔ اوپر دیکھے تو نیچے نظر نہیں آتا۔ جبکہ اللہ رب العزت کا دیکھنا اتنا کامل ہے کہ کالی رات ہو کالی چٹان ہو اس کے اوپر کالی چیونٹی چل رہی ہو تو اللہ رب العزت اس کو چلتا ہوا دیکھ سکتے ہیں۔ انسان

کا سننا اتنا ناقص اگر ایک وقت میں ایک بندہ بات کر رہا ہو ایک اور بندہ اس سے بات کرنے لگے تو اسکو سننے میں دشواری ہوتی ہے کہ مجھے بات سمجھ نہیں آرہی ہے۔ آپ ذرا آہستہ بولیں۔ ہم نے کتنی مرتبہ دیکھا کہ اگر ایک بندہ ٹیلی فون پر کوئی بات کر رہا ہو تو کمرے میں کوئی اور بات کر رہا ہو تو اس کو کہنا پڑتا ہے کہ بھئی آہستہ بولیں مجھے آواز سمجھ نہیں آرہی۔ جبکہ اللہ رب العزت کا سننا اتنا کامل ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے سب انسان مرد، عورتیں اور بچے بوڑھے سب کے سب ایک میدان میں جمع ہو جائیں اور اللہ رب العزت سے سب الگ الگ دعائیں مانگیں تو اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہیں کہ سب کی الگ الگ دعائیں سن بھی لیں اور قبول بھی کر لیں ۔ انسان اپنی صفات میں ناقص اور اللہ رب العزت اپنی صفات میں کامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے دینے والے ہیں اور انسان ہر چیز کا لینے والا ہے۔

چنانچہ ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے یہ ہمارا ذاتی نہیں ہے اس میں ہمارا عمل دخل نہیں ہے۔ چناچہ آپ غور کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحت نہ دیتے ہم بیمار ہوتے اللہ تعالیٰ ہمیں مال نہ دیتے ہم بھکاری ہوتے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں بینائی نہ دیتے ہم اندھے ہوتے۔ وہ گویائی نہ دیتے ہم گونگے ہوتے سماعت نہ دیتے ہم بہرے ہوتے۔ ہاتھ پاؤں نہ دیتے تو ہم لولے لنگڑے ہوتے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں کھانا نہ دیتے ہم بھوکے ہوتے پانی نہ دیتے ہم پیاسے ہوتے کپڑے نہ دیتے ہم ننگے ہوتے اگر اللہ تعالیٰ گھر نہ دیتے ہم بے گھر ہوتے اولاد نہ دیتے تو لاولد ہوتے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں عزت نہ دیتے تو ہم دنیا میں ذلیل ہوتے اگر عقل نہ دیتے تو ہم پاگل ہوتے۔ معلوم ہوا یہ عزتوں بھری زندگی جو ہم دنیا میں گزارتے پھر رہے ہیں وہ اللہ رب العزت کا احسان ہی ہے۔

اللہ کی نعمتوں کی قیمت:

ہارون رشید ایک مرتبہ پیاسا تھا اس کو پانی لا کر دیا گیا۔ ایک اللہ والے وہاں بیٹھے ہوئے تھے کہنے لگے بادشاہ سلامت پانی پینے سے پہلے میری ایک بات سن لینا اگر آپ کو پیاس لگی ہو تو پوری دنیا میں اس پیالے کے سوا اور کہیں بھی پانی نہ ملے اور وہ پانی کا پیالہ دینے والا اگر اس کی قیمت مانگے تو آپ کتنی قیمت دے کر اس پیالے کو خریدیں گے۔ بادشاہ نے کہا کہ میں اپنی آدھی سلطنت دے کر وہ پانی خریدوں گا اور وہ پانی پیوں گا۔ اس نے کہا بادشاہ سلامت اگر وہ پانی پی لیا اور پی کر وہ آپکے جسم میں بلاک ہو گیا urination نہیں ہو رہی (پیشاب نہیں آ رہا) بہت سخت تکلیف ہو رہی ہو۔ کیونکہ جن مریضوں کا پیشاب بند ہو جاتا ہے وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں ہوتے ہیں مچھلی کی طرح تڑپ رہے ہوتے ہیں اگر آپکی یہ حالت ہو اور پوری دنیا میں ایک طبیب ہے جس کے پاس دوا ہے جس سے وہ پیشاب آسانی سے خارج ہو سکتا ہے آپ بتائیں کہ کتنے پیسے دے کر وہ دوائی خریدیں گے۔ بادشاہ نے کہا اپنی آدھی سلطنت دے کر بھی وہ دوائی خریدلوں گا۔ اس نے کہا بادشاہ سلامت اب یہ بات سمجھ میں آئی کہ آپکی پوری سلطنت پانی کا ایک پیالہ خریدنے اور اس کو پورے جسم سے نکال کر دینے کے برابر ہے۔ اور آپ سوچیں کہ آپ نے زندگی میں کتنے پیالے پانی پیا کیسے کیسے مشروبات پیے۔ آپ نے کن کن نعمتوں کو استعمال کیا آپ کیسے سوچ سکتے ہیں کہ آپ نے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کیا تو واقعی بات ایسی ہی ہے کہ ہم سر سے لے کر پاؤں تک اللہ کی نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ بلکہ ہمیں ان نعمتوں کا استحضار بھی نہیں ہے کہ وہ نعمتیں کون کون سی ہیں۔ تا کہ ان کا شکر ہی ادا کر لیتے اس لیے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچتے رہنا چاہیے۔

لیٹ کر سونا کتنی بڑی نعمت ہے:

جب انسان کھانا کھاتا ہے جو فوڈ کا پائپ ہے اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایک والو بنایا ہوا ہے وہ ون وے والو ہے یعنی جب غذا جاتی ہے تو اس کو جانے دیتا ہے اور اگر غذا باہر جاتی ہے تو اس کو روک لیتا ہے۔ چنانچہ ابھی ایک بندے نے خوراک کھائی اب اگر وہ الٹا ہوتا ہے تو اس کے منہ سے وہ غذا واپس نہیں آتی وہ والو اس کو روک لیتا ہے ہمیں احساس ہی نہیں کہ یہ اللہ رب العزت کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ چنانچہ ہمارے ایک تعلق والے دوست امریکہ میں رہتے تھے وہ ہمارے گھر ایک دفعہ مہمان آئے ہم نے ان کیلئے بستر بچھایا وہ کہنے لگے حضرت میں تو لیٹ کر سونے کی نعمت سے محروم ہوں۔ کہنے لگے حضرت جو خوراک کی نالی میں ایک والو ہوتا ہے وہ لیک ہو گیا ہے چنانچہ اگر میں لیٹ جاؤں تو میرے پیٹ کا جتنا بھی کھانا ہوتا ہے وہ منہ کے ذریعے باہر آ جاتا ہے چنانچہ میں لیٹ نہیں سکتا۔ بلکہ پوری رات بیٹھ کے سوتا ہوں چنانچہ ہم نے دیکھا کہ ساری رات وہ بندہ بیٹھ کر سویا اور ہم کو اس دن احساس ہوا کہ اے اللہ لیٹ کر سو جانا بھی آپکی کتنی بڑی نعمت ہے۔

پلک جھپکنا بھی نعمت ہے:

ایک نوجوان کا ایکسیڈنٹ ہوا تو اس کی آنکھ کے اوپر جو کور cover تھا وہ کٹ گیا چنانچہ اس کی ایک آنکھ بالکل ننگی ہو گئی جیسے مچھلی کی آنکھ ہوتی ہے۔ ڈاکٹروں نے اس کو کہا کہ اب آپ کو یہ آنکھ تھوڑی تھوڑی دیر بعد دھونی پڑے گی اس نے کہا وہ کیوں؟ تو انہوں نے کہا کہ فضا کے اندر جو گرد ہوتی ہے اس کی کی چھوٹی سی تہہ اس کے اوپر جمے گی تو آپ کو اسے دھونا پڑے گا۔ چنانچہ اس نے دھونا شروع کر دیا۔ ہر ایک گھنٹے کے بعد اس کو دھوتا چنانچہ ایک ماہ کے بعد مسلسل یہ عمل کرنے کی وجہ سے اس کے گال کا جو گوشت تھا وہ پانی

لگنے کی وجہ سے درد کرنے لگ گیا۔ اس نے ڈاکٹروں سے کہا کہ اس مصیبت سے کیسے میری جان چھوٹ سکتی ہے۔

ڈاکٹروں نے کہا دیکھیں اللہ رب العزت نے ہر انسان کی آنکھ کے نیچے جو پلکوں کا سسٹم ہے وہ آٹو میٹک بنایا ہے۔ اس سے جو آنکھوں کی سکرین ہوتی ہے۔ وہ صاف ہو جاتی ہے۔ یوں سمجھیں کہ یہ ہماری آنکھوں کی ونڈ سکرین کا وائپر ہے اور وہ ہر وقت صاف ہوتی رہتی ہیں اور اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ پلک جھپکنا بھی اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ جب ہم اتنے محتاج ہیں ہمیں چاہیے کہ ہم ان نعمتوں کو اللہ سے مانگیں۔ اللہ سے ان نعمتوں کو مانگنا، اس عمل کو دعا کہتے ہیں۔

دعا کی اہمیت:

قدرتی بات ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ ویسے بھی مانگنے کا مہینہ ہے اور اس عاجز کو دعا مانگنے کے لئے ہی بلایا گیا ہے۔ تو دل میں خیال آیا کہ دعا کے متعلق چند باتیں کہہ دی جائیں کیونکہ اگر سالکین کو یہ باتیں سمجھ میں آ گئیں اور وہ اللہ رب العزت سے صحیح مانگنے کا طریقہ سیکھ جائیں تو اس عاجز کا بولنا فائدہ دے گا۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ

ترجمہ: دعا عبادت کا مغز ہے

جیسے کسی چیز کی کوئی کریم ہوتی ہے۔ کوئی خلاصہ ہوتا ہے۔ یوں سمجھئے دعا عبادت کا مغز ہے۔

اور دوسری حدیث میں فرمایا:

اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ

ترجمہ: دعا ہی عبادت ہے۔

اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتے ہیں جو دعا مانگتا ہے اور جو نہیں مانگتے اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جو بندہ دعا نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔

خالق اور مخلوق سے مانگنے کا فرق:

آج ہم مخلوق سے مانگتے پھرتے ہیں اور مانگنے کے طریقے بھی آتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے طریقے ہم نہیں سیکھ پائے۔، چنانچہ مخلوق سے مانگنے میں اور اللہ رب العزت سے مانگنے میں چند بنیادی فرق ہیں

ذرا توجہ سے سنئے گا

ا......پہلی بات یہ کہ آپ مخلوق سے ایک چیز بار بار مانگیں وہ نہیں دے گا۔ چنانچہ آپ دوست سے ایک مرتبہ ایک چیز مانگئے وہ دے دے گا دوسرے مرتبہ مانگئے وہ دے دے گا تیسری مرتبہ موڈ بنائے گا۔ چوتھی مرتبہ بولنا چھوڑ دے گا پانچویں مرتبہ آپ سے تعلق توڑنے کا اعلان کر دے گا۔ یہ کیسا آدمی ہے ہر وقت مانگتا ہی رہتا ہے۔ تو مخلوق سے بار بار مانگو وہ تنگ ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ سے بار بار مانگئے وہ خوش ہوتے ہیں بلکہ جو بندہ ہر چیز اللہ سے مانگے اور ہر وقت اللہ سے مانگے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو اپنا ولی اور دوست بنا لیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ ہمارا ایسا بندہ ہے کہ ہمارے سوا کسی اور سے مانگتا ہی نہیں ہے۔

۲......دوسرا فرق یہ ہے کہ مخلوق سے کوئی چیز مانگئے تو وہ دے تو دیتے ہیں مگر کئی مرتبہ

وہ غصے کا اظہار کر دیتے ہیں مثال کے طور پر آپ ڈرائیونگ کر رہے ہیں والدہ بھی پاس بیٹھی ہیں۔ لال بتی پہ آپ نے گاڑی کو کھڑا کیا ایک فقیر بھی آ گیا اس نے کھڑکی کو کھٹکھٹایا تو آپ نے اشارہ سے کہا کہ بھئی معاف کر دو مگر مانگنے والے بھی بڑے مستقل مزاج ہوتے ہیں وہ پھر مانگتا ہے پھر مانگتا ہے۔ یہاں تک کہ آپ کو غصہ آ جاتا ہے کہ یہ جاتا کیوں نہیں اتنے میں آپ کی والدہ کہہ دیتی ہیں کہ بیٹا دے دو اب والدہ کے کہنے پر آپ اپنی جیب سے کچھ پیسے نکال کر دے تو دیتے ہیں مگر کتنے غصے والی نظروں سے اس کو دیکھتے ہیں اور دیتے ہوئے یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ بھئی لو اور دفع ہو جاؤ۔ تو دیا بھی اور غصے سے دیا بوجھ سمجھ کر دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا معاملہ اور ہے بندہ اس سے جتنا بھی مانگے جب بھی مانگے اللہ تعالیٰ اس کو ناراض ہو کر نہیں دیتے بلکہ پیار سے دیا کرتے ہیں۔

۳...... مخلوق کے معاملے میں ایک اور بھی فرق ہے اگر آپ کسی امیر بندے کے پاس جائیں تو اسے کہیں کہ مجھے چونی دے دیں اور وہ بندہ اربوں پتی ہو تو اس کو تو غصہ آئے گا اور کہے گا کہ آپ مجھے غریب سمجھتے ہو۔ اور اگر آپ کسی غریب کے پاس جائیں اور اس سے کہیں کہ مجھے دس کروڑ کا خزانہ چاہیے تو وہ بھی ناراض ہو گا کہ بھئی آپ مجھے کوئی رئیس سمجھتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ امیر سے تھوڑا مانگیں تو وہ ناراض اور غریب سے زیادہ مانگیں تو وہ ناراض ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت کا معاملہ عجیب ہے کہ جتنا مانگیں تو وہ خوش ہوتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔

''کوئی بندہ اپنے جوتے کا تسمہ اللہ رب العزت سے مانگتا ہے تو اللہ پاک وہ بھی دے کر خوش ہوتے ہیں''

۴...... ایک فرق اور بھی ہے۔ مخلوق کے مانگنے میں وہ آپ کو دن کے کسی حصے میں تو دے دیں گے۔ شام کے بعد نہیں دیں گے۔ آپ رات کو کسی کے دروازے پر جائیں تو

دروازے بند پائیں گے۔لوگوں کے دروازے کبھی کھلے ہوتے ہیں اور کبھی بند ہوتے ہیں۔مگر اللہ رب العزت کا دروازہ ایسا ہے جو ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔

لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ

ترجمہ: اللہ رب العزت کو نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ آتی ہے

اس لئے کہ میرا بندہ رات کے وقت کسی حصے میں مجھ سے مانگنے کو آئے ایسا نہ ہو کہ دینے والے کا دروازہ ہی بند ہو۔اللہ کی شان بلند ہے ۔وہ کتنا کریم پروردگار ہے کہ جس کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا۔

۵......ایک فرق اور ہے کہ مخلوق کے پاس اگر آپ جائیں تو ان کی اپنی ضرورتیں ہوتی ہیں وہ کہتے ہیں کہ یار میری اپنی ضرورت ہے میں نے قرضہ دینا ہے حالات میرے ذرا ٹائٹ ہو گئے ہیں میری پےمنٹ payment رک گئی ہے۔مجھ سے قرضے والے مطالبہ کر رہے ہیں۔میری کنسائمنٹ (مال) رک گئی ہے۔میرا کنٹینر پھنس گیا ہے۔ مارکیٹ کے حالات اچھے نہیں۔آپ اگر مخلوق میں سے کسی سے مانگیں وہ خود محتاج ہے دس ضرورتیں آپ کے سامنے پیش کرے گا۔لیکن اللہ رب العزت کا معاملہ کچھ اور ہے۔آپ اللہ سے مانگیں۔آپ سب اس کے محتاج ہیں لیکن وہ کسی کا محتاج نہیں۔

اَللّٰهُ الصَّمَدُ

۶......پھر مخلوق اور اللہ تعالیٰ سے مانگنے میں ایک فرق اور بھی ہے۔اگر دنیا میں کوئی بندہ ذی حیثیت ہوتا ہے اس کی کوشش ہوتی ہے کہ اپنوں کو نوازے آج آپ دیکھیں گے کہ دنیا میں کسی کو حکومت ملے تو وہ اپنی پارٹی کے بندوں کو نوازنے کی کوشش کرے گا اور جو مخالف پارٹی ہوگی تو اس کی کوشش ہوگی کہ اس کو محروم کر دوں۔ان کے منہ سے نوالے بھی چھین لوں۔تو لوگ اپنوں کو عطا کرتے ہیں اور غیروں کو محروم کرتے ہیں۔بلکہ اللہ رب

العزت کا معاملہ اور ہے وہ اپنوں کو بھی عطا کرتے ہیں جو کلمہ پڑھنے والے ہیں ان کو بھی عطا کرتے ہیں۔ جو اللہ کا انکار کرنے والے ہیں ان کو بھی عطا کرتے ہیں جو کافر ہیں اللہ نے ان کو دنیا میں اولاد بھی عطا کی ہے عزت بھی عطا کی ہے وہ ان کو مال دیتا ہے صحت بھی دیتا ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں نہ صرف اپنوں کو نوازتے ہیں بلکہ غیروں کو بھی عطا کرتے ہیں۔

یاروں کو بھی اس دنیا میں دے دیتے ہیں اور غداروں کو بھی دے دیتے ہیں۔ بلکہ اپنوں کو دال ساگ پر راضی کر دیتے ہیں اور غداروں کو معلوم نہیں کہ کیا کیا تر لقمے کھلاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھے مومنین کے ایمان کا ڈر نہ ہوتا کہ کہیں بہک نہ جاتے تو میں ان کافروں کی سیڑھیوں کو چھتوں کو اور گھروں کو سونے کا بنا دیتا اس لئے کہ پوری دنیا کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔

وَلَوْلَآ اَنْ یَّکُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّکْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ ۝ وَلِبُیُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَیْهَا یَتَّکِئُوْنَ ۝ وَزُخْرُفًا ط

ترجمہ: اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک طریقہ کے ہو جائیں گے (کافر) تو جو اللہ کے منکر ہیں ان کے گھروں کی چھت اور ان پر چڑھنے کی سیڑھیاں چاندی کی کر دیتے اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت بھی چاندی کے کر دیتے جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے اور سونے کے بھی۔

۷...... پھر مخلوق کے مانگنے میں اور خالق سے مانگنے میں ایک اور فرق بھی ہے کہ جس سے آپ نے مانگنا ہے پہلے آپ کو اس سے تعلق بنانا پڑے گا۔ تحفے تحائف لے کر جانے

پڑیں گے دنیا میں کسی کے پاس جائیں تو پہلے پوچھتے ہیں کہ کیا لائے ہو۔ کیا گفٹ لائے ہو افسر صاحب کیلئے کیا دینے کے لئے لائے ہو۔ تو دنیا میں کسی کے پاس جائیں تو کہتے ہیں کہ کیا لائے ہو جبکہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں میرے بندے کیا لینے کے لئے آئے ہو۔

۸...... مخلوق کے بارے میں دیکھا کہ اگر آپ کسی پر احسان کریں بھی تو اگر ان کو کوئی اڑتی ہوئی خبر ملے کہ فلاں بندہ میرے بارے میں کوئی الٹی بات کر رہا تھا۔ تو وہ شک کی بنا پر بھی احسانات کو چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ حقیقت معلوم نہیں لیکن شک کی بنا پر اس بندے کو محروم کر دیں گے۔ مگر اللہ رب العزت کا معاملہ کیا ہے کہ اس کے بندے اگر بحکم بشریت کوئی گناہ کر بھی بیٹھے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کو محروم پھر بھی نہیں کرتے۔ کبیرہ گناہ کر کے آتے ہیں۔ گھر آ کر پلنگ پر میٹھی نیند سو رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو نیند سے محروم تو نہیں کر دیتے۔ یہ تو نہیں کہ تم نے نماز قضا کی تمہارا کھانا ہضم نہیں ہوگا۔ اللہ وہ شفیق ذات ہے کہ بندے کو اس کے گناہ کے باوجود محروم نہیں کرتا بلکہ ان کو مہلت عطا کر دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بندے نے مانگنا ہے تو وہ مخلوق کی بجائے اللہ سے مانگے مگر یہ مانگنا بھی ایک عمل ہے جو سیکھنا پڑتا ہے۔

مانگنے کا سلیقہ اور طریقہ:

آپ نے دیکھا ہوگا۔ کہ کورٹ کے اندر درخواست دینی ہو تو ہر بندہ فارم بھر نہیں سکتا وہاں پر کچھ بندے بیٹھے ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ آیئے ہم آپ کو فارم بھرنا سکھائیں۔ آپ نے پاسپورٹ کے لئے اپلائی کرنا ہے کتنی ہی ایسی باتیں ہوتی ہیں بندہ مدد مانگتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ غلط درخواست دے بیٹھوں ۔ عمرہ حج کا ویزہ ہو تو کسی نہ کسی جاننے والے سے پوچھتا ہے کہ بھئی میں نے درخواست کیسے پر کرنی ہے۔ اسطرح اللہ والے وہ دعا مانگنے کا عمل جانتے ہیں ہمیں ان سے پوچھنا چاہیے کہ بھئی کیسے دعا مانگنی ہے یہ بھی تو

ایک درخواست ہے اس کو بھی تو بھرنا ہے۔ تو ہم کیسے درخواست بھریں کہ وہ منظور ہو جائے۔ ہم نے دنیا میں دیکھا کہ اگر درخواست صحیح نہ بھری ہوئی ہو تو رد ہو جاتی ہے اسی طرح اگر دعا بھی پورے آداب کے ساتھ نہ مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ دعا کو بھی رد کر دیں گے۔ اب ہم پریشان ہوتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتی۔ معاذ اللہ ایسے الفاظ کہہ دیتے ہیں کہ اللہ ہماری دعا سنتا ہی نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا۔

اِنَّ رَبِّی لَسَمِیْعُ الدُّعَا

ترجمہ: بے شک میرا پروردگار ضرور دعا کو سنتا ہے۔

کیوں ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ سنتا نہیں یہ کیوں نہیں کہتے کہ ہمارے مانگنے میں کوئی کمی اور فرق ہے جس کی وجہ سے وہ قبولیت کے درجہ تک نہیں پہنچی۔

دعائیں کروانے اور لینے کا فرق:

ایک بات یہاں clear کرنا (واضح کرنا) ضروری ہے۔ ایک ہوتا ہے دعائیں کروانا اور ایک ہوتا ہے دعائیں لینا۔ دعائیں کروانا بھی عبادت ہے یہ بھی ایک عمل ہے لیکن دعائیں لینا اس سے بڑا عمل ہے بڑی عبادت ہے۔ دعائیں کروانا یہ ہے کہ امی میرے لئے دعا کریں ابو دعا کریں۔ حضرت دعا کریں۔ سر میرے لئے دعا کریں۔ یہ تو ہوا دعائیں کروانا۔ یہ بھی کہنا چاہیے نبی ﷺ نے اس کی بھی تلقین کی ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ایک مرتبہ عمرے پر گئے آپ ﷺ نے فرمایا۔

”عمر دعاؤں میں ہمیں نہ بھولنا“

یہ کہنا امت کی تعلیم کیلئے ہے۔ کہنا چاہیے کہ ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا۔ لیکن اس سے بھی ایک بڑا عمل ہے کہ ایسے کام کریں کہ جس کو دیکھ کر اس کے ماں باپ اور پیر استاد کے منہ سے اس کے لئے دعائیں نکلیں۔

تو آج دعائیں کروانے والے بہت ہیں اور دعائیں لینے والے بہت کم ہیں۔ کوشش یہ کرنی چاہیے کہ اللہ ہمیں دعائیں لینے والا بنائے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی ﷺ کے تین شاگرد تھے اور تینوں کا نام عبداللہ تھا وہ نبی ﷺ کی خدمت میں پیش پیش تھے حدیث پاک میں آتا ہے کہ آپ ﷺ ان تینوں کا نام لے لے کر تہجد میں دعائیں مانگتے تھے۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ تینوں دنیا میں بہت عزتیں پانے والے بزرگ بنے چنانچہ ان میں سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ امام المفسرین بنے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر امام المحدثین بنے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ امام الفقہاء بنے۔ اللہ تعالیٰ نے تینوں کو ایسے بخت لگا دیے۔ یہ جو ہوتا ہے ناں بڑوں کی دعائیں لینا یہ اللہ رب العزت کی بہت بڑی مہربانی ہوتی ہے۔

دعا مانگنے میں کوتاہیاں:

آج جو ہماری دعا مانگنے میں کوتاہی ہوتی ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم جو دعا مانگتے ہیں تو ہماری خواہش ہوتی ہے کہ بس شام ہو اور وہ دعا ہماری قبول ہو جائے۔ اور دعا کے لئے جلدی مچاتے ہیں۔ آج کل عورتیں ایسے سمجھتی ہیں جیسے خاوند کو صبح کوئی کام کہا شام تک اس کو ہونا چاہیے۔ ایسے ہی وہ اللہ رب العزت کے ساتھ معاملہ کرتی ہیں کہ صبح کی نماز پڑھی اب شام تک دعا قبول ہونی چاہیے۔ ادھر شکوے کرنے بیٹھ جاتی ہیں۔ اس طرح شکوے شکایت کرنے سے تو دعا قبول نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ ہیں اس سے مانگنے کا کوئی طریقہ ہے اس کی بارگاہ میں ناز نہیں چلتا اس کے ہاں عاجزی چلتی ہے انکساری چلتی ہے۔

کئی مرتبہ عورتیں خط میں لکھتی ہیں کہ ہم نے دعا مانگی اور قبول نہیں ہوئی ہم نے دعا

مانگنا چھوڑ دی ہے۔اپنی کم علمی کی وجہ سے جس طرح خاوند سے روٹھتی پھرتی ہیں اسی طرح اپنے خدا سے بھی روٹھتی پھرتی ہیں۔ یہ نہیں دیکھیں گی کہ بھئی دعا مانگنے میں بھی تو کوئی کمی ہوسکتی ہے۔جس کی وجہ سے application (درخواست) رد ہوگئی ہے۔جبھی تو کہتی ہیں کہ خدا سنتا ہی نہیں۔ کیوں نہیں سنتا!

حدیث پاک میں ہے کہ کہ قبولیت کے تین درجات ہیں

۱۔ یا تو دعا جس طرح مانگی من وعن قبول ہو جاتی ہے۔

۲۔ یا تو اس کے بدلے کوئی بڑی مصیبت تھی ٹال دی جاتی ہے۔

۳۔ یا تو پھر اس کو ذخیرہ کروا دیتے ہیں نامہ اعمال میں اور قیامت کے دن اس کو اتنا دیں گے اتنا دیں گے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ وہ بندہ کہے گا کاش دنیا میں میری کوئی دعا قبول نہ ہوتی جو اجر مجھ کو مل رہا ہے تو اس کے بدلے اور کتنا زیادہ اجر مجھے ملتا۔تین میں سے کسی نہ کسی ایک صورت میں اللہ تعالیٰ دعا ضرور قبول کرتے ہیں۔اب اللہ تعالیٰ پابند تو نہیں ہیں کہ اس کو ہمارے لئے ضرور قبول کرتے۔ اللہ تعالیٰ حکمت والے ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ یہ دعا اس کے حق میں بہتر ہے تو قبول کر لیتے ہیں۔ جیسے کوئی بندہ اللہ سے پیسہ مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو عطا نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ اگر اس کو مال پیسہ دیا تو اس کے دین میں خرابی پیدا کر دے گا بلکہ اللہ اس کی دعا کو اُسی طرح قبول نہیں کرتے ہیں۔ جیسے بچہ اگر ہاتھ میں انگارہ پکڑنا چاہے تو ماں اس کو نہیں پکڑنے دیتی۔ بچہ اگر روئے کہ امی میری بات ہی نہیں مانتی۔ بچے کو نہیں پتہ کہ وہ اس کے لئے نقصان دہ ہے بلکہ ماں کو پتہ ہے کہ نقصان دہ ہے۔ اِسی طرح اللہ کو بہتر پتہ ہے کہ ہمارے لئے کون سی دعا فائدہ مند ہے ہم کو نہیں پتہ کہ کون سی دعا میں کون سی حکمت ہے۔

اللہ تعالیٰ بہتر فیصلہ کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ چونکہ رحیم وکریم ہیں وہ بہتر فیصلہ فرماتے ہیں اسی طرح کئی بچیاں چاہتی ہیں کہ فلاں جگہ شادی ہو جائے ہر بندہ چاہتا ہے کہ پسند کی شادی ہو جائے تو اب اس کی نیت یہ تھی کہ ادھر شادی ہو جائے اب نہیں ہوئی سب سے بے زار پھرتی ہیں۔ بڑی دعائیں مانگیں، بڑے وظیفے کئے بڑے قرآن پڑھے جی ہماری دعائیں تو قبول ہی نہیں ہوتیں۔ اللہ کی بندی آپ کو کیا پتہ وہ جو آج تمہارے ساتھ محبت کا برتاؤ کر رہا ہے کل کو تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کرے گا؟ وہ کسی اور سے تعلق بنالے اور تمہیں گھر کے اندر ذلیل کرے دوسروں کے سامنے بے عزت کرے اور تم اس وقت جینے کی بجائے مرجانے کو بہتر سمجھو؟

وہ اللہ اس بات کو بہتر جانتا ہے اس لیے تمہاری دعا قبول نہیں ہو رہی اس لئے دعا جب بھی مانگی جاتی ہے تو بہتر ہو تو اللہ تعالیٰ اسی وقت پورا کر دیتے ہیں اور اگر بہتر نہ ہو تو اللہ تعالیٰ پورا نہیں کرتے۔

مثال کے طور پر ایک آدمی کہتا ہے کہ یا اللہ مجھے غنی بنا دے اللہ اس کو نہیں بناتا کیوں؟ اس لئے کہ اللہ جانتے ہیں کہ اگر اس کو غنی بنا دیا تو یہ اولاد کی تربیت صحیح طریقے سے نہیں کر سکے گا۔ اور اس کی اولاد نافرمان بن کے ایمان سے خارج ہو جائے گی۔ کتنے لوگ ہیں مال ان کے گھر میں آجاتا ہے اور اولاد ان کے ہاتھوں سے نکل کر بے دین ہو جاتی ہے۔ ہمیں کیا پتہ کہ ہماری دعا کس وجہ سے قبول نہیں ہو رہی۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اعتماد رکھیں اللہ تعالیٰ بندے سے ماں سے ستر گنا زیادہ محبت رکھتے ہیں۔ اس میں کوئی حکمت ہوگی۔ جو من وعن دعا قبول نہیں ہوتی۔

ہمیں کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کے بدلے میں بڑی مصیبت سے بچا دیا۔ آپ

سوچیں کئی مرتبہ آپ گاڑی پر جا رہے ہوتے ہیں کہ ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے بچتا ہے۔ تو ممکن ہے آپ کی مانگی ہوئی کسی دعا کے صدقے اللہ نے آپ کو ایکسیڈنٹ سے بچالیا۔

زلزلہ آیا لاکھوں انسان مرے بھی اور بچ بھی گئے ہمیں اللہ نے بچالیا کیا پتہ کوئی مانگی ہوئی دعا تھی اس کے بدلے میں اللہ ہمیں نے بچالیا تو یوں کہہ دینا کہ ہماری دعا قبول نہیں ہوتیں تو یہ بدگمانی اللہ کی بارگاہ میں ظاہر کرنا مناسب نہیں ہے۔

دعا مانگتے ہی رہنا چاہیے:

دعا مانگنی چاہیے اور مانگتے ہی رہنا چاہیے آپ نے دیکھا ہے کہ بچہ کبھی ماں سے کوئی چیز مانگتا ہے ماں کبھی دے دیتی ہے اور کبھی نہیں دیتی۔ جب نہیں دیتی تو بچہ مانگتا رہتا ہے، مانگتا رہتا ہے ماں نہیں دیتی۔ تھوڑی دیر بعد وہ رونا دھونا کرتا ہے تو ماں چیز بھی دے دیتی ہے اور سینے سے بھی لگا لیتی ہے۔ تو اسی طرح دعا مانگنی ہو تو ہم non stop مانگتے رہیں بغیر تھکے ہوئے مانگتے رہیں۔ مانگنے کے بعد ہم محروم نہیں رہیں گے۔ یا تو من وعن قبول ہوگی یا اس کے بدلے return ملے گا۔ اس کے بدلے کوئی بیماری ہوگی جو دور کر دی جائے گی۔ کیا پتہ آپ نے کوئی دعا مانگی وہ قبول تو ہو جاتی لیکن کوئی جلد کی بیماری بھی ہو جاتی آپ کے چہرے پر داغ دھبے پڑ جاتے اور ایسے چہرے پر اتنی محبت کرنے والا شوہر دیکھنا بھی پسند نہ کرتا اور اس کا رخ بھی بدلا ہوا ہوتا۔

اللہ نے آپ کی صحت کو برقرار رکھا کوئی بیماری نہیں لگائی۔ گھر میں الفتوں اور محبتوں والی زندگی گزارتی پھر رہی ہیں۔ پتہ نہیں کس کس دعا کا نتیجہ ہے جو یہ عزتوں بھری زندگی گزار رہی ہیں۔ اس لئے دعا مانگنے کے بعد یہ توقع رکھنا کہ فوراً قبول ہو جائے گی یہ بندگی کے آداب کے خلاف ہے اور جلدی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

دعا مانگتے رہنے سے قبول ہوتی ہے:

اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھیں کہ کچھ لوگ دعا مانگتے ہیں اور کچھ لوگ دعائیں پڑھتے ہیں۔ دعا پڑھنے سے قبول نہیں ہوتی۔ دعا مانگنے سے قبول ہوتی ہے کیا مطلب؟

دعا پڑھنا تو یہ ہے کہ پڑھتا رہے

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا ......بس طوطے کی طرح دعا پڑھ لی یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ میں نے کیا پڑھا چنانچہ ایک مرتبہ ایک مسجد میں نماز پڑھی قریبی دوست بھی نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز پڑھنے کے بعد انہوں نے دعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیر لیا تو میں نے ویسے ہی ان سے پوچھ لیا کہ آج دعا میں آپ نے کیا مانگا تو میری طرف دیکھ کر کہنے لگے حضرت سچ بتاؤں مجھے نہیں معلوم میں نے کیا مانگا۔ یعنی ابھی چہرے پر ہاتھ پھیرا اور ابھی معلوم نہیں کہ کیا مانگا اتنی غفلت بھری دعا مانگی۔ اس کو کہتے ہیں دعائیں پڑھنا۔

دعائیں پڑھنے سے دعائیں قبول نہیں ہوتیں دعائیں مانگنے سے قبول ہوتی ہیں۔

دیکھئے جس فقیر نے آپ سے ایک روپیہ مانگنا ہوتا ہے وہ کپڑے بھی پھٹے پرانے پہن کر آتا ہے وہ الفاظ بھی چن چن کر استعمال کرتا ہے جو دل کو touch (چھونے) کرنے والے ہوں۔ آواز بھی بھرائی ہوتی ہے ہاتھ بھی کانپ رہے ہوتے ہیں۔ اب دیکھئے جس نے ایک روپیہ مانگنا ہو کتنی تیاری کر کے آپکی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جس نے اللہ سے اللہ کو مانگنا ہو اس کو کتنی زیادہ عاجزی کی ضرورت ہوگی۔

آج کل کے دعا مانگنے کے غلط طریقے:

آج تو ہم دعا ایسے مانگتے ہیں جیسے کوئی Worker (ملازم) کو کام بتا رہا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ ایسے دعا مانگیں گے۔ اللہ میری بیٹی کا رشتہ اچھی جگہ ہو جائے اللہ

میرے بیٹے کو نوکری مل جائے میرا خاوند میرے سامنے اتنا اچھا ہو کہ میرے اشاروں پر ناچنے لگ جائے اے اللہ! فلاں میرے حاسدین کا گھر بھی اجڑ جائے یعنی ہم ایسے دعا مانگ رہے ہوتے ہیں کہ جیسے کسی ماتحت کو کام ذمے لگا رہے ہوتے ہیں۔ دعا مانگنا اور چیز ہے اور ماتحت کے ذمے کام لگانا اور چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ ہیں۔ اس کی عظمت ہے اس کی شان ہے جس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اس انداز سے دعا مانگنا کہ یہ کردے یہ کردے جیسے کوئی افسر کسی کو آرڈر دے رہا ہو یہ مانگنے کا غلط طریقہ ہے۔ اس طرح دعا مانگیں کہ اللہ کے سامنے عاجزی کرکے اور اس کی عظمت کو سامنے رکھ کر دعا مانگا کریں۔ سوال کیا کریں۔ جب اس طرح مانگیں گے تو دعائیں جلدی قبول ہوں گی۔ ع

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

ہم شکوہ لئے پھرتے ہیں کہ وہ ہماری سنتا ہی نہیں حالانکہ دعا مانگنے میں اتنی کوتاہیاں ہم خود کرتے ہیں کہ جس کا حساب نہیں ہے۔

دل سے دعا مانگنے سے قبول ہوتی ہے:

حجاج بن یوسف کے بارے میں آتا ہے کہ طواف کر رہا تھا ایک بوڑھا نابینا اللہ سے مناجات کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا یا اللہ مجھے میری بینائی واپس کردے۔ حجاج بن یوسف رکا اور اس نے ٹھوکر لگائی اور کہا کہ تمہیں معلوم ہے میں کون ہوں؟

اس نے کہا نہیں۔ حجاج بن یوسف نے کہا کہ میں حجاج بن یوسف ہوں۔ اب اس کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ بہت ہی زیادہ سخت طبیعت کا بندہ تھا اور جو کہہ دیتا اس کو پورا کرکے دکھاتا تھا۔ اس نے کہا دیکھ میرا اگلا چکر طواف کا مکمل ہونے والا ہے اگر میری واپسی پر تیری بینائی نہ آئی تو میں نے تیرے قتل کا حکم دے دینا ہے اور اس نے ایک پولیس والا بھی ساتھ کھڑا کر دیا کہ بھاگنے نہ پائے۔ اب تو اندھے کا حال عجیب! آنسو گر رہے

ہیں اور کانپ بھی رہا ہے کہنے لگا۔ اللہ پہلے تو بینائی کا سوال تھا اب تو میری زندگی کا سوال ہے۔ ایسے تڑپ کر اس نے دعا مانگی کہتے ہیں حجاج بن یوسف جب واپس آیا تو اللہ نے اس کی بینائی واپس لوٹا دی۔ حجاج بن یوسف نے اس کو کہا جیسے تم پہلے دعا مانگ رہے تھے ایسے اگر ساری زندگی بھی دعا مانگتے رہتے بینائی واپس نہ آتی۔ چونکہ پہلے تم زبان سے دعا مانگ رہے تھے۔ اب جب تمہیں اپنی جان کا خوف ہوا تم نے تڑپ کر دل سے دعا مانگی۔ تو وہ قبول ہوگئی۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

اس لئے دعا ہمیشہ انسان جب بھی مانگے دل سے مانگے تڑپ کر مانگے پھر دیکھئے اللہ رب العزت کی طرف سے کیسے رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

دل کھول کر مانگیے:

ایک بات ذہن میں رکھنا جو شرفاء ہوتے ہیں سخی ہوتے ہیں ان سے اگر کوئی سوال کریں تو وہ کچھ زیادہ بھی دے دیتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی مجھ سے سوال کرے تو ہو سکتا ہے میں اس کو دس روپے دے دوں کسی امیر سے سوال کرے وہ ہزار دے دے کسی وزیر سے کرے دس ہزار دے دے۔ ملک کے صدر سے بات کرے تو وہ لاکھ روپے دے دے اور اگر سعودی عرب کے بادشاہ سے مانگے تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس کو ملین دے دے۔ تو دنیا کا ہر بندہ اپنی شان کے مطابق دیتا ہے۔ یہ ذہن میں یاد رکھ لیجئے جب اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتے ہیں تو بندے کو اپنی شان کے مطابق عطا کر دیتے ہیں وہ اتنے کریم پروردگار ہیں۔ مانگنے والے کا دامن چھوٹا اور دینے والے کی شان بڑی ہے جس نے بھی مانگا وہ محروم نہیں رہا۔ مگر مانگنے کے طریقے سے مانگا ہو۔

بچپن کا واقعہ:

مجھے بچپن کا ایک واقعہ یاد ہے کہ ایک محلے کا دکاندار تھا اور میرے والد کے ساتھ اس کے تعلقات بہت اچھے تھے جب میں اس سے سودا لینے جاتا تو وہ جتنا دینا ہوتا وہ تول کر دیتا اور بعد میں کچھ اوپر زیادہ ڈال دیتا۔ مجھے یہ بات سمجھ نہ آئی۔ ایک دفعہ میں نے یہ بات اپنے والد صاحب کو بتائی تو والد صاحب نے کہا بچے جو وہ اوپر کچھ زیادہ ڈال کر دیتا ہے یہ اس کی محبت ہے یہ اپنی محبت کا حق ادا کرتا ہے۔ وہ بچپن کی بات آج یاد آتی ہے کہ اگر ایک بندہ جس کے ساتھ محبت کا تعلق ہے وہ اپنی شان سے زیادہ دے دیتا ہے اور اگر بندے کا اس اللہ سے بھی محبت کا تعلق ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو اسکی توقعات سے بڑھ کر عطا کر دیتے ہیں۔ اب اس کی دو چار مثالیں سن لیجئے۔

حضرت ابراہیمؑ کا پھل مانگنے کا واقعہ:

حضرت ابراھیمؑ اپنی بیوی ہاجرہ اور اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو ملک شام سے لے کر آ گئے اور ان کو مکہ مکرمہ میں آ کر آباد کیا وہاں بالکل سبزہ نہیں تھا۔

بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ

جب انہوں نے ان کو وہاں پر آ کر آباد کیا اور اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ

وَارْزُقْهُمْ ثَمَرَات

ترجمہ: ان کو پھل عطا کر دیجئے

ہم جیسا ہوتا تو کھانے کو روٹی پانی مانگتا مگر انبیاء کرام کی شان بلند ہوتی ہے فراست بڑی ہوتی ہے انہوں نے پھل مانگا تو جہاں پر اللہ نے ان کا تذکرہ فرمایا وہاں فرمایا (اے ہمارے پیارے ابراھیم ہم اس جگہ ہر قسم کے پھل پہنچائیں گے۔ حالانکہ ثمرات کی جگہ

اشجار کہہ دیتے تو بھی بات ٹھیک تھی کہ درختوں کے پھل کیونکہ مانگنے والے نے تو درختوں کے پھل ہی مانگے۔ کیونکہ اس نے ثمرات کہا اشجار نہیں کہا

ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْئٍ

ترجمہ: ہر چیز کے پھل

کہا چنانچہ آپ دیکھیں۔ کھیتوں کا ثمر سبزیاں ہیں، درختوں کا ثمر پھل ہیں۔ ملوں کا ثمر ان کا پراڈکٹ ہے۔ کسی کا ثمر کپڑا ہے کسی کا ثمر پلاسٹک کی چیزیں ہیں۔ جو بھی ثمر دنیا میں تیار ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ اس کو یہاں پہنچا رہے ہیں۔

اور انسانوں کا ثمر ان کی اولاد ہوتی ہے آپ دیکھئے کہ والدین اپنی اولادوں کو یہاں بھیجنے کے لئے دعا کروا رہے ہیں کہ دعا کریں ہمارے بیٹے کا سعودی عرب کا ویزہ لگ جائے۔ ہم اپنے دل کے ثمر کو بھی وہاں بھیجنے کے لئے تیار ہیں۔ انہوں نے ثمر مانگے اور اللہ نے ہر چیز کا ثمر بھیج دیا۔

بی بی آسیہ کے دعا مانگنے کا واقعہ:

دوسری مثال بی بی آسیہ فرعون کی بیوی کی ہے، جب اس کے اسلام کا فرعون کو پتہ چلا اس نے اس کو بہت ذلیل کیا یہاں تک کہ آخری حربہ یہ استعمال کیا اور کہا کہ دیکھو میں تمہیں اس گھر سے نکال دوں گا کیونکہ عورت کو اس کے گھر سے بے گھر کر دینا اس سے بڑی سزا اور کوئی نہیں ہوتی۔ اس کو گھر والی کہتے ہیں۔ اور اگر گھر والی کو بے گھر کر دیا جائے یہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا صدمہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اس ملکہ وقت کو اس کے گھر سے ذلیل و رسوا کر کے نکال دیا جب اس کو گھر سے نکالنے لگا تو بی بی آسیہ نے دعا مانگی۔

رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ

ترجمہ: اے میرے رب میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دیجئے۔

اے اللہ اس ظالم نے مجھے دنیا کے گھر سے تو نکال دیا اس گھر کے بدلے میں جنت میں آپ کے قرب میں گھر چاہتی ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ دعا اتنی پسند آئی کہ اس کا تذکرہ قرآن میں کر دیا۔ اور مانگنے والے نے صرف گھر مانگا اور دینے والے نے نہ صرف گھر دیا بلکہ گھر والا بھی دے دیا چنانچہ روح المعانی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ جب حضرت خدیجہؓ کی وفات ہونے لگی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے خدیجہؓ جب جنت میں جانا تو میری بیویوں کو سلام کہنا۔ وہ بڑی حیران ہوئیں کہ اے اللہ کے نبی ﷺ میں دنیا میں آپکی پہلی بیوی ہوں جنت میں اور کون سی بیویاں ہیں۔ فرمایا جنت میں اللہ تعالیٰ نے بی بی آسیہ اور مریم علیھما السلام کو میری بیوی بنا دیا ہے۔ سبحان اللہ! مانگنے والے نے گھر مانگا تھا اللہ کی شان کتنی بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے محبوب جیسا خاوند عطا فرما دیا۔

حضرت عمرؓ کا شہادت مانگنے کا واقعہ:

سیدنا عمرؓ مکہ سے مدینہ منورہ آ رہے ہیں رات کو آرام کے لئے لیٹ گئے۔ تہجد کے لئے آنکھ کھلی دیکھا چاند چمک رہا ہے نور برسا رہا ہے۔ خنکی تھی رحمت کے نزول کا وقت تھا تو ایسے وقت میں پھر اٹھ کر اللہ سے مانگنے کو دل کرتا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ سے دو دعائیں مانگیں۔ ایک آسمان کے چاند کو دیکھ کر ان کو مدینہ کا چاند یاد آ گیا نبی ﷺ یاد آ گئے۔ انہوں نے دو دعائیں مانگیں۔

اللهم ارزقني شهادة في سبيلك واجعل قبري في بلد حبيبك

اے اللہ مجھے اپنے راستہ میں شہادت نصیب فرما اور اپنے محبوب کے شہر میں میری قبر بنا دے۔

اپنی دو دو دعائیں دو آرزوئیں اور دو حسرتیں اللہ کے سامنے پیش کیں۔ اللہ نے دعا کو قبول کرلیا مگر دعا کو قبول کیا تو کیسے کیا۔ شہادت تو ان کو پہاڑ کی چوٹی پر مل سکتی تھی۔ دریا میں مل سکتی تھی میدان میں مل سکتی تھی گلی کے موڑ میں مل سکتی تھی مگر اللہ نے ان کو شہادت کہاں دی۔ باوضو ہیں، نماز کی حالت میں ہیں۔ نبی ﷺ کی مسجد میں ریاض الجنۃ میں مصلیٰ کے اوپر کھڑے ہیں وہاں ان کو زخم لگایا جاتا ہے شہید کر دیا جاتا ہے اب انہوں نے یہ تو نہیں مانگا تھا کہ محبوب کے مصلے پر مجھے شہادت عطا فرما!

انہوں نے دعا مانگی کہ محبوب کے شہر میں دفن فرما اب جنت البقیع میں بھی دفن ہو سکتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو توقعات سے بڑھ کر محبوب کے حجرے میں محبوب کے قدموں میں جگہ عطا فرمائی۔

اللہ تمنا سے بڑھ کر دیتا ہے:

تو دستور یہ نکلا کہ مانگنے والا جو بھی مانگتا ہے تو دینے والا اپنی شان کے مطابق اس کی امیدوں سے بڑھ کر عطا فرماتا ہے وہ دینے والا بڑا کریم ہے۔

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیغمبری مل جائے

ہم کو شکوہ ہے کہ مدعا ملتا نہیں
دینے والے کو شکوہ ہے کہ گدا ملتا نہیں
غفلت شعاری دیکھ کر بندے کی کہتا ہے کریم
دینے والا دے کسے دست دعا ملتا نہیں

وہ تو دے کر خوش ہوتا ہے اس لئے ہمیں چاہیے کہ اللہ کے حضور اللہ سے خوب

دعائیں مانگیں۔ ہمارے مانگنے میں دیر ہے اس کی عطا میں دیر نہیں ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے راہ رہرو منزل ہی نہیں
تربیت تو عام ہے جوہر قابل ہی نہیں
جس سے تعمیر ہو آدم کی یہ وہ گل ہی نہیں

جب رات کو مانگنے کا وقت ہوتا ہے تہجد کا وقت ہوتا ہے تو عام دنوں میں تہجد کے وقت آنکھ ہی نہیں کھلتی۔

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے
ہم سے کب پیار ہے ہاں نیند تمہیں پیاری ہے

تو اس لئے ہم اللہ تعالیٰ سے قبولیت کے وقت دعا مانگیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ''تہجد کے وقت ایک فرشتہ ندا لگاتا ہے کہ ہے کوئی سوال کرنے والا جس کے سوال کو پورا کر دیا جائے''

جب اللہ کی طرف سے اعلان ہو رہا ہے کہ مانگنے والو مانگ لو ہم اس وقت میٹھی نیند سوئے ہوتے ہیں۔ گھوڑے بیچ کر سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ پتہ ہی نہیں ہوتا کہ ہم نے تہجد بھی پڑھنی ہے اور فجر بھی پڑھنی ہے۔ کئی لوگوں کے لئے رمضان المبارک میں سحری کے وقت اٹھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ عورتیں کہتی ہیں کہ رات کو کھا لیں گے صبح کے وقت ہم سے اٹھا نہیں جاتا یہ حالت ہے ہماری!

اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے:

اب رمضان کے کچھ دن باقی رہ گئے ہیں ان میں اللہ سے مانگیں۔ کتابوں میں لکھا ہے۔ ایک بوڑھا جس کا پوری دنیا میں کوئی نہیں بیوی بچے نہیں تن تنہا ایک خاندان والوں

نے اسے اپنے پاس رکھ لیا لیکن اس کی کھانسی اور بلغم کی وجہ سے اس کو بھی جواب دے دیا اب اس کا سہارا ختم۔ پوری دنیا میں اس کا کوئی نہیں اب اگر اس کا دل ٹوٹا تو سوچتا ہے کہ کہاں جاؤں۔ پھر اس کے دل میں خیال آتا ہے کہ اللہ کے گھر جاؤں۔ اب یہ بوڑھا ہانپتا کانپتا ہوا لڑکھڑاتا ہوا لاٹھی پکڑے جھکی ہوئی کمر، منہ میں دانت نہیں، پیٹ میں آنت نہیں، اب طاقت نہیں اور اللہ کے گھر کی طرف آہستہ آہستہ آرہا ہے تو اللہ رب العزت اس باغی بوڑھے سے یہ نہیں پوچھتے کہ تم نے اپنی جوانی کہاں ضائع کی کہ تیرا جمال کہاں گیا تیرا اعمال کہاں گیا۔ اللہ اس بوڑھے کو رد نہیں فرماتے اگر وہ اپنی زندگی میں توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

''وہ ایک بالشت آتا ہے میں دو بالشت جاتا ہوں وہ میری طرف چل کر آتا ہے میں دوڑ کر جاتا ہوں۔ میری رحمت اتنی وسیع ہے۔''

وہ اتنا کریم ہے کیوں نہ ہم اس کے در پر جا کر اچھے نصیب مانگیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ

ترجمہ: سوالی کو جھڑکو مت

اب سوچنے کی بات ہے جب ہم جیسے کمزوروں کو یہ حکم ہوا کہ کسی سائل کو جھڑکی مت دو تو اللہ ہمیں اپنے در سے کیسے دھتکار سکتے ہیں۔

اگر کوئی بندہ اس کے در پر سوالی بن کر حاضر ہوگا اللہ تعالیٰ اس بندے کو کیسے انکار فرمائیں گے۔ یقیناً مانگنے والے کی کمی ہوتی ہے دینے والے کی کوئی کمی نہیں ہوتی وہ تو دے کر خوش ہوتا ہے بلکہ فرماتا ہے۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ

ترجمہ: اللہ فرماتے ہیں تم مانگو میں تم کو عطا کروں گا۔

اللہ کا کلام بھی سچا اللہ بھی سچا! لہٰذا ہم پکے یقین کے ساتھ اللہ سے دعا مانگیں اللہ ہماری پریشانیوں کو دور کر دے اور ہمیں در در کے دھکے اور ٹھوکریں کھانے سے محفوظ فرمائے۔ میرے دوستو اور عزیز بہنو!

آج امت مسلمہ اتنی پریشان ہے کہ یوں لگتا ہے کہ ٹوٹی تسبیح کے جس طرح دانے گرتے ہیں اس طرح امت مسلمہ پر پریشانیاں آرہی ہیں۔ گر رہی ہیں ہر طرف ذلت ہے۔

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
امت پہ آکے تیری عجب وقت پڑا ہے

یہ دعا مانگنے کا وقت ہے یہ عاجز التجا کرتا ہے کہ اجتماعی دعائیں بھی مانگیں اور گھروں میں بھی انفرادی دعائیں تہجد کے وقت میں مانگیں اللہ تعالیٰ مصیبت کی گھڑیوں کو دور کر دے اور امت مسلمہ پر یہ مشکل وقت دور کر دے اور اللہ تعالیٰ در در کے دھکے کھانے سے محفوظ فرمالے۔

یاد رکھیے! دنیا میں ایک در بند ہوا تو دوسرا کھل جائے گا اس لئے کہ دنیا میں اس کا نعم البدل موجود ہوتا ہے لیکن اللہ کا دروازہ جب یہ بند ہو جائے اس کے لئے کوئی دوسرا بدل موجود نہیں ہوتا۔ اے دوست! تو جس سے بھی دنیا میں جدا ہوا اس کا کوئی نہ کوئی بدل دنیا میں موجود ہوگا لیکن اگر تو اللہ سے جدا ہو گیا اس کا کوئی بدل دنیا میں موجود نہیں۔ اس لئے اس در سے مانگنا سیکھ لیجئے۔ اے اللہ ہمیں عطا فرما دیجئے۔

کسی نے کیا خوب کہا! ؎

تنگ دستی کے عالم میں جو گھبراتا ہوں
پر درِ غیر پہ جاتے ہوئے کتراتا ہوں

ہاتھ پھیلانے میں محتاج کو غیرت کیسی
شرم آتی ہے کہ بندہ تیرا کہلاتا ہوں

یہ وہ وقت ہے جبکہ پوری دنیا مسلمانوں کو ذلیل کرنے پہ تل چکی ہے اللہ سے دعا مانگیے۔

''اے اللہ سب نے ساتھ چھوڑ دیا کہیں آپ بھی ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے اپنے سے جدا نہ کردیں اپنے سے دور نہ کردیں اے اللہ ہم آپ سے ہٹنا نہیں چاہتے آپ سے کٹنا نہیں چاہتے۔آپ سے جڑنا چاہتے ہیں'' ع

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○

دل پر محنت کیجیے

ازافادات

حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہم

اقتباس

دل کو سنواریں

یہ اخلاق حمیدہ آتے ہیں تعلیمات نبوت سے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو فرمایا۔ انک لعلی خلق عظیم ۔ آپ ﷺ اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں۔تو انہوں نے یہ اخلاق اپنی امت کو سکھائے۔اس لئے ہم اگر چاہتے ہیں کہ آج ہماری پریشانیاں دور ہو جائیں۔تو ان پریشانیوں کا حل ہمیں باہر نہیں ملے گا،اندر ملے گا۔ انسانیت کا کملایا ہوا درخت بھی اندر سے سرسبز ہونا شروع ہوتا ہے۔ ہم اس سفر کی ابتداء اگر دل سے شروع کریں گے تو یقیناً منزل پہ پہنچ جائیں گے۔لہٰذا آج کی اس محفل میں یہ عہد کر لیجئے کہ ہم اپنے دلوں کو سنواریں گے، بنائیں گے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھر لیں گے۔ ایسے بھریں گے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اللہ تعالیٰ کے لئے آجائے۔ اللہ تعالیٰ دل میں سما جائے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ دل میں چھا جائے۔

(حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہم)

دل پر محنت کیجیے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥
وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى

من عمل صالحا من ذكر او انثى وهو مومن فلنحيينه حيوة طيبه

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ٥ وَسَلَمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ٥ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

ہر بندہ سکون کی تلاش میں ہے:

اللہ رب العزت نے انسان کو اپنی قدرت کاملہ سے پیدا فرمایا۔ یہ اللہ رب العزت کی تخلیق کا شاہکار ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل کا نور عطا فرمایا۔ اور باقی مخلوق سے ممتاز کر دیا۔ ہر آدمی کے دماغ میں اس کی اپنی سوچ ہوتی ہے۔ چنانچہ کئی مرتبہ جب ایک ہی چیز کو وہ مختلف زاویوں سے دیکھتے ہیں۔ تو ان کی رائے مختلف ہوتی ہیں۔ یہ اختلاف رائے اتنی عام ہے۔ کہ آپ کو دنیا کے ہر معاشرے میں، ہر جماعت میں، ہر جگہ پر ملے

گی۔حتی کہ گھر کی سطح پر بھی مختلف لوگوں کی سوچیں مختلف ہوتی ہیں۔اگر ایک مذہب والے ایک بات پر متفق ہیں تو دوسرے مذہب والوں کو اس پر اختلاف ہے۔اگر ایک ملک والے ایک بات پر متفق ہیں تو دوسرے اس سے اختلاف رکھتے ہیں اگر ایک خاندان والے ایک بات پر متفق ہیں تو دوسرے اس سے اختلاف رکھتے ہیں۔ہر جگہ پر آپ کو یہ اختلاف رائے ملے گا۔لیکن ایک ایسی بات ہے کہ جس پر دنیا کے سارے انسان متفق ہوتے ہیں۔کسی مذہب،کسی ملک کے ہوں،کسی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔عربی ہوں یا عجمی ہوں۔گورے ہوں یا کالے ہوں۔مومن یا کافر ہوں۔سب کے سب ایک بات پر متفق نظر آتے ہیں۔ اور وہ بات کیا ہے؟ کہ اس وقت جس دنیا میں ہم زندگی گزار رہے ہیں۔ایک عالمگیر فساد نظر آتا ہے۔ہر بندہ یہ کہے گا کہ فساد نظر آتا ہے بے سکونی نظر آتی ہے۔بے چینی نظر آتی ہے۔پریشانی نظر آتی ہے۔آپ دنیا کی کسی بھی (ترقی یافتہ قوم) developed nation کے پاس چلے جائیں۔ہر بندہ جواب دے گا۔ life is very difficult (زندگی بہت مشکل ہے)۔ساری دنیا کی سہولتیں انہیں میسر ہیں۔من مرضی کی زندگی گزارتے ہیں۔شتر بے مہار کی طرح اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں life is difficult تو گویا اس وقت کے دنیا کے تمام انسان اس بات پر متفق ہو چکے کہ دنیا میں عالمگیر فساد برپا ہو چکا ہے۔یوں لگتا ہے کہ انسانیت اپنے ضمیر کے کندھوں پر اپنی لاش کو لے کر جا رہی ہے۔اس فساد کا کوئی تو حل ہوگا۔اسکا حل ڈھونڈنے کو سب لگے ہیں۔اپنی اپنی سطح پر سب لوگ کوشش کر رہے ہیں۔کہ میری پریشانی ختم ہو جائے۔میرے دل کو سکون مل جائے۔مجھے عزتوں بھری زندگی نصیب ہو جائے۔مگر یہ ایسا مسئلہ ہے جو ابھی لاینحل نظر آتا ہے۔اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ انسان اس الجھی ہوئی ڈور کا سرا ہی پکڑنے سے باغی ہوا ہوا ہے۔ایک ڈور الجھ گئی جس کو سلجھانے میں سب

لگے ہوئے ہیں۔ مگر اس کا سرا کسی کو ہاتھ نہیں آ رہا۔ دنیا کے فلسفی بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور ان پریشانیوں کو ختم کرنے کے لئے ہر وقت اس کا حل سوچ رہے ہیں۔ مگر ان کو سرا نہیں ملتا۔

فلسفی کو بحث میں خدا ملتا نہیں
ڈور کو سلجھا رہا ہے سرا ملتا نہیں

فساد کا حل کیوں نہیں ملتا؟

اور سرا نہ ملنے کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے۔ اپنے بڑوں سے ایک لطیفہ سنا کرتے تھے۔ کہ ایک آدمی روشنی میں روپیہ ڈھونڈھ رہا تھا۔ تو لوگوں نے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو۔ کہنے لگا روپیہ ڈھونڈھ رہا ہوں۔ تو لوگوں نے بھی ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ سب لوگ مل کے روپیہ ڈھونڈھ رہے ہیں۔ روپیہ ملتا نہیں۔ جب تھک ہار چکے۔ تو کسی نے اس سے یہ پوچھا کہ بھئی تمہیں یقین ہے کہ تمہارا روپیہ گرا تھا۔ اس نے کہا یہ تو یقین ہے کہ گرا تھا۔ مگر گھر کے اندر گرا تھا۔ مگر تم تو گھر کے باہر ڈھونڈھ رہے ہو؟ کہنے لگا کہ وہاں اندھیرا تھا۔ یہاں روشنی ہے تو میں نے کہا کہ روشنی میں ڈھونڈھ لیتا ہوں۔ اب یہ سارے لوگ ساری زندگی روشنی میں روپیہ ڈھونڈتے رہیں ان کو روپیہ نہیں ملے گا۔ ہو بہو یہی حساب آج کے انسان کا ہے۔ اس کی متاع جو گم ہوئی وہ دل سے تعلق رکھتی ہے۔ اور یہ اس قیمتی متاع کو باہر کی دنیا میں ڈھونڈتا پھرتا ہے۔ اس لئے اس کو فساد کا حل نظر نہیں آتا۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

پوری دنیا کو قمقموں سے روشن کرنے کے دعوے کرنے والا انسان آج اپنے من میں

اندھیرا لئے ہوئے ہے۔ اس لئے اس کو فساد کا حل نظر نہیں آتا ہے۔ یہ اپنے دل میں ڈھونڈے جہاں اس کی متاع گم ہوئی تو تب سرا ہاتھ آئے گا۔

کیا پریشانیوں کا حل اقتصادی حالت درست کرنے میں ہے؟

آج دنیا کے فلسفی حل پیش کرتے ہیں پریشانیوں کا کہ اقتصادی حالت اتنی اچھی ہو کہ ہر بندے کو کھانے کو مل جائے۔ لیکن ہم اس بات کو دیکھ چکے کہ جہاں معاشرے میں بندوں کو سب کچھ کھانے کو ملا۔ تو وہاں وہ پیٹ بھر کر پھر بدمستیوں میں مشغول ہو گئے۔ کھاؤ پیو عیش اڑاؤ۔ اور اس عیاشی میں انہوں نے ایک دوسرے کے حقوق کو پامال کرنا شروع کر دیا تو پھر بھی بے سکونی۔ بھوکے تھے تو بھی بے سکونی۔ جب پیٹ بھر گئے تو پہلے سے زیادہ بے سکونی۔ کسی نے کہا کہ نہیں یہ حل نہیں ہے۔

کیا پریشانیوں کا حل تعلیم دینے میں ہے؟

اس فساد کا حل یہ ہے پریشانی کا حل یہ ہے کہ سب کو تعلیم دو۔ یہ بھی ایک اچھا حل ہے۔ لیکن جس معاشرے میں سب تعلیم یافتہ ہیں۔ ایجوکیشن سو فیصد کے قریب پہنچ چکی اس ماحول میں دیکھا کہ لوگ اپنے علم کو ایسے بزنس میں استعمال کرنے لگے کہ سب لوگوں کا پیسہ جمع ہو کر ان کی جیبوں میں آنے لگا مگر پھر بھی بے سکونی ہے۔

کیا پریشانیوں کا حل تنظیم پیدا کرنے میں ہے؟

کسی نے کہا کہ اس کا حل یہ ہے کہ اپنے اندر تنظیم پیدا کرو۔ چنانچہ جن ملکوں کے اندر اعلیٰ درجے کی تنظیم ہے۔ اصولوں کی پابندی ہے لوگ قانون کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔ وہ قومیں آج جب اپنا پیٹ بھر چکیں تو اپنی خواہشات کی پیروی کے لئے انہوں نے دوسروں پر پابندیاں لگانی شروع کیں۔ ادھر یہ نہیں جا سکتا ہے ادھر وہ نہیں جا

سکتا۔ مرضی ہماری چلے گی۔ گھر آپ کا مرضی ہماری۔ تو اس میں بھی حل نظر نہ آیا۔

پریشانیوں کا بہترین حل:

آخر کوئی تو حل ہونا چاہیے۔ یہ حل دنیا کے فلاسفر بتا ہی نہیں سکتے اس لئے کہ ان کے دماغوں سے بھی اونچی بات ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ انسان اتنا گہرا ہے اس کی اپنی ذات میں ایک دنیا ہے۔ اسی لئے اس کو ہمارے مشائخ نے عالم صغیر کہا کہ انسان عالم صغیر ہے۔ باہر جو کچھ ہے سب کچھ انسان کے اندر موجود ہے۔ آپ غور کیجئے۔ کہ باہر زمین ہے۔ انسان کا بدن اس کی زمین ہے۔ باہر پہاڑوں کے سلسلے اور اندر انسان میں ہڈیوں کے سلسلے ہیں۔ باہر کی دنیا میں پانی کے دریا ہیں۔ اندر کی دنیا میں خون کے دریا چل رہے ہیں۔ باہر کی دنیا میں کھیتیاں پیدا ہوتی ہیں۔ انسان کے بازو اور باقی جسم پر چھوٹے چھوٹے بال ان کھیتیوں کی مانند ہیں۔ باہر کی دنیا میں آپ کو جنگل نظر آتے ہیں۔ انسان کے سر پر اور، کچھ جگہیں جسم پر ایسی ہیں کہ بال جنگل کی مانند نظر آتے ہیں۔ باہر کے دنیا میں ہوا ہے تو انسان کے جسم میں بھی اس کی مانند ہوا ہے۔ انسان ایک چھوٹی سی دنیا نظر آتی ہے۔ اور دنیا اتنی پیچیدہ ہے کہ اس کو سمجھنا ہر بندے کے بس کی بات نہیں اسی کو حضرت باہو رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ کہ ۔

دل دریا سمندروں ڈونگے
کون دلاں دیاں جانے ہو

یہ دل اتنے گہرے ہیں کہ سمندروں کی تو پھر بھی انسان پیمائش کر سکتا ہے۔ کسی کے دل کی گہرائی کی پیمائش انسان کے بس میں نہیں ہے۔ ایسے پیچیدہ انسان کو سنوارا کیسے جائے۔ اور اس کے فساد کا حل کیسے ڈھونڈا جائے۔ اس کے لئے رب کریم نے اپنے بندوں پر احسان فرما کر اپنے انبیاء کو مبعوث فرمایا۔ انبیاء کرام جو دنیا میں آئے ان سب

نے یہی بات سکھائی۔لوگو۔جو طرز زندگی میں لے کر آیا ہوں جو تعلیمات میں دنیا میں لے کر آیا ہوں۔ان تعلیمات پر عمل کرو گے۔تو تمہارے دلوں کو اطمینان ملے گا سکون ملے گا۔عزت ملے گی۔اور اگر ان سے روگردانی کرو گے۔تم تجربات اور مشاہدات کی ٹھوکریں کھاتے پھرو گے۔تمہیں منزل پہ پہنچنا کبھی نصیب نہیں ہوگا۔

فساد کی جڑ کیا ہے؟

انبیاء کرام نے آ کر حقیقت سے آگاہ کیا۔کہ اس سارے فساد کی جڑ فقط انسان ہے۔ جس طرف دنیا میں فساد نظر آتا ہے اس کی بنیاد حضرت انسان ہے۔جانور نہیں ہیں۔آپ غور کیجئے۔کہ درندوں نے انسانیت کو اتنا نقصان نہیں پہنچایا جتنا بگڑے ہوئے انسانوں نے اپنے ہاتھوں سے دوسرے انسانوں کو نقصان پہنچایا۔کبھی سنا آپ نے کہ بھیڑیوں نے مل کر انسانوں پر حملہ کر دیا۔شیروں نے مل کر انسانوں پر حملہ کر دیا۔نہیں۔انفرادی طور پر کسی ایک جانور نے ایسا کیا ہوگا۔اجتماعی طور پر جانوروں نے ایسا نہیں کیا ہوگا۔جب کہ انسان اجتماعی طور پر ایسا کرتے ہیں۔کچھ لوگ اپنے مفاد کی خاطر باقی دنیا کے لوگوں کا جینا دوبھر کر دیتے ہیں۔تو فساد کی جڑ یہ خود انسان ہے۔کبھی درندوں نے کوئی تنظیم بنائی۔کبھی آپس میں جوڑ نہیں کیا کہ ہم مل کر انسانوں کو نقصان پہنچائیں۔انسان مل کر تنظیمیں بناتے ہیں اور اپنے مفادات کی خاطر دوسرے لوگوں کا جینا حرام کر دیتے ہیں۔انبیاء کرام نے آ کر اس حقیقت کو کھولا۔کہ لوگو! فساد کی جڑ تمہیں بتا دی جائے۔سنو اور دل کے کانوں سے سنو۔فرمان خداوندی ہے۔کہ

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ

ترجمہ: خشکی اور تری میں جو فساد نظر آتا ہے وہ انسانوں کے ہاتھوں کی کمائی ہے۔

تو فساد کی بنیاد خود انسان ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان اگر بگڑ گیا تو پھر انسانوں کی اصلاح کی بھی تو کوئی صورت ہوگی انبیاء کرام نے ڈور کا سرا بھی ہاتھ میں پکڑا دیا۔ انہوں نے بتلایا کہ دیکھو جب مچھلی سڑنا شروع کرتی ہے تو ہمیشہ سر کی طرف سے سڑتی ہے۔ مچھلی جب بھی سڑنا شروع کرتی گلنا شروع کرتی ہے تو سر کی طرف سے گلنا سڑنا شروع کرتی ہے۔ انسان میں جب بھی فساد آتا ہے ہمیشہ اس کے دل کی طرف سے آتا ہے۔ سب سے پہلا عضو جو انسان کے اندر سڑتا ہے انسان کا دل ہوتا ہے۔ دل کے سنورنے سے انسان سنورتا ہے اور دل کے بگڑنے سے انسان بگڑتا ہے۔

دل کے بگاڑ سے ہی بگڑتا ہے آدمی
جس نے اسے سنوار لیا وہ سنور گیا

مرض کی تشخیص:

نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وہ نورِ نبوت عطا کیا، وہ نورِ بصیرت عطا کیا، وہ نورِ فراست عطا کیا کہ انہوں نے صحیح صحیح اس مرض کی نشاندھی کی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام کی مدد فرمائی انہیں حقائق سے آگاہ کیا۔ اس لئے قرآن میں آتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

ترجمہ: اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ابراھیم علیہ السلام کو زمینوں اور آسمانوں کے ملکوت کی سیر کروائی۔

یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی عطا فرمائیں۔ بلکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نے دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ

ترجمہ: اے اللہ جس کی جیسی حقیقت ہے ویسی حقیقت آپ ہمیں عطا فرما

دیجیے۔

تو حقیقتوں کا علم انبیاء کرام کو ملا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم عطا کی۔ وہ فطرت سلیمہ عطا کی کہ انہوں نے صحیح صحیح اس مرض کی تشخیص کر لی کہ انسان کے بدن میں بگاڑ ہوتا ہے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ فِی جَسَدِ اٰدَمَ لَمُضْغَةً ...... الخ

ترجمہ: بے شک انسان کے جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے اگر وہ صحیح ہو جائے تو سارا جسم صحیح ہو جاتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے خبردار وہ دل ہے۔

دیکھو لسان نبوت سے اس مرض کی تشخیص کیسے ٹھیک ہو رہی ہے۔ کہ بنی آدم کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب وہ خراب ہوتا ہے تو پورے جسم کے اعمال خراب ہوتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اس عالمگیر فساد کی جڑ انسان ہے۔ اور انسان کے فساد کی بنیاد اس کا بگڑا ہوا دل ہے۔ یہ جو دل ہے یہ ہے تو چھوٹا سا۔ مگر بہت ہی گہری چیز ہے۔ یہ چھوٹا سا عجوبہ ہے۔ یہ سادہ بھی عیار بھی ہے۔ مغرور بھی ہے خاکسار بھی ہے۔ بے خبر بھی ہے خبر دار بھی ہے۔ یہ مسیحا بھی ہے بیمار بھی ہے۔ یہ متقی بھی ہے گنہگار بھی ہے۔ یہ طاقت ور بھی ہے لاچار بھی ہے۔ یہ مجبور بھی ہے مختار بھی ہے۔ یہ مقتول بھی ہے تلوار بھی ہے۔ یہ گل بھی ہے خار بھی ہے۔ یہ بکتا بھی ہے تو یہ خریدار بھی ہے۔ اگر عشق کی محفل میں مدہوش ہے تو یہ عقل کی محفل میں عیار بھی ہے۔ یہ بگڑے تو یہ سب کا پرستار ہے اور یہ سنورے تو یہ اپنے رب کا پرستار بھی ہے۔ تو دیکھنا ہے دل کا رخ کس طرف ہے؟ اللہ کی طرف ہے یا فقط دنیا کی خواہشات کو پورا کرنے کی طرف ہے۔ ہمیں آج کی محفل میں اپنے من میں جھانک کے دیکھنا ہوگا۔ کہ ہمارے دل کی گاڑی کس رخ پر چل رہی ہے۔ کیا یہ دنیا کی محبت سے

لبریز ہو چکا اور فقط دنیا کی خواہشات پوری کرنے کے لئے ہر وقت مصروف ہے۔ یا یہ اللہ رب العزت کی محبت سے بھر گیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے ہر وقت کوشاں ہے۔ آج ہمیں اس بات کی ضرورت ہے۔ اس لئے انبیاء کرام کی تعلیمات کا نچوڑ یہ ہے کہ سکون کی روشنی دل میں ملے گی۔

تسخیر مہر وماہ مبارک تمہیں مگر
دل میں اگر نہیں تو کہیں روشنی نہیں

انسان کے لئے یہ دل مینارہ نور ہے۔ چنانچہ انسان کا دل اتنا بگڑ چکا کہ آج اس میں انسانیت کا درد ختم ہوتا جا رہا ہے۔ ایک نفسانفسی کا عالم ہے۔ ہر ایک اپنے مفاد پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ ایثار جس چیز کو کہتے تھے آج وہ زندگیوں سے نکل گیا ہے۔

کیا خوب سودا نقد ہے......

جب انسان کے دل میں درد نہ ہونا ہو کسی کا تو پھر انسان کو کسی کی پروا نہیں ہوتی۔ اچھا آپ بتائیے۔ کہ کئی مرتبہ موسم کی خرابی کی وجہ سے ہزاروں نہیں لاکھوں مچھر مر جاتے ہیں۔ کبھی آپ نے اخبار میں خبر پڑھی کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ فلاں جگہ لاکھوں مچھر مر گئے۔ بڑی افسوسناک خبر ہے فلاں جگہ لاکھوں مکھیاں مر گئیں۔ اس لئے انسان کو کوئی پرواہ ہی نہیں ہوتی۔ بالکل اسی طرح جب یہ انسان خود غرض بنتا ہے تو دوسرے انسان اسے مکھی مچھر کی مانند نظر آتے ہیں۔ ان کے گھر اجڑ رہے ہوں۔ ان کے معصوم بچے آنکھوں کے سامنے مر رہے ہوں۔ ان کی عزتیں لوٹی جا رہی ہوں۔ ان کو در بدر کیا جا رہا ہو۔ اس کرنے والے کو پرواہ نہیں ہوتی۔ یہ اپنی بات پہ ڈٹا ہوتا ہے کہ میری بات مانی جائے۔ اسی لئے انسان کے سنورنے کے لئے اس کے دل کا سنورنا ضروری ہے۔ اور دل کیوں نہیں سنور رہا اس لئے کہ خود غرضی کی زندگی آ گئی۔ ہندی کا ایک شعر ہے۔

رام رام جپدیاں میری جبیا گھس گئی

رام نہ دل وچ وسیا اے کی دھاڑ پئی

کہ رام رام کرکر کے میری زبان گھس گئی اور رام دل میں نہ بسا یہ مصیبت کیا بنی۔

رام رام جپدیاں میری جبیا گھس گئی

رام نہ دل وچ وسیا اے کی دھاڑ پئی

گل وچ مالا کاٹھ دی تے منکے لئے پرو

دل وچ گھنڈی پاپ دی رام جپیاں کی ہو

جب دل میں پاپ کی گھنڈی ہے تو رام جپنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ لہذا آج اسی طرح ہوتا ہے۔ کہ کہنے والے زبان سے انسانیت کے ہمدرد بن رہے ہوتے ہیں۔ ان کے عملوں کو دیکھیں گے انسانیت کا جنازہ نکال رہے ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ دل کی گھنڈی نہیں کھلی ہوتی۔ تو انسانوں پر عجیب سے حالات ہوتے ہیں۔ انسانیت پریشان نظر آتی ہے۔ لیکن اس کی بنیاد ہماری اپنی غفلت ہے۔ اگر ہم نے اپنے دلوں کی بیماریوں کا علاج کیا ہوتا تو آج پریشانی کے یہ دن ہمیں دیکھنے نصیب نہ ہوتے۔

اب خوف ہے مدت سے دلوں میں نہ رجاء ہے

جو کچھ ہیں وہ سب اپنے ہیں کرتوت

شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت کا گلہ ہے

دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت

سچ ہے کہ برے کام کا انجام برا ہے ایک لمبی مدت ہم نے غفلت کی گزار دی۔ اپنے دلوں سے غافل۔ اپنے جہاں سے بے خبر۔ سارے جہاں سے باخبر۔ اور اسی میں ہم نے اپنی کامیابی سمجھ لی۔ اس وجہ سے آج یہ فساد بڑھتا ہی چلا گیا۔ یاد رکھئے۔ یہ فساد کی بنیاد خود

غرض دل ہے۔دلوں کے اندر جو خودغرضی چھپی ہوئی ہے۔مفاد پرستی چھپی ہوئی ہے۔ہوس چھپی ہوئی ہے کسی بھی سطح کی ہو۔یہ اصل بنیاد ہے انسانوں کی پریشانیوں کی۔

براہِمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنالیتی ہے تصویریں

فساد کا علاج:

اسی لئے اس کا علاج یہ ہے کہ انسان اپنے دل کو ایمان کے نور سے معمور کرے۔اللہ تعالیٰ کی محبت سے اپنی دل کو بھر لے۔تو پھر انسان کے دل میں انسانیت کا درد پیدا ہو جائے گا۔اور جب درد پیدا ہو گا۔پھر اس کا attitude (رویہ) انسانوں کی طرف different (مختلف) ہوگا۔ دیکھیں۔ایک ہوتا ہے انسان کو کہانی بیان کرنا۔وہ کہانی بیان کرتے ہوئے ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ایک ہوتا ہے عورت کا اپنے گھر کی خاوند کی پریشانیاں بیان کرنا۔وہ بیان بھی کر رہی ہوتی ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بھی ٹپک رہے ہوتے ہیں۔اس کہانی کے بیان کرنے میں اور اس کہانی کے بیان کرنے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔آج ہم انسانیت کی پریشانی کی کہانی بیان کرتے ہیں۔تو عام قصہ گوئی کی طرح جب دل میں اللہ رب العزت کی محبت ہوگی۔پھر انسانیت کی پریشانی کی جب ہم کہانی بیان کریں گے پھر ہمارا حال اس عورت کی طرح ہوگا جو گھر کی پریشانی بیان کر رہی ہے اس کی آنکھوں سے ساون بھادوں کی برسات برس رہی ہے۔

صحابہ کرام کی ہمدردی اور غمخواری:

نبی ﷺ نے جب اپنے صحابہ کرامؓ کے دلوں کی اصلاح فرمائی تو ان کے دل میں انسانیت کا یہ درد آپ نے بھر دیا۔چنانچہ ان کے اندر ایک دوسرے کے ساتھ غمخواری تھی۔

ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کا ایسا جذبہ بھر گیا کہ انہوں نے ایسی ایسی مثالیں دکھائیں کہ تاریخ انسانی ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے۔

بعض صحابہ کرامؓ کے بارے میں آتا ہے کہ اللہ رب العزت نے ان کو دنیا کا مال خوب دیا تھا تو وہ چاہتے تھے کہ ہم اپنے غریب بھائی کی مدد کریں۔لیکن ان کو جتلانا بھی نہیں چاہتے تھے۔اس لئے جب رات ہوتی تو وہ ان کے گھر کے باہر دروازے پر بوریاں بھر کر مال ڈال جاتے۔کھانے کی پینے کی اشیاء کی۔اور پیغام چھوڑ جاتے تھے کہ یہ آپ میری طرف سے قبول کرلیں۔سامنے اس لئے نہیں دیتے تھے۔کہ کہیں یہ مجھے شکریہ ادا کرنے کا بھی پابند نہ بن جائے۔اتنی بے غرضی ہوتی تھی طبیعت میں۔

امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کا معمول:

امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی میں ہے۔جب فوت ہوئے تو غسل دینے والے نے دیکھا کہ ان کے دائیں کندھے کے اوپر کالا نشان بنا ہوا ہے۔بڑے خوبصورت تھے بڑے نازک بدن تھے۔سیمیں تن تھے۔اس کو بڑی حیرانی ہوئی کہ یہ نشان کیسا۔اس نے لوگوں سے پوچھا۔گھر والوں نے کہا جی ہمیں بھی معلوم نہیں۔کسی کو پتہ نہ چلا۔لیکن جب انہیں دفن کیا گیا۔تو ہفتہ عشرہ گزرنے کے بعد جو اس وقت کے نادار تھے معذور تھے بیمار تھے ان کے ہاں سے آواز آئی وہ کہاں گیا جو رات کے اندھیرے میں ہمارے گھروں میں پانی پہنچایا کرتا تھا۔تب یہ راز کھلتا ہے کہ وہ مشک لے کر رات کے اندھیرے میں ان مجبور لوگوں کے گھروں میں پانی پہنچایا کرتے تھے۔مگر یہ کام اتنی خاموشی سے کیا کہ زندگی بھر کسی کو اس بات کا علم ہی نہ ہوا۔

آج کی دنیا بڑے بول بولتی ہے کہ ہمیں لوگوں سے بڑی ہمدردی ہے۔اور ہم ان کا تعاون کر رہے ہیں۔اور تعاون کیا کیا جاتا ہے کہ سود کے اوپر ان کو قرضہ دیا جا رہا ہے نام

امداد رکھا ہم امداد کر رہے ہیں۔ اور امداد کیا؟ کہ سود کے اوپر قرضے اور وہ سود اتنا بڑھتا ہے کہ ساری زندگی بھی وہ محنت کر کے ادا کرنے کی کوشش کرے تو کر نہیں پاتا۔ یہ آج کے پڑھے لکھے انسانوں کی امداد ہے۔ اور ایک دور میں صحابہؓ کی یادیں تازہ ہوتی ہیں۔ اور یہ امداد کیا تھی؟ ہر بندہ دوسرے کو اپنے پر فوقیت دیتا تھا۔

چنانچہ ایک صحابی کے گھر میں بکری ذبح ہوئی۔ انہوں نے بکری کی سری اپنے دوست کے گھر پہنچا دی۔ دوست نے سوچا کوئی بات نہیں میرا گزارا ہو جائے گا۔ میں فلاں کے گھر دیتا ہوں۔ وہ دوسرے گھر گئی۔ دوسرے سے تیسرے گھر گئی۔ پانچ یا سات گھروں میں جب پہنچی تو اس نے سوچا میں اپنے فلاں دوست کو بھیج دیتا ہوں۔ میری تو خیر ہے ان کے گھر میں پکے گی ان کے بیوی بچے کھائیں گے۔ انہوں نے وہ سری پھر انہی کے گھر بھیجی کہ جہاں بکری ذبح ہوئی تھی اور جہاں سے سری چلی تھی۔

اسی طرح صحابہ کرام تشریف فرما ہیں۔ اچانک ایسے محسوس ہوا کہ کسی کا وضو ٹوٹ گیا۔ بدبو سی محسوس ہوئی۔ اب صاف ظاہر ہے کہ کوئی بندہ ان میں سے اٹھے گا۔ اور جا کر وضو کرے گا۔ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور نبی ﷺ سے عرض کرتے ہیں۔ اے اللہ کے محبوب ﷺ اگر آپ اجازت دیں کہ ہم سب وضو کی تجدید کر کے آئیں۔ نبی ﷺ نے اجازت دی۔ سب کے سب اسی لئے وضو کر کے آئے کہ ہمارے کسی بھائی کو شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ اس کو قرآن مجید نے اپنی زبان میں کہا۔

رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ

ترجمہ: آپس میں رحیم و کریم

یہ ہے انسانیت کے درد کا درس کہ وہ درد دل میں پیدا ہو جائے کہ اگر ایک بندہ درد محسوس کر رہا ہے تو آنکھوں سے دوسرے کے آنسو ٹپک رہے ہیں۔ یہ اصل مقصود ہے۔

چنانچہ دور صحابہ میں یہ مثالیں بہت زیادہ ہیں۔ آپ حیران ہوں گے۔ کہ نبی ﷺ کے پاس ایک مہمان آیا۔ آپ ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا کہ کوئی ہے جو مہمان کو اپنے گھر لے جائے۔ ابوطلحہؓ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اے اللہ کے نبی ﷺ میرے ساتھ بھیج دیجئے۔ چنانچہ وہ مہمان کو لے کر جاتے ہیں۔ گھر جا کر اپنی بیوی کو پوچھتے ہیں کہ مہمان آیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ گھر میں تو کھانا اتنا ہی ہے ہم بچوں کو کھلا سکتے ہیں۔ میرے اور آپ کے لئے بھی نہیں ہے۔ تھوڑا سا ہے۔ تو فرمانے لگے کہ اچھا بچوں کو تھپکی دے کر سلا دو اور وہ کھانا دستر خوان پر لگا دو۔ جب میں مہمان کو بلاؤں کھانا کھانے کے لئے تو تم چراغ کو ٹھیک کرنے کے بہانے اس کو جان بوجھ کر بجھا دینا۔ تو اندھیرا ہو جائے گا۔ تو مہمان کھانا شروع کر دے گا اور میں اس کے سامنے بیٹھا فقط ہاتھ کی حرکت کرتا رہوں گا میں کچھ نہیں کھاؤں گا تا کہ کھانا مہمان کے لئے کافی ہو جائے اور مہمان کو یہ بھی محسوس نہ ہو کہ ہم نے نہیں کھایا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جب مہمان کھا پی کے چلا گیا اس وقت روشنی جلا دی گئی۔ چنانچہ اگلے دن ابوطلحہؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام آ گیا۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

ترجمہ: اور وہ اپنی جانوں پر (دوسروں کو) ترجیح دیتے ہیں اگر چہ ان پر فاقہ ہو۔

خود یہ حالت کہ اس کے ضرورت مند ہوتے ہیں لیکن اپنے بھائیوں کو اس کے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے لئے ایثار کرتے ہیں۔ کیا تاریخ انسانیت ایثار کی ایسی مثال پیش کر سکتی ہے۔ یہ اس لئے ہماری تاریخ میں موجود کہ نبی ﷺ نے درد بھر دیا تھا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لئے آئے۔ دیکھا کہ ان کے پاس ایک رجسٹر پڑا ہوا ہے۔ یعنی کوئی چیز ہے جس پر لکھا ہوا ہے۔

اور کچھ سینئر سٹیزن جو بہت بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ یا جو معذور ہوتے ہیں یا عورتیں جو بوڑھی بیوائیں ہوتی ہیں۔ ان کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ اور ہر نام کے سامنے ایڈریس بھی لکھا ہوا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ان کی خدمت کس نے اپنے ذمے لی۔ تو آپ وہ سارا ریکارڈ دیکھتے ہیں۔ ایک جگہ پر ایک بوڑھی عورت کا نام تو ہے۔ ایڈریس بھی ہے لیکن خدمت والے کا نام درج نہیں۔ تو عمر رضی اللہ عنہ سوچتے ہیں کہ اس کی خدمت میں اپنے ذمے لے لیتا ہوں۔ چنانچہ اگلے دن فجر کی نماز پڑھی۔ اور نماز پڑھنے کے بعد وہ سیدھا اس بڑھیا کے گھر گئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے پوچھا کون؟ انہوں نے فرمایا کہ میں آیا ہوں آپ کی خدمت کرنے کے لئے کوئی کام ہو تو بتا دیجئے۔ اس زمانے میں دو ہی کام ہوتے تھے ایک گھر کی صفائی اور دوسرا پانی باہر سے اندر پہنچا دینا۔ باقی کام تو گھر کے لوگ خود کر لیا کرتے تھے۔ تو اندر سے بوڑھی عورت نے جواب دیا۔ کوئی آ گیا تھا اور میرے گھر کے کام کر کے چلا گیا۔ پوچھا کہ کب سے آ رہا ہے۔ کہنے لگی کہ مدتوں سے آ رہا ہے۔ ان کا نام؟ وہ بڑھیا کہنے لگی کہ نہ میں نے ان سے کبھی پوچھا نہ اس نے کبھی بتایا۔ وہ آ کر دروازے پر کہتا ہے پردہ کر لیں میں کمرے میں چلی جاتی ہوں۔ جب وہ کام ختم کر لیتا ہے تو دروازہ knock (کھٹکھٹا) کر کے بتا جاتا ہے کہ بھئی میں جا رہا ہوں۔ پھر میں باہر آ جاتی ہوں۔ نہ میں نے کبھی شکل دیکھی نہ میں نے کبھی نام پوچھا۔ عمر رضی اللہ عنہ بڑے حیران ہوئے۔ کہ یہ کون ایسا بندہ ہے بھئی۔ چنانچہ اگلے دن تہجد کی نماز پڑھنے کے بعد آپ بڑھیا کے گھر پہنچ گئے۔ جب دیکھا تو پھر کام مکمل ہو چکے تھے۔ وہ بھی عمر ابن الخطاب ؓ تھے۔ کہنے لگے بہت اچھا۔ اگلے دن عشاء کی نماز پڑھی اور عشاء کی نماز پڑھ کر بڑھیا کے گھر کے راستے میں بیٹھ گئے۔ کہ ذرا میں اس بندے کو تو دیکھوں۔ کہ جو رات کے اندھیرے میں آ کر اس طرح کام کرتا ہے۔ کہ کسی کو کوئی پتہ نہیں چلتا۔ جب گہری رات ہو

گئی۔ اندھیرا چھا گیا۔ لوگ گہری نیند کی آغوش میں چلے گئے۔ عمر رضی اللہ عنہ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ کوئی اللہ کا بندہ آہستہ آہستہ قدموں سے چلتا چلا آ رہا ہے۔ اتنا آہستہ کے جیسے وہ چاہتا ہے۔ کہ میرے پاؤں اٹھا کر رکھنے سے زمین کو بھی تکلیف نہ پہنچے۔ عمر رضی اللہ عنہ بڑے حیران ہوئے۔ قریب آئے تو آپ نے پوچھا من انت؟ تو کون ہے؟ تو جواب میں امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آواز آئی۔ کہ میں ابو بکر ہوں۔ امیر المومنین اس بڑھیا کا کام آپ رات کو آ کر کرتے ہیں۔ تو بتایا کہ ہاں میں کرتا ہوں۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ امیر المومنین تو ننگے پاؤں چل رہے تھے پاؤں میں جوتا بھی نہیں تھا۔ تو پوچھا کہ امیر المومنین آپ نے جوتا کیوں نہ پہنا۔ تو فرمایا کہ میں جوتا گھر اتار آیا۔ اس وجہ سے کہ رات ہے لوگ سوئے ہوئے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ میں گلی میں چلوں اور میرے قدموں کی آہٹ سے کسی سونے والے کی نیند میں خلل آ جائے۔

یہ انسانیت کا درد آج کسی کے سینے میں ہے؟ تو انبیاء کرام نے دلوں کو سنوارا۔ اور دلوں میں انسانیت کا غم رکھ دیا۔ اس کی وجہ سے پھر ان کے لئے ایثار کرنا دوسروں کے حقوق کو ادا کرنا۔ اور اپنے آپ کو مجاہدہ میں ڈال دینا۔ یہ سب باتیں آسان تھیں۔ وہ احسان چڑھانے کے لئے نہیں کرتے تھے۔ آج تو پڑھے لکھے لوگ اپنے آپ کو کہتے ہیں۔ کسی ملک پر احسان چڑھاتے ہیں تو اس پر قرضے کا سود معاف کر دیتے ہیں۔ یہ آج کے دور کا احسان ہے پڑھے لکھے انسانوں کا۔ کہ ہم نے جو تمہیں قرضہ دیا ہوا ہے نا۔ اس قرضے کا سود معاف کر دیا۔ ہم نے تم پر بڑا احسان کر دیا۔ آپ ذرا فرق کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ تو انبیاء کرامؑ نے جو معاشرہ دنیا کو دیا۔ حقیقی انسانیت کی تعلیم دی۔ انہوں نے دلوں کو سنوارا۔ اور انسانوں کے دلوں کو محنت کا میدان بنا دیا۔ نتیجہ کیا ہوا کہ لوگوں میں آپس میں انتہائی محبتیں، سچ کی زندگی، حتی کے لوگ اپنے گھروں کو تالا نہیں لگاتے تھے۔ کتابوں میں

لکھا ہے کہ راستہ چلتے ہوئے اگر کسی کا اونٹ سے کمبل نیچے گر جاتا تو اس کمبل کو کوئی ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔ سالوں کے بعد اگر کبھی وہ لوٹتا۔ تو وہ کمبل مٹی پانی کے پڑنے سے گل چکا ہوتا تھا مگر پڑا اسی جگہ ہوتا تھا۔ کیا سچ کی زندگی تھی۔ کیا عزتوں کی حفاظت والی زندگی تھی۔ یہ انسانیت کا درس اس لئے تھا کہ دل سنور چکے تھے۔ لہٰذا آج اسی بھولے ہوئے سبق کو پڑھنے کی ضرورت ہے۔ وہی سبق آج پڑھنے کی ضرورت ہے۔ پھر اسی جام الفتِ الٰہی کو گردش میں لانے کی ضرورت ہے۔ دورِ صحابہؓ کے بعد بھی ہماری تاریخ میں بہت ساری مثالیں ہیں ایثار اور قربانی کی۔

علماء کا ایثار:

ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک عجیب واقعہ کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ وقت کے کسی حاکم نے ایک مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے حق سچ بات ٹھونک بجا کر کر دی۔ اس کو برا لگا۔ تو اس نے چند حضرات کو گرفتار کروایا۔ اور چاہتا تھا کہ ان کو قتل ہی کروا دیا جائے۔ لیکن جب اس نے ان کو دیکھا کہ وہ لائین میں کھڑے ہیں اور جلاد ان کے سامنے ہے۔ تو ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ سب سے پہلے۔ پھر باقی لوگ تھے۔ اس کے دل میں ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کی محبت تھی عظمت تھی۔ یہ چاہتا تھا کہ میں باقی ایک دو کو قتل کروا دوں۔ اور ان کو میں بہانہ بنا کر رہا کر دوں۔ چنانچہ اس نے کہا جی یہ جگہ ٹھیک نہیں۔ آپ لوگ اس کی بجائے دوسری جگہ پر آ جائیے۔ مقصد تھا کہ جب نئی جگہ پر آئیں گے تو ترتیب بدل جائے گی۔ جب نئی جگہ پر آئے تو ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ پھر آ گے۔ پھر اس نے بہانہ بنایا کہ نہیں ان کو ذرا میرے قریب لا کر قتل کرو۔ دیکھا کہ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ پھر آ گے۔ اب اس نے ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا۔ اور کہا کہ میں تو چاہتا تھا کہ ترتیب بدلتی میں دوسرے کو قتل کر دیتا مگر آپ کو بہانے سے معاف کر دیتا۔ مگر تینوں جگہ آپ آگے آ گئے۔ تو اس کی کیا وجہ ہے۔؟ تو ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ

نے جواب دیا۔ کہ میں تینوں جگہ اس لئے آگے رہا کہ آپ پہلے مجھے قتل کریں گے۔ اور جتنی دیر جلاد مجھے قتل کرنے میں لگائے گا۔ اتنی دیر میرے بھائیوں کو زندہ رہنے کا اور موقع مل جائے گا۔ کیا حسن ہے اس سوچ کا۔ کیا خوبصورتی ہے اس سوچ کی۔ اتنا بھی انسان دوسرے کے لئے ہمدرد ہوتا ہے۔

اپنے دل پر محنت کرنے کا عہد کریں:

یہ اخلاق حمیدہ آتے ہیں تعلیمات نبوت سے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو فرمایا۔ انک لعلی خلق عظیم۔ آپ ﷺ اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں۔ تو انہوں نے یہ اخلاق اپنی امت کو سکھائے۔ اس لئے ہم اگر چاہتے ہیں کہ آج ہماری پریشانیاں دور ہو جائیں۔ تو ان پریشانیوں کا حل ہمیں باہر نہیں ملے گا، اندر ملے گا۔ یا یوں سمجھئے کہ حدیث پاک میں کھجور کے درخت کو انسان کی خالہ کہا گیا ہے۔ ایک حدیث پاک میں۔ تو میں بہت عرصہ سوچتا تھا کہ کیا مناسبت ہے بھئی۔ تو جب کھجوریں لگانے کا ہمیں موقع ملا، تجربہ ہوا۔ تو کھجور کے ماہرین نے بتایا۔ کہ کھجور کا درخت جب بھی کسی جگہ لگایا جائے تو اس کے سارے پتے شاخیں ایک دفعہ خشک ہوتی ہیں پھر اندر سے یہ سبزہ بڑھنا اور نکلنا شروع ہوتا ہے۔ اور پھر ہرا بھرا درخت سامنے آ جاتا ہے۔ جس طرح کھجور کا درخت اندر سے ہرا ہونا شروع ہوتا ہے۔ اسی طرح انسانیت کا کملایا ہوا درخت بھی اندر سے سرسبز ہونا شروع ہوتا ہے۔ ہم اس سفر کی ابتداء اگر دل سے شروع کریں گے۔ تو یقیناً منزل پہ پہنچ جائیں گے۔ لہٰذا آج کی اس محفل میں یہ عہد کر لیجئے کہ ہم اپنے دلوں کو سنواریں گے۔ بنائیں گے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھر لیں گے۔ ایسے بھریں گے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اللہ تعالیٰ کے لئے آ جائے۔ اللہ تعالیٰ دل میں سما جائے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ دل میں چھا جائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○

گناہوں سے اجتناب

از افادات

حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہم

اقتباس

سکون کی بنیاد

گناہ ظاہر میں خوبصورت نظر آئے اس میں لذت محسوس ہو اس میں وقتی طور پر اطمینان محسوس ہو مگر حقیقی طور اس میں دل کی پریشانی ہوا کرتی ہے۔ اور جتنا ہم گناہ کریں گے اتنا ہماری زندگی میں پریشانی آئے گی۔ یہ اللہ والے جو گناہوں سے اپنے آپ کو بچا لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی زندگی کو سکون عطا فرما دیتے ہیں۔ یاد رکھئے۔ گناہوں کو چھوڑ کر بندے کو ایسے سکون ملتا ہے جیسے کہ بچے کو ماں کی گود میں آکر سکون مل جایا کرتا ہے تو گناہوں کو چھوڑ دیجئے۔

(حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہم)

گناہوں سے اجتناب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o
وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِىْ مَقَامٍ اٰخَرْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِىْ مَقَامٍ اٰخَرْ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۤءًا يُّجْزَ بِهٖ وقال الله تعالىٰ فى مقام اخر ولا يحيق المكر السئى الا باهله

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ o وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ o وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

گناہ کسے کہتے ہیں؟

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ

ترجمہ: چھوڑ دو وہ گناہ جو تم ظاہر میں کرتے ہو یا چھپے ہوئے کرتے ہو۔

گناہ کہتے ہیں اللہ رب العزت کی نافرمانی کرنا، نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت کو

ترک کر دینا یا کسی بدعت کے اوپر عمل کرنا۔ ایسے کاموں سے ہمیں بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جو کام بھی ہم گناہ کا ظاہر میں کرتے ہیں یا چھپ کر کرتے ہیں یہ کام ہم چھوڑ دیں۔

گناہ کی تاثیر:

گناہ کے اندر یہ اثر ہے کہ وہ کسی نہ کسی صورت انسان کے دل کو پریشان رکھتا ہے۔ کوئی انسان گناہ کتنی ہی کامیابی سے کیوں نہ کرے کسی کو پتہ نہ چلنے دے خبر نہ ہونے دے کوئی روکنے والا نہ ہو کامیابی سے گناہ کر لے گناہ اس کے دل کو ضرور پریشان رکھے گا۔ گناہ کی ابتداء کچے دھاگے کی طرح کمزور ہوتی ہے۔ لیکن گناہ کی انتہاء جہاز کے لنگر کی طرح مضبوط ہوتی ہے۔ بندہ شروع میں یہی سوچتا ہے آج کر لیتا ہوں پھر چھوڑ دوں گا۔ ویسے ہی کیا تھا، ویسے ہی دیکھا تھا، ویسے ہی باتیں کیں تھیں چھوڑ دوں گا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ گناہ اس طرح اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے کہ اسے ہلنے نہیں دیتا۔ جس طرح جہاز کو لنگر سے باندھ دیں تو جہاز ہل نہیں سکتا اسی طرح انسان اپنی عادتوں کا ایسا اسیر بن جاتا ہے کہ اس کے لئے عادتوں کی غلامی سے نجات پانا مشکل ہے۔ بچپن کی عادتیں بچپن میں جا کر بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑا کرتیں۔ اس لئے فرمایا تم گناہ چھوڑ دو جو ظاہر میں کرتے ہو یا چھپے ہوئے کرتے ہو۔ گناہ کی مثال آکاش بیل کی مانند ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا درختوں کے اوپر پیلی بیل ہوتی ہے جو پورے درخت کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے اور درخت کی نشوونما رک جاتی ہے۔ اسی طرح بری عادتیں انسان کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں اور اس کی نشوونما کو روک دیتی ہیں۔ گناہ کی مثال ناسور کی مانند ہے۔ جس کے جسم کے کسی حصے میں کینسر ہو اس کا ایک ہی علاج ہے کہ اس حصے کو کاٹ دیا جائے اگر نہیں کاٹیں گے تو یہ کینسر بقیہ جسم میں پھیلے گا۔ اسی طرح گناہ کی مثال ناسور کی طرح ہے اس کا

ایک ہی علاج کہ گناہوں کو چھوڑ دیجئے اگر نہیں چھوڑیں گے تو یہ آپ کی شخصیت کے لئے کینسر بن جائے گا۔ انسان سوچتا ہے چھوٹا گناہ ہے۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ایک عجیب بات لکھی فرماتے ہیں۔ اے دوست یہ نہ دیکھ کہ گناہ چھوٹا ہے کہ بڑا بلکہ اس ذات کی عظمت کو دیکھ کہ جس کی تو نافرمانی کر رہا ہے۔

لَا تَحْقِرَنَّ صَغِيْرَةً اِنَّ الْجِبَالَ مِنَ الْحُصَىٰ

ترجمہ: چھوٹے گناہوں کو حقارت سے چھوٹا نہ سمجھو بے شک پہاڑ کنکریوں کے ملنے سے بن جاتے ہیں۔

کنکریاں چھوٹی ہوتی ہیں کنکریوں سے مل کر ہی پہاڑ بنا کرتے ہیں۔ ریت کے ذرات چھوٹے ہوتے ہیں مگر مل کر ٹیلے بن جاتے ہیں۔ جس انسان نے گناہ کو ہلکا سمجھا وہ انسان اپنی بربادی کا سامان کر چکا اس لئے اللہ والے گناہ سے ڈرتے ہیں خوف کھاتے ہیں معصیت کی طرف قدم ہی نہیں ان کے اٹھتے وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے اللہ رب العزت ناراض ہوتے ہیں۔ اور یاد رکھئے کہ مکاری سے انسان کی زندگی اچھی کبھی نہیں گزرتی مکاری کی مثال چھوٹے کمبل کی مانند ہے سر ڈھانپو تو پاؤں ننگے، پاؤں ڈھانپو تو سر ننگا۔ مکار انسان کا بہت جلد پتہ چل جاتا ہے۔ آدمی چند بندوں کو چند دنوں کے لئے دھوکہ دے سکتا ہے۔ سب لوگوں کو ہمیشہ کے لئے دھوکہ نہیں دے سکتا جھوٹے آدمی کا فوراً پتہ چل جاتا ہے۔ گناہ انسان کے فوراً کھل جاتے ہیں۔ اس لئے گناہوں کی وجہ سے دنیا کی بھی رسوائی اور آخرت کی بھی رسوائی ہوتی ہے۔ اور دل کی پریشانی اس کے علاوہ ہے۔ اس لئے امن کا راستہ ایک ہی ہے کہ ہم گناہوں کو چھوڑ دیں۔ ایک بزرگ کو اللہ رب العزت نے الہام فرمایا۔ کہ اے میرے بندے! لوگوں سے کہہ دو کہ جب یہ گناہ کرتے ہیں تو اپنے قریب چھوٹا سا بھی کوئی بچہ ہو تو اس کی بھی رعایت کر لیتے ہیں لیکن میرے سامنے گناہ کر

رہے ہوتے ہیں میری عبادت نہیں کرتے۔ انہیں کہہ دو کیا تم اپنی طرف دیکھنے والوں میں سب سے کم حیثیت کا مجھے سمجھتے ہو کہ تم نے وہ دروازے تو بند کر لئے جہاں سے مخلوق دیکھتی ہے اور جن دروازوں سے پروردگار دیکھتا ہے تم نے ان کو بند کرنے کی کوشش نہ کی۔ تو فرمایا۔

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ

ترجمہ: چھوڑ دو وہ گناہ جو تم ظاہر میں کرتے ہو یا چھپے ہوئے کرتے ہو۔

نیکی کے اندر یہ تاثیر ہے کہ وہ دل کو سکون دیتی ہے۔ گناہ کی یہ تاثیر ہے کہ وہ دل کو پریشان کرتا ہے۔ اسی لئے مال والے دولت والے عہدوں والے اپنی من مرضی کی زندگی گزارنے والے کبھی ان کے دلوں کو دیکھا کریں بڑے پریشان ہوتے ہیں۔ کیوں؟ اللہ رب العزت کی نافرمانیاں ہوتیں ہیں اس وجہ سے دل پریشان ہوتے ہیں برکتیں اٹھ جاتی ہیں۔ جس گھر میں گناہ ہوا اس گھر سے کچھ نہ کچھ برکت اللہ رب العزت نے اٹھالی یہ برکتیں اٹھالی جاتی ہیں۔ ہم گناہ کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ برکتوں کو پیچھے ہٹاتے رہتے ہیں یعنی قصور ہمارا ہے۔ یوں سمجھئے کہ اللہ رب العزت کی رحمت کی چادر ہمارے اوپر آئی ہوئی ہے۔ ہر گناہ اس میں سوراخ کی مانند ہے۔ جیسے دھوپ سے بچنے کے لئے چھتری کرتے ہیں۔ اسی طرح آفات اور بلیات سے بچنے کے لئے اللہ رب العزت نے اپنے احسان کی وجہ سے بندوں پر اپنی رحمت کی چادر تانی ہوئی ہے لیکن جب ہم گناہ کرتے ہیں ہم اس میں سوراخ کر رہے ہوتے ہیں ان سوراخوں میں سے آفات، مسائل اور آلام ہمارے اوپر آ رہے ہوتے ہیں یوں سمجھئے گناہ کرنے سے ہم اپنے اوپر مصیبتوں کو دعوت دے رہے ہوتے ہیں مصیبتوں کو اپنی طرف بلا رہے ہوتے ہیں پریشانیوں کو بلا رہے ہوتے ہیں۔ اسی لئے اگر ہم گناہ کرنا نہیں چھوڑتے بسا اوقات اس طرح پریشانیاں آتی

ہیں جس طرح تسبیح کا دھاگہ ٹوٹے تو تواتر کے ساتھ اس کے دانے گرا کرتے ہیں پھر کہتے ہیں حضرت کیا کریں بڑے پریشان ہیں بتا ہی نہیں سکتے حضرت بیوی نہیں مانتی، حضرت اولاد تو اللہ نے دی ہر ایک افلاطون بنا ہوا ہے۔ کیوں؟ اللہ رب العزت کسی نہ کسی کے ذریعے اس کو پریشان کرتے ہیں۔

عدل و انصاف فقط حشر پہ موقوف نہیں
زندگی خود بھی گناہوں کی سزا دیتی ہے

زندگی میں بھی سزا ملتی ہے گناہوں کی اس لئے اس سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہم گناہوں کو چھوڑ دیں ترک کر دیں۔ معصیت سے خالی زندگی اختیار کرنے کی کوشش کریں۔ ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ تھے۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے جس آدمی نے جو دن معصیت کے بغیر گزارا ایسا ہی ہے جیسے اس نے وہ دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں گزارا۔ تو ہر دن ہمارے اندر ایک جذبہ ہو۔ اے پروردگار آج کے دن میں تیری نافرمانی سے بچوں گا نافرمانی کے بغیر گزاروں گا تیرے فرمانبرداروں کی طرح زندگی گزاروں گا۔ اس جذبے کے ساتھ زندگی گزارنے کی کوشش کریں اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں۔ اپنے آپ کو بچائیں تا کہ دنیا میں بھی عزتیں ہوں۔ آخرت میں بھی عزتیں ہوں۔ تو فرمایا اللہ رب العزت نے

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ

ترجمہ: چھوڑ دو وہ گناہ جو تم ظاہر میں کرتے ہو یا تم چھپے ہوئے کرتے ہو۔

گناہ کرنے کی وجوہات:

گناہ کرنے کی چار وجوہات ہوتی ہیں۔ اللہ رب العزت نے ان چاروں وجوہات کا تذکرہ قرآن پاک میں کر کے ان کا جواب بھی دے دیا۔

پہلی وجہ:

سب سے پہلی وجہ گناہ کرنے کی یہ ہوتی ہے کہ بندہ سمجھتا ہے کہ مجھے دیکھنے والا کوئی نہیں۔ اور اگر یہ پتہ ہو کہ مجھے چھوٹا بچہ بھی دیکھ رہا ہے تو گناہوں سے بچے گا۔ تو جب یہ احساس دل میں ہو کہ مجھے دیکھنے والا کوئی نہیں تو یہ گناہ کرلے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کا بھی جواب دے دیا۔ فرمایا

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادُ

ترجمہ: بے شک تیرا رب تیری گھات میں لگا ہوا ہے۔

اب یہ مرصاد کسے کہتے ہیں؟ مفسرین نے لکھا کہ جب کوئی شکاری اپنے شکار پر نشانہ باندھنا چاہے تو بڑی توجہ سے دیکھتا ہے حتیٰ کہ اپنے سانس کو بھی تھوڑی دیر کے لئے بند کر لیتا ہے پلک بھی نہیں جھپکتا اس کیفیت کو مرصاد کہتے ہیں۔ اللہ رب العزت ہمیں اتنے غور سے دیکھ رہے ہیں جیسے دنیا میں کوئی شکاری اپنے شکار کو توجہ سے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ جب ہمیں اتنی باریکی سے دیکھا جا رہا ہے تو ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں دیکھنے والا کوئی نہیں۔ تو اس کا جواب دے دیا یہ نہ سمجھنا کہ دیکھنے والا کوئی نہیں۔

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادُ

دوسری وجہ:

گناہ کرنے کی عموماً دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ آدمی سمجھتا ہے کہ کسی کو پتہ ہی نہیں چلنے دیا۔ میں نے گناہ کیا کسی کو پتہ ہی نہیں چلنے دیا۔ کسی کو پتہ ہی نہیں۔ یہ گناہ کرنے کی دوسری وجہ ہوتی ہے کہ بندہ سمجھتا ہے کہ کسی کو پتہ ہی نہیں۔ اللہ رب العزت اس کا بھی جواب دیتے ہیں فرماتے ہیں میں وہ ذات ہوں

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ

ترجمہ: میں جانتا ہوں تمہاری آنکھوں کی خیانت کو اور جو تمہارے دلوں کے اندر چھپا ہوا ہے۔

تو جواب دے دیا کہ اس دھوکے میں نہ رہنا کہ میں نے کسی کو پتہ ہی نہیں چلنے دیا وہ جانتا ہے تمہاری آنکھوں کی خیانت کو اور جو تمہارے دلوں کے اندر چھپا ہوا ہے۔

تیسری وجہ:

گناہ کرنے کی عام طور پر تیسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ بندہ سمجھتا ہے کہ میرے پاس کوئی نہیں تھا میں اکیلا تھا۔ جس کا تھا ڈر وہ نہیں ہے گھر اب جو چاہے کر مقولہ بنا ہوا ہے۔ جب بندہ محسوس کرتا ہے کہ میرے پاس کوئی نہیں تھا تو یہ گناہ کرنے کی تیسری وجہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا بھی جواب دے دیا فرمایا تم تین ہوتے ہو تو چوتھا اللہ ہوتا ہے تم چار ہوتے ہو تو پانچواں اللہ ہوتا ہے۔

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ

ترجمہ: وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہوتے ہو۔

تو اس لئے اس کا بھی جواب دے دیا کہ یہ نہ سوچنا کہ پاس کوئی نہیں ہمارے اب جو چاہے کرتے پھریں۔

چوتھی وجہ:

گناہ کرنے کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ انسان ڈھیٹ بن جائے، بے حیاء ہو جائے۔ بچہ بڑا ہو جائے بے حیا بن جائے تو باپ کو کہتا ہے کہ میں نہیں تیری بات مانتا جو کرنا ہے کر لے یا پڑوسی پڑوسی کو کہتا ہے اچھا میں یوں کرتا ہوں تم کیا کر لو گے یعنی جب یہ ذہن میں ہوتا ہے

کہ کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تو بندہ کہتا ہے کہ تم کیا کر لو گے۔ یہ گناہ کرنے کی چوتھی وجہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا بھی جواب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ بندے یہ مت سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ کیا کر لیں گے۔

اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ

ترجمہ: اس کی جو پکڑ ہے وہ دردناک بھی ہے اور سخت بھی ہے۔

وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ

ترجمہ: ایسے باندھتا ہے کہ ایسے کوئی دنیا میں باندھ نہیں سکتا۔

ایک جگہ فرمایا:

اِنِّیْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ

ترجمہ: میں ایسا عذاب دوں گا کہ جہانوں میں کوئی دوسرا ایسا عذاب دے نہیں سکتا۔ اور جب قومیں نافرمانی کرتی ہیں۔ تو فرمایا

فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝

ترجمہ: پھر ان پر تیرے رب نے عذاب کا کوڑا پھینکا۔

تو فرمایا یہ مت سوچنا کہ کوئی کیا کر لے گا؟ حیثیت ہی کیا انسان کی ہے؟ تو چاروں کا وجوہات کا جواب دے دیا تاکہ بندے گناہوں کو چھوڑ کر نیکی کی زندگی کو اختیار کر لیں۔

قیامت میں گناہ پر گواہی:

گناہ پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن چار ہی گواہ متعین فرمائیں گے۔ چار گواہ قیامت کے دن پیش کئے جائیں گے۔

پہلا گواہ:

سب سے پہلا گواہ۔اس بندے کے کندھوں کے اوپر جو کراماً کاتبین ہوتے ہیں وہ سب سے پہلے گواہ ہوتے ہیں۔

وَاِنَّ عَلَیۡکُمۡ لَحٰفِظِیۡنَ ○ کِرَامًا کَاتِبِیۡنَ ○ یَعۡلَمُوۡنَ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ○

ترجمہ: اور بے شک تم پر محافظ ہیں۔عزت والے اعمال لکھنے والے۔وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔

فرشتے گواہی دیں گے۔رب کریم ہم نے اس کو یہ گناہ بھی کرتے دیکھا یہ گناہ بھی کرتے دیکھا یہ گناہ بھی کرتے دیکھا۔یہ سب سے پہلی گواہی ہو گی معصوم فرشتوں کی گواہی ہوگی۔

دوسرا گواہ:

دوسری گواہی۔اس کے نامہ اعمال کو پیش کیا جائے گا۔

وَوُضِعَ الۡکِتٰبُ فَتَرَی الۡمُجۡرِمِیۡنَ مُشۡفِقِیۡنَ مِمَّا فِیۡہِ

ترجمہ: اور اعمال نامہ رکھ دیا جائے گا پھر تو مجرموں کو دیکھے گا اس چیز سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہے۔

گناہگار بندہ مجرم بندہ جب دیکھے گا نامہ اعمال کو تو اب ڈرے گا گھبرائے گا کہیں گے:

وَیَقُوۡلُوۡنَ یٰوَیۡلَتَنَا مَالِ ھٰذَا الۡکِتٰبِ

ترجمہ: اور کہیں گے افسوس ہم پر یہ کیسا اعمال نامہ ہے

لَا یُغَادِرُ صَغِیۡرَۃً وَّلَا کَبِیۡرَۃً اِلَّاۤ اَحۡصٰھَا وَوَجَدُوۡا مَا عَمِلُوۡا حَاضِرًا وَلَا

يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا○

ترجمہ: اس نے کوئی چھوٹی یا بڑی بات نہیں چھوڑی مگر سب کو محفوظ کیا ہوا ہے۔ اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا سب کو موجود پائیں گے۔ اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

تو یہ دوسری گواہی ہوگی۔

تیسرا گواہ:

تیسری گواہی اللہ تعالیٰ زمین سے لیں گے۔ زمین سے پوچھیں گے تو بھی خبریں سنا تیری پیٹھ پر کیا ہوتا رہا۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ○ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا○

ترجمہ: اس دن وہ اپنی خبریں بیان کرے گی اس لیے کہ آپ کا رب اس کو حکم دے گا۔

زمین گواہی دے گی بتائے گی میری پشت پر فلاں جگہ اس نے یہ گناہ کیا۔ میری پشت پر اس نے فلاں گناہ کیا اس گناہ کے لئے یہ چل کر گیا تھا۔ زمین گواہی دے گی۔

چوتھا گواہ:

چوتھے گواہ وہ انسان کے جسم کے اپنے اعضاء ہوں گے۔ اس کے اوپر گواہی دیں گے۔

حَتّٰى اِذَا مَا جَاءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ○

ترجمہ: یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آ پہنچیں گے تو ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں گواہی دیں گی جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔

یہ آنکھیں یہ زبان یہ کان یہ سب اس کی گواہی دیں گے۔ اور پریشان ہوں گے اس وقت لوگ۔ اور کہیں گے

وَقَالُوا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا

ترجمہ: اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی۔

اس وقت اپنے اعضاء کو یہ کہیں گے کہ تم نے کیوں گواہی دی۔ تمہاری لذتوں کی خاطر ہی تو ہم گناہ کرتے تھے۔ تم نے کیوں گواہی دی۔

قَالُوْا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ

ترجمہ: وہ کہیں گے ہمیں اللہ نے گویائی دی۔ جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی ہے۔

اس لئے جو بھی کام کیا ہم پوری رپورٹ اپنے رب کو پہنچائیں گے۔

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ

ترجمہ: تم تو پردہ ہی نہیں کرتے تھے اپنے اعضاء سے

کہ یہ قیامت کے دن گواہ بننے والے ہیں۔ تو کوئی آدمی اپنے اعضاء سے پردہ کر سکتا ہے گناہ کرتے ہوئے انہیں سے تو یہ گناہ کرتا ہے۔

تو یہ چار گواہ گناہ گار کے خلاف پیش کر دیے جائیں گے۔ اور پھر بندے کے لئے فرار کا کوئی راستہ نہیں رہے گا کہ اس کے سوا کہ اس کو خود تسلیم کرنا پڑ جائے گا۔ میں نے یہ گناہ کئے یہ خطائیں کیں۔ اس لئے آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم دنیا میں گناہ چھوڑ کر اپنے رب سے ان کی معافی مانگیں۔ پروردگار سے اس کی معافی مانگ لیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ہمارے ان گناہوں کو معاف فرما دیں۔

گناہ چھوڑنے کے لیے عجیب نصیحت:

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک نوجوان آیا۔ حضرت گناہ کرتا ہوں چھوڑ نہیں

سکتا۔ ڈر بھی لگتا اللہ تعالیٰ کی ذات سے اور عذاب سے تو میں کیا کروں۔ تو اللہ والوں کا دستور ہوتا ہے کہ دھکے نہیں دیتے۔ نفرت نہیں کرتے۔ یہ سینے سے لگاتے ہیں۔ یہ سمجھاتے ہیں۔ پیار کے انداز میں محبت کے انداز میں۔ بات سمجھاتے ہیں۔ تو حضرت نے اسے کہا ہاں میں تجھے ایک ترکیب بتاتا ہوں کہا حضرت مجھے ترکیب بتائیں کہ میں گناہ بھی کرتا رہوں اور عذاب سے بھی بچ جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ پہلی ترکیب تو یہ ہے کہ تو اگر گناہ کرتا ہے تو اللہ رب العزت کی نگاہوں سے سامنے گناہ کرنا چھوڑ دے۔ چھپ کے گناہ کیا کر۔ کہنے لگا میں اس کی نظروں سے چھپ کے گناہ تو نہیں کر سکتا۔ اچھا ایک دوسرا طریقہ بتاتا ہوں۔ اور وہ طریقہ یہ کہ تو اللہ رب العزت کا رزق جو دیا ہوا ہے وہ کھانا چھوڑ دے کہ نہ تمہارا دیا ہوا کھاتا ہوں نہ تمہاری بات مانتا ہوں۔ کہنے لگا اللہ کے رزق کو کیسے کھانا چھوڑ دوں یہ تو میں نہیں کر سکتا۔ اچھا میں تیسرا طریقہ بتاتا ہوں۔ تم اللہ تعالیٰ کے ملک میں رہتے ہوئے اللہ کی نافرمانی کرتے ہو۔ تو یہ زمین اور آسمان اللہ کا ملک ہے۔ اس کی مِلک ہے اس سے نکل کے گناہ کرلو۔ کہا جی میں کیسے نکل سکتا ہوں زمین و آسمان سے باہر اس کی حدود تو کہیں نظر نہیں آتیں۔ پروردگار بھی فرماتے ہیں۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْاط لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ○

ترجمہ: اے جنوں اور انسانوں کے گروہ اگر تم آسمانوں اور زمین کی حدود سے باہر نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ۔ تم بغیر زور کے نہ نکل سکو گے (اور وہ ہے نہیں)۔

او گھڑے کی مچھلیو! نکلو گے کسی دلیل سے نکلو گے۔ کدھر جاتے ہو۔

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ

ترجمہ: اے جن وانس ہم تمہارے لیے جلدی ہی فارغ ہو جائیں گے۔

اللہ اکبر! ایسا شاہانہ خطاب ہے کہ ہلا کے رکھ دیتا ہے۔

تثنیہ کا صیغہ ہے۔ اے میری زمین کے بوجھو۔ یعنی نافرمان جن اور انسان۔ ان کو مخاطب کیا گیا۔ اے جنوں اور نافرمان انسانوں ہم اپنے آپ کو تمہارے لیے فارغ کر رہے ہیں۔ عنقریب اپنے آپ کو فارغ کر رہے ہیں۔ تمہاری خبر لیتے ہیں۔ تمہارا پتہ کرتے ہیں۔ جیسے ماں کوئی کام کر رہی ہو تو بچے کو کہتی ہے کہ میں آتی ہوں۔ یہ نہیں کہ وہ آ نہیں سکتی۔ بلکہ دھمکانہ مقصود ہوتا ہے۔ تو فرمایا اے میری زمین کے بوجھو! ہم اپنے آپ کو عنقریب تمہارے لئے فارغ کر رہے ہیں۔ نپٹیں گے تمہارے ساتھ۔ ہمیں حساب لینا بھی آتا ہے۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ

یعنی: اور قیامت کے دن ہم انصاف کے ساتھ ان کے وزن قائم کریں گے۔

اس لئے وہ کہنے لگا جی میں تو نہیں زمین اور آسمان سے باہر جا سکتا۔ اچھا میں آپ کو ایک تجویز اور دیتا ہوں۔ وہ یہ کہ تم گناہ کرتے رہو گے۔ تو نامہ اعمال میں بہت سے گناہ ہوں گے۔ جب ملک الموت آئے گا تم اس سے کہنا تم تھوڑی دیر انتظار کرو میں سچی توبہ کر لوں۔ کہنے لگا حضرت اس نے تو انتظار نہیں کرنی۔ جس سانس میں موت آنی ہے اس سے اگلا سانس بندہ نہیں لے سکتا۔

اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَO

ترجمہ: جب ان کی موت آئے گی تو نہ ایک گھڑی تاخیر ہوگی اور نہ ایک گھڑی آگے بڑھ سکے گی۔

فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَO

ترجمہ: پس نہ تو وہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس

جاسکیں گے۔

وصیت کرنے کی بھی فرصت نہیں ہوگی۔ اس نے کہا حضرت میں یہ بھی نہیں کرسکتا۔ اچھا ایک طریقہ اور بتا دیتا ہیں۔ جب تمہیں قبر میں لے جائیں گے اور منکر نکیر آئیں گے اور پوچھیں گے سوال و جواب تو اس وقت منکر نکیر کو کہنا کہ میری قبر سے باہر نکل جاؤ۔ جیسے ہم نے گھروں پہ لکھوایا ہوتا ہے بغیر اجازت اندر آنا منع ہے۔ تم بھی کہنا کہ بغیر اجازت کیوں آئے ہو۔ اس نے کہا وہ کوئی مجھ سے پوچھ کے تھوڑا ہی آئیں گے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے فرمایا اچھا ایک آخری بات باقی رہ گئی وہ تجویز بتاتا ہوں۔ اس نے کہا کون سی کہ قیامت کے دن تمہارے گناہ اللہ رب العزت کے حضور پیش کیے جائیں گے اور تمہیں جہنم میں جانے کا حکم فرمائیں گے۔ جب فرشتے تمہیں پکڑ کر جانے لگیں گے تو کھڑے ہو جانا کہ میں نہیں جاتا۔ اس نے کہا حضرت فرشتوں کے سامنے میری کیا حیثیت ہے کہ میں کہوں کہ میں جہنم میں نہیں جاتا۔ جب اس نے کہا کہ میری کیا حیثیت ہے تو اس وقت اس کو فرمایا۔ اس وقت اس کو ٹھوکر لگائی فرمایا کہ اے دوست جب تو ان میں سے کچھ بھی نہیں کرسکتا تو اپنے رب کی نافرمانی ہی کیوں کرتا ہے۔ اس نے کہا حضرت مجھے بات سمجھ آگئی۔ آج کے بعد میں اپنے پروردگار کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ یہ اللہ والوں کے سمجھانے کا انداز ہوتا ہے۔ وہ اچھے انداز میں بات سمجھاتے ہیں۔ اس نے گناہوں کو چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا۔

یہ گناہ ہم جو کرتے ہیں یہی گناہ ہمیں پریشان رکھتے ہیں۔ یاد رکھئے! گناہوں کی وجہ سے ہی اثرات دلوں پہ پڑتے ہیں اور قومیں مصیبتوں میں پڑتی ہیں۔ اور نیکی کے ذریعے اللہ تعالیٰ مصیبتوں سے نکالا کرتے ہیں۔ آج ہماری حالت تو یہ ہے۔ کہ کام کرتے ہیں بھنگیوں والے اور تنخواہ مانگتے ہیں بادشاہوں والی۔

مسلمان کے لیے دوراستے:

یادرکھنا! مسلمان کے لئے دنیا میں دوراستے ہیں۔نیکی کرے گا امام اعظم اور جب گناہ کرے گا تو غلام اعظم بنے گا۔نیکی کی زندگی ہوگی۔امام اقوام عالم بنے گا۔اور اگر گناہوں بھری زندگی ہوگی۔تو کیا بنے گا؟ آج من حیث القوم ہم کیا بنے پھرتے ہیں۔ تیرے ہاتھ میں ہو قرآن تو دنیا میں رہے پریشان۔تیرے ہاتھ میں ہو قرآن اور تو دنیا میں پھرے ناکام۔تیرے ہاتھ میں ہو قرآن اور دنیا میں پھرے غلام۔غلامی نفس کی ہو شیطان کی یا کسی انسان کی ہو۔نہ نہ نہ۔ہمیں کہتا ہے یہ قرآن او میرے ماننے والے مسلمان۔

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ○

ترجمہ: تو پڑھ قرآن تیرا رب کرے گا تیرا اکرام

تو مومن کے لئے دنیا میں دوراستے ہیں۔فرمانبرداری کی زندگی گزارے گا۔تو امام عالم۔اور نافرمان بن کر فاسق وفاجر بن کر زندگی گزارے گا تو غلام اعظم۔تیسرا راستہ اس کے لئے کوئی نہیں ہے۔

پریشانیوں کی وجہ گناہ:

گناہوں کو چھوڑ کر ہماری زندگی پرسکون ہوسکتی ہے۔یہ بات بتانے کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔کہ آج کل اکثر سالکین آتے ہیں وہ پریشانیاں دنیا کی لے کے آتے ہیں۔پھنسے ہوتے ہیں دنیا میں آتے ہیں تو دو تین باتیں کرتے ہیں۔آتے ہی سب سے پہلی بات۔حضرت میں نے بڑے بڑے مشائخ کو دیکھا ہے مگر آپ سے بیعت ہوا ہوں یعنی کہ احسان جتلا رہے ہیں۔کہ میرا آپ پر احسان ہے کہ میں آپ سے بیعت ہوا۔واہ واہ! حضرت میں نے بڑے بڑے مشائخ دیکھے ہیں میں نے بس آپ سے بیعت کی تاکہ

ان کے دل میں پہلے سے یہ احسان مند ہو جائے۔اور حضرت میں بس حالات آپ کو ہی بتانے ہیں۔اور حالات کیا بتاتے ہیں۔بس حضرت کاروبار کوئی اچھا نہیں چل رہا۔تعویذ دے دیجئے کچھ پڑھنے کے لئے دے دیجئے۔ویسے میں نے جلدی گھر جانا ہے۔دوسری بات حضرت بس بیوی سے کچھ بنتی نہیں ہے ان دنوں، اس لیے کچھ اس کے پڑھنے کو بتا دیں ویسے میں نے جلدی گھر جانا ہے۔اور تیسری بات کیا کرتے ہیں۔حضرت ورد وظیفہ تو ہوتا نہیں کچھ آپ ہی پھونک ماردیں ویسے میں نے جلدی گھر جانا ہے۔اب اگر یہ باتیں لے کر آئیں گے۔تو تصوف وسلوک کیا سیکھیں گے۔اللہ تعالیٰ ایسے تو نہیں ملتا کہ انسان دنیا لے کر آئے اور دنیا کے مسائل پوچھ کر واپس جائے اور سمجھے مجھے اللہ مل جائے گا۔تین سال سے بیعت ہوئے پانچ سال سے بیعت ہوئے ملا کچھ بھی نہیں۔ہم نے کچھ نہیں کرنا بس پیر ہی سب کچھ کر دے۔اس لئے یہ مضمون (Topic) بتانے کی ضرورت پیش آئی۔ ہم اپنی زندگی کے رخ کو جب تک ٹھیک نہیں کریں گے۔اس وقت تک ہماری زندگی کی یہ پریشانیاں ختم نہیں ہوں گی۔ماں باپ اپنی اولاد کو پریشان کر کے خوش نہیں ہوتے۔اللہ رب العزت اپنے بندوں کو پریشان کر کے کیسے خوش ہوں گے۔اسی لئے فرمایا۔

مَايَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ط

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں سزادے کر کیا کرے گا اگر تم شکر گزار بنو اور ایمان لے آؤ۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کو عذاب دے کر خوش نہیں ہوتے۔وہ نہیں چاہتے کہ بندے بھوکے ننگے رہیں پریشان رہیں۔یاد رکھئے! اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو عذاب کے لئے پیدا نہیں کیا اپنے بندوں کو ثواب کے لئے پیدا کیا ہے۔کیوں۔فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ انسانوں پر بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

جب رؤف اور رحیم ذات ہے تو وہ پریشانی میں اپنے بندوں کو ڈالنا نہیں پسند کرتی۔ ہم خود پریشانیوں میں پڑتے ہیں۔ ہم پریشانیوں کو دعوتیں دیتے ہیں۔ ہم بڑھتے ہیں پریشانیوں کی طرف۔ اس طرح سے کہ اپنے رب کے حکموں کو توڑ کر اور اپنے محبوب ﷺ کی سنتوں کو چھوڑ کر۔ کون سا گھر ہے آج جہاں نبی ﷺ کی سنتوں کو ذبح نہیں کیا جاتا۔ الا ماشاء اللہ۔ نیکوں کے گھرانوں میں بھی کوئی نہ کوئی فرد ایسا ہوتا ہے جو اپنی من مرضی کا مالک ہوتا ہے۔ آج ہمارے گھر گلی کوچے بازار نبی ﷺ کی سنتوں کی مذبح گاہیں بن چکی ہیں پھر ہم کہتے ہیں کہ ہمیں پرسکون زندگی نصیب ہو جائے۔ رہنا دنیا میں اور دنیا کے پیدا کرنے والے کو ناراض کر کے تم کیسے پرسکون زندگی گزاریں گے۔

ایک صاحب آئے بڑی فیکٹریوں کے مینیجر تھے۔ آنسوؤں سے رونے لگے۔ حضرت میں اتنا پریشان ہوں میں آپ کو بتا نہیں سکتا۔ میرا خرچہ پورا نہیں ہوتا۔ بھئی کتنا کماتے ہیں۔ بس حضرت فیکٹری والوں نے دو کاریں دی ہوئیں ہیں۔ میرے لیے علیحدہ بچوں کے لئے علیحدہ۔ کوٹھی لے کے دی ہوئی ہے۔ کوٹھی پر چوکیدار اور باورچی سب مالکوں کا۔ پیٹرول مالکوں کا۔ بیمار ہو جائیں تو ڈاکٹر کا خرچہ مالکوں کا۔ اور ٹیکس ویکس ہو تو وہ بھی مالکوں کا۔ اور حضرت مجھے صرف پچھتر ہزار مہینے کے ملتے ہیں۔ پچھتر ہزار مہینے کے ملتے ہیں اور سارے باقی خرچے مالکوں کے اور آنسوؤں سے رو رہا ہے کہ حضرت میرے خرچے پورے نہیں ہو رہے۔

فیصل آباد سے ایک خاتون آئی پردے میں بیٹھ کے بات کرنے لگی۔ رو رہی ہے زار و قطار۔ پانچ منٹ روتی رہی۔ اور پھر کہنے لگی حضرت میرے لئے دعا کریں میرے خرچے پورے نہیں ہوتے۔ میں نے کہا کتنے فرد ہیں۔ بس میاں بیوی ہیں اولاد نہیں ہے۔ تو کتنا خرچہ دیتا ہے خاوند۔ کہ جی ہر مہینے پچاس ہزار دیتا ہے۔ میں نے پوچھا بنتا کیا

ہے۔ کہنے لگی دوائیوں پہ خرچ ہو جاتے ہیں۔ اور واقعی ایسے تھا۔ پچاس ہزار اکیلی خاتون کا خرچہ مگر وہ ڈاکٹروں کے پاس چلا جاتا۔ میں نے اس منیجر اور اس خاتون کو سمجھایا کہ اپنی زندگی سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو نہیں نکالو گے تمہیں زندگی میں کبھی سکون نہیں مل سکتا۔ تمہارے مال سے اللہ نے برکت نکال لی ہے۔ تمہارے پچھتر ہزار کیا پچھتر لاکھ بھی ہوں گے تو تمہاری ضرورتیں پوری نہیں ہوں گی۔ برکت اللہ تعالیٰ نکال لیتے ہیں۔ اتنا کماتے ہیں ضرورتیں اتنی بڑھ جاتی ہیں کہ پھر پریشان۔ لنگوٹ باندھ کے میدان میں اترتے ہیں۔ ایک پریشانی ختم نہیں ہوتی اگلی پریشانی اوپر سے آجاتی ہے۔ پہلی ختم نہیں ہوتی دوسرے اوپر سے پھر آجاتی ہے پھر پریشان پھرتے ہیں۔

خود کو رب کے حوالے کیجیے:

لوگ کہتے ہیں جی بس رل رل کے زندگی گزار رہے ہیں۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ کسی نے شعر لکھا ہے۔

اس دکھی حیاتی دے پینڈیاں وچ
کدی راہ پے گئے کدی بھلدے رہے
اے دیوا امید دا بلدا رہیا
لکھ جھکڑ انھیریاں دے چلدے رہے
پت جھڑ دے جھڑے ہوئے پتیاں وانگ
اسی تیرے جہان وچ رلدے رہے
پر دامن امید دا چھڈیا نہ
اسی نال تقدیر دے گھلدے رہے

تو میں نے کہا کہ بھئی تمہیں پت جھڑ کے پتے کی طرح رلنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

کیا ضرورت ہے؟ تم اپنے آپ کو پروردگار کے حوالے کر دو وہ تمہیں بے آسرا نہیں فرمائے گا۔ وہ تمہیں کٹی ہوئی پتنگ کی طرح نہیں رکھے گا۔ جھڑے ہوئے پتے کی طرح رلنا نہیں پڑے گا۔ اور گھلنا نہیں پڑے گا تقدیر سے۔ تقدیر کو لانے والے کے ساتھ اپنے آپ کو نتھی کرلو۔ پھر دیکھو کہ وہ پروردگار کیسے سکون اور اطمینان کی زندگی عطا فرمادیتا ہے۔ اور آج جس سے پوچھیے کوئی کہے گا بھائی نے پریشان کیا، پڑوسی نے پریشان کیا، بیوی نے پریشان کیا، اولاد نے پریشان کیا۔ ہمیں کسی نے پریشان نہیں کیا ہمیں ہمارے گناہوں نے پریشان کیا ہوا ہے۔ ہمیں ہمارے نفس نے پریشان کیا ہوا ہے۔ ہمیں شیطان نے پریشان کیا ہوا ہے۔ تو دشمن ہمارے دو ہی ہیں نفس اور شیطان۔ اور دونوں گناہ کروا کے ہمیں پریشان کر دیتے ہیں۔ ہم گناہ کرتے ہیں سکون کی خاطر۔ اور گناہوں سے اور بے سکونی بڑھتی ہے۔

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے رہے

جن کاموں سے پریشان ہوتا ہے بندہ، لوگ سکون حاصل کرنے کی خاطر ان کاموں کو کرتے پھرتے ہیں۔ یاد رکھئے! گناہ ظاہر میں خوبصورت نظر آئے اس میں لذت محسوس ہو اس میں وقتی طور پر اطمینان محسوس ہو مگر حقیقی طور اس میں دل کی پریشانی ہوا کرتی ہے۔ اور جتنا ہم گناہ کریں گے اتنا ہماری زندگی میں پریشانی آئے گی۔ یہ اللہ والے جو گناہوں سے اپنے آپ کو بچا لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی زندگی کو سکون عطا فرما دیتے ہیں۔ یاد رکھئے۔ گناہوں کو چھوڑ کر بندے کو ایسے سکون ملتا ہے جیسے کہ بچے کو ماں کی گود میں آ کر سکون مل جایا کرتا ہے تو گناہوں کو چھوڑ دیجئے۔

علم اور ارادے سے گناہ کرنا:

علم اور ارادے سے گناہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ اس کو بہت ناپسند فرماتے ہیں۔ بے دھیانی میں گناہ ہو جائے جلدی معاف ہو جاتا ہے۔ بے علمی میں گناہ کر بیٹھے جلدی معاف ہو جاتا ہے۔ جب انسان اپنے علم اور اپنے ارادے سے سوچ سمجھ کر گناہ کر رہا ہوتا ہے۔ پھر اللہ رب العزت کی ناراضگی آتی ہے۔ پھر اللہ غصے میں آتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ بڑے حلیم ہیں وہ پہلے گناہ پہ بندے کو سزا نہیں دیا کرتے۔ بجلی کے بارے میں مشہور ہے کہ پہلی خطا بھی معاف نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ بجلی کی طرح نہیں ہے۔ وہ حلیم ذات ہے کریم ذات ہے حوصلے والی ذات ہے وہ بندے کو موقع دیتی ہے۔ لیکن جب گناہ کرتے کرتے حدود پھلانگ جاتا ہے تو پھر پکڑ آتی ہے۔ تاکہ بندہ جاگے اور جب نہیں جاگتا تو اللہ تعالیٰ پریشانیاں بھیجتے ہیں۔ کیوں کہ پھر پریشانیوں سے بندہ گھبراتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے۔ اس لئے کسی عارف نے کہا۔

سکھ دکھاں تو دیواں وار

دکھاں آن ملایوں یار

خوشیاں سلاتی ہیں اور غم جگاتے ہیں:

خوشیاں سلاتی ہیں اور غم جگاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ پھر غم بھیجتے ہیں۔ بیماری بھیج دی پریشانی بھیج دی ناکامی بھیج دی۔ پھر پریشان ہوتے ہیں۔ تو جو اچھے لوگ ہوتے ہیں وہ رب کی طرف آتے ہیں کہ ہمیں جگانے کے لئے یہ بات آئی پھر وہ نمازیں بھی پڑھ رہے ہوں گے تہجد بھی پڑھ رہے ہوں گے اوراد و وظائف بھی کر رہے ہوں گے۔ وہ سمجھ رہے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے گھر کی طرف بلانا چاہتے ہیں۔ پاک ہے وہ پروردگار جو

اپنے بندوں کو پریشانیوں اور مصیبتوں کی زنجیروں سے باندھ کر اپنے در کی طرف بلا رہا ہوتا ہے۔ تو پریشانیاں کس لئے آتی ہیں بندے کو جگانے کے لئے۔ مگر ہم جاگنے کی بجائے اور گناہ کر رہے ہوتے ہیں۔ کاروبار خراب ہوا۔ بددیانتی شروع ہو جاتی ہے۔ اب اس کا حل یہ نکالا کہ بنک سے سود پہ پیسے لے لو۔ علاج وہ تجویز کیا جو پہلے سے بھی زیادہ بندے کو پریشان کرنے والا۔ تو موٹا اصول یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی نافرمانی سے انسان کی زندگی میں پریشانیاں آتی ہیں۔ مصیبتیں آتی ہیں۔ ذلتیں آتی ہیں۔ رسوائیاں آتی ہیں۔ ناکامیاں آتی ہیں۔ اور ان کو چھوڑ کر انسان کو دنیا اور آخرت کی سرخروئی نصیب ہو جاتی ہے۔ تو ہم گناہوں کو چھوڑیں۔ پروردگار عالم نے ارشاد فرمایا۔

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهٗ

ترجمہ: چھوڑ دو وہ گناہ جو تم ظاہر میں کرتے ہو یا تم چھپ کر کرتے ہو۔

گناہ چھوڑنے پڑیں گے:

یہ گناہ چھوڑنے پڑیں گے۔ اور انسان گناہوں کی جان نہیں چھوڑتا۔ مصیبتیں اس کی جان نہیں چھوڑتیں۔ اختیار ہمارا ہے۔ اور یاد رکھئے۔ کہ جو بندہ اپنے علم اور ارادے سے گناہ کو کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ پروردگار عالم اس بندے کی دعاؤں کو رد کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ پکی بات ہے وہ بندہ مستجاب الدعوات بن جاتا ہے۔ جو بندہ اپنے علم اور ارادے سے گناہ کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ پروردگار عالم اس بندے کی دعاؤں کو رد کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ پوچھتے ہیں اسم اعظم بتاؤ۔ اس سے بڑا اسم اعظم اور کیا ہے۔ یہ اسم اعظم ہے کہ گناہوں کو چھوڑ دیں پھر دیکھیں پروردگار کیا عطا فرماتے ہیں اس لئے تو فرمایا جو غیر محرم سے نگاہوں کو ہٹائے گا اللہ رب العزت اس کے دل کو عبادت میں لذت عطا فرمائے گا۔ تو معلوم ہوا کہ ہر گناہ چھوڑنے کے بدلے لذت ملتی ہے۔ تو چھوڑ دیجئے گناہوں کو تا کہ اللہ رب العزت دلوں کا سکون اور اعمال کی لذتیں عطا فرمائے۔

بندے کا کام بندگی:

آج کہتے ہیں اوراد و وظائف میں کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ پہلی بات تو یہ کہ محسوس ہوتا ہے یا نہیں ہمیں تو بندگی کرنی ہے۔ ہمیں تو بیٹھنا ہے۔ یاد رکھیں۔ عبد اللطیف بنیں عبد الطف نہ بنیں۔ کچھ عبد الطف ہوتے ہیں۔ لطف اور مزہ ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ حضرت مزہ نہیں آرہا ہے۔ ارے بھئی مزے ڈھونڈ رہے ہیں ہمیں تو بندگی کرنی ہے اللہ کی ہم تو غلام ہیں ہاں اگر وہ یاد میں مزہ بھی دے دیتا ہے تو عنایت ہے اس کی۔ یہ رحم ہے پروردگار کا یہ ترس ہے اس کریم ذات کا کہ اس نے بندوں کے دلوں کو سکون اور لذتیں عطا فرمائیں۔ ورنہ ہم تو ذکر کرنے کے پابند ہیں بندے جو ہوئے۔ تو ہم گناہوں کو کرنا چھوڑ دیں گے۔ اللہ رب العزت زندگی سے پریشانیوں کو دور کر دیں گے۔

نیکوں اور گناہگاروں کی پریشانیوں میں فرق:

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ پریشانی تو نیکوں پر بھی آتی ہے۔ ان کے تو گناہ نہیں ہوتے۔ جی ہاں! پریشانی گناہ گاروں پر بھی آتی ہے۔ پریشانی نیکوں پر بھی آتی ہے۔ مگر دونوں کے اندر فرق ہوتا ہے۔ اس فرق کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ نیکوں پر اللہ تعالیٰ اس لئے پریشانیوں کو بھیجتے ہیں۔ کہ ان کو بعض وہ درجات دینا چاہتے ہیں۔ جو اپنی محنت سے وہ حاصل نہ کر سکیں اب پریشانیوں کو بھیج دیا۔ تا کہ اس پریشانی کو وہ وجہ بنا کر اللہ تعالیٰ ان کو قرب کے اعلیٰ درجات عطا فرما دیں۔ تو اللہ والوں پر اس لئے پریشانیاں ان کو اپنے رب کے قریب کرنے کے لئے آتی ہیں۔ اس لئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سالک کی قبض کی کیفیت میں جتنی ترقی ہوتی ہے بسط کی حالت میں اتنی ترقی نہیں ہوا کرتی۔ قبض کی حالت کہتے ہیں جب کیفیات سلب ہوں دل نہ لگ رہا ہو۔ اس وقت

بھی بندہ لگا ہوا اپنے رب کی عبادات میں تو اس وقت بڑی ترقی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ

تندیء باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

یاد رکھنا کہ اللہ والوں پہ پریشانیاں آتی تو ہیں۔ مگر ان پریشانیوں سے ان میں بے چینی نہیں آیا کرتی۔ جس کا رب سے تعلق ہے اس کا بے چینی سے تعلق نہیں ہے۔ کبھی کسی اللہ والے کو بے چین نہیں دیکھیں گے۔ وہ پرسکون ہوں گے۔ پریشانیاں ہیں، خوف ہے۔ مصیبتیں ہیں۔ بیماریاں ہیں۔ مگر طبیعت پرسکون ہوتی ہے۔ جیسے کوئی شیشے کے کمرے میں بیٹھا ہوا ہو۔ اور باہر آندھیاں چل رہی ہوں۔ تو وہ جھکڑ دیکھ رہا ہے۔ آندھی دیکھ رہا ہے ہوائیں دیکھ رہا ہے۔ درخت گرتے دیکھ رہا ہے۔ مگر اس کو محسوس نہیں ہو رہا۔ اللہ والوں کا بالکل یہی حال ہوتا ہے۔ ان کو یہ پریشانیاں اور مصیبتیں نظر تو آ رہی ہوتی ہیں مگر یہ ان کے دل پر اثر انداز نہیں ہو رہی ہوتیں۔ ان کا دل پرسکون ہوتا ہے۔ عین مصیبتوں کے عالم میں بھی دل اپنے پروردگار سے لگا ہوا ہوتا ہے۔ ایک بزرگ تھے۔ اپنے گھر کے اندر کچھ تلاش کر رہے تھے۔ حالانکہ ان کے بیٹے کی شادی تھی۔ تو بیوی کہنے لگی کہ بیٹا دلہا بن رہا ہے گھوڑے پے چڑھ رہا ہے۔ بارات جانے والی ہے۔ آپ کیا تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ کہنے لگے میں کفن کا کپڑا تلاش کر رہا ہوں۔ کہنے لگے دل میں ڈالا گیا ہے کہ ابھی میرے بیٹے کی وفات ہو جائے گی۔ تو میں نے کہا میں اس کے لئے چیزوں کا انتظام کر لوں۔ میاں بیوی بات کر رہے تھے۔ باہر سے اطلاع آ گئی کہ دولہا گھوڑے پہ چڑھنے لگا پاؤں پھسلا اور گردن کے بل گر کر موت آ گئی۔ دنیا دولہا بنا رہی ہے۔ ان کے دل میں ڈالا کہ موت آنی ہے تو گھر میں تیاریاں کر رہے ہیں۔

ع سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

اپنے رب پہ راضی ہیں۔ تو اس لئے اللہ والوں پر بھی یہ تکلیفیں آتی ہیں۔ مگر ان کے دل کو بے چین نہیں کرتیں۔ پریشان نہیں کرتیں۔ ان کے دل پرسکون ہوتے ہے۔ ان کے رجوع الی اللہ میں اور زیادہ ترقی ہو جاتی ہے۔

یہ گناہوں کا وبال بن کے بھی آتی ہیں۔ گناہگاروں پر تو پریشانیاں تو آتی ہیں اس دنیا میں کون ہے جو پریشان نہیں ہے۔

دریں دنیا کسے بے غم نا باشد
اگر باشد بنی آدم نہ باشد

اس دنیا میں کوئی بے غم نہیں اگر کوئی ہے تو وہ بنی آدم نہیں۔ اس دنیا میں غم تو ہیں ہی جہاں کوئی غم نہیں ہوگا اس کا نام جنت ہے ابھی ہم وہاں نہیں پہنچے۔ جب پہنچ جائیں گے تو وہاں غم ختم کر دیئے جائیں گے۔

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

ترجمہ: اور نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے۔

یہ کہہ دیا جائے گا۔ دنیا کے اندر تو یہ غم آئیں گے۔ مگر یہ غم تو کبھی کبھی آتے ہیں۔ ایک بات اور یاد رکھئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسانیاں زیادہ اور تنگیاں تھوڑی ہیں۔ صحت کا عرصہ زیادہ بیماری کا عرصہ کم۔ کھانے پینے کا وقت زیادہ۔ اور فاقوں کا وقت تھوڑا۔ تو عنایات زیادہ ہیں۔ امتحان کبھی کبھی۔ تو جب عنایات اتنی زیادہ ہیں تو کبھی کبھی کوئی امتحان آ جائے تو ہم پھر بھی اپنے رب سے راضی رہیں اپنے آپ کو سمجھائیں کہ پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ کسی عارف نے کہا۔

لطف سجن دم بدم قہر سجن گاہ گاہ
ایں بھی سجن واہ واہ اوں بھی سجن واہ واہ

میرے مالک ہم اس پہ بھی راضی ہیں میرے مولا ہم ہر حال میں راضی ہیں۔

یہ ہے بندگی۔ اور ہم پریشان ہوکر اِدھر اُدھر پھرتے ہیں۔ اگر کوئی کالا پیلا بندہ تعویذ دینے والا ہے ادھر بھی چلے جاتے ہیں۔ عاملوں کے پاس نجومیوں کے پاس جاتے ہیں۔ جادو کرنے والوں کے پاس جاتے ہیں۔ کالے علم والوں کے پاس جاتے ہیں اور ایمان گنوا بیٹھتے ہیں۔ بڑے بڑے نمازی اور سالک اور ذکر مراقبے کرنے والے پریشان ہو کر عاملوں کے پاس چلے جاتے ہیں ہرگز نہیں جانا چاہیے۔ پریشانیوں کے اندر کبھی ایسے لوگوں کی طرف نہیں جانا چاہیے۔ پریشانی کے وقت اپنے پروردگار کے گھر کی طرف آنا چاہیے۔ مسجد کی طرف آئیں اور اللہ سے اپنے دل کی بات کہیں۔ اللہ کے سامنے اپنے دل کا دکھ بیان کریں۔ تو جب دل کا دکھ اللہ کے سامنے بیان کریں گے تو پھر پروردگار ہماری ان مناجات کو قبول فرمالیں گے۔ ہمیں کسی نے پریشان نہیں کیا ہمیں ہمارے گناہوں نے پریشان کیا ہوا ہے۔ ہم دوسروں سے حسد کرتے پھرتے ہیں۔ فلاں نے کچھ کر دیا ہوگا۔ اس نے میرا رزق باندھ دیا ہوگا۔ پتہ نہیں کتنے چھوٹے چھوٹے خدا بنائے ہوئے ہیں۔ کسی نے کچھ نہیں باندھا۔ باندھنے والی کھولنے والی وہ ایک ہی ذات ہے۔

وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ

ترجمہ: اور اللہ ہی قبض کرتا ہے اور وسعت دیتا ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

تو ہم اس ذات کی طرف رجوع کریں۔ اور ہماری پریشانیاں پھر اللہ تعالیٰ ختم کر دیں گے۔ مصیبتیں آتی ہیں۔ مگر مصیبتیں اور پریشانیاں اکثر اوقات گناہوں کے سبب سے آتی ہیں۔ اس وجہ سے انسان مایوس بن جاتا ہے۔ اعمال چھوٹ جاتے ہیں۔ انسان ذکر و سلوک میں پیچھے رہ جاتا ہے۔ اللہ والوں پر جو پریشانیاں آتی ہیں وہ درجات کو بڑھانے

کے لئے آتی ہیں۔اب یہ بنیادی بات سمجھنے کے بعد یہ بات ذہن میں رکھئے کہ جب کسی بندے کو جگایا جائے اور وہ پھر بھی نہ جاگے تو پھر غصہ آتا ہے۔گھر میں بھی ماں بیٹے کو جگائے باپ بیٹے کو جگائے اور وہ نہ جاگے تو غصہ آتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ بندوں پر پریشانیاں بھیجتے ہیں اور وہ پھر نہیں جاگتے یہ اللہ تعالیٰ کے غصے کا سبب بنتا ہے۔اور پھر اللہ تعالیٰ اس کو دنیا کے اندر عبرت بناتے ہیں۔فرماتے ہیں۔

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ

ترجمہ: کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم سال میں ایک دفعہ یا دو دفعہ ان پر مصیبتیں بھیجتے ہیں پھر بھی تو بہ نہیں کرتے پھر بھی نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

جب انسان جگانے کے باوجود نہیں جاگتا۔تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے عذاب کا کوڑا بھیجتے ہیں۔جب انسان گناہوں میں گھر جاتا ہے۔پھر اللہ تعالیٰ اس پر ہاتھ ڈالتے ہیں۔پھر اس کو جہنم کی آگ میں بھیجتے ہیں۔

بَلَىٰ مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً

کیوں نہیں جس نے گناہ کیا۔

وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ

اور اس کے گناہوں نے اس کا احاطہ کر لیا۔

فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

ترجمہ: یہ ہیں آگ میں ڈالے جانے والے، یہ ہیں جہنم میں جانے والے۔ یہ ہمیشہ ہمیشہ وہاں رہیں گے۔

گناہوں نے اس کا احاطہ کر لیا تھا۔تو کبھی کبھی گناہ بندے کو گھیر لیتے ہیں۔جھوٹ کی

زندگی جھوٹی زندگی ہے۔اب غلط تعلق کہیں بنایا ہوا ہے۔ بندے بندے کے سامنے جھوٹ بول رہا ہے۔ پردے ڈالتا پھر رہا ہے۔اِس کے سامنے جھوٹ اُس کے سامنے جھوٹ بول رہا ہے۔حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ بندہ جھوٹ بولتے بولتے اتنا جھوٹ بولتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے نامہ اعمال میں کذاب لکھوا دیتے ہیں۔جھوٹوں کے دفتر میں نام لکھا جاتا ہے۔ اپنا جھوٹ فریب غلط تعلقات چھپاتے پھرتے ہیں بندوں سے مگر پروردگار سے تھوڑا چھپا سکتے ہیں۔کبھی کبھی انسان اپنی بری عادات کو نہیں چھوڑتا اور گناہوں کے اندر گھر جاتا ہے ان کو چھپانے کی خاطر بار بار جھوٹ بولتا ہے اور یہی چیز اس کے لئے مصیبت بن جاتی ہے۔ پھر ذکر میں ترقی کیسے ہوگی ۔سلوک میں آگے بڑھنا کیسے ہوگا۔اب کبھی کبھی اورادو وظائف کر رہے ہیں اور ساتھ کبیرہ کے بھی مرتکب ہو رہے ہیں۔یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی بندہ گولیاں بھی کھا رہا ہے اور زکام کے ہوتے ہوئے برف والا پانی بھی پی رہا ہے تو زکام کیسے دور ہوگا۔اسی لئے ذکر وسلوک میں آنے کے لئے پہلا قدم یہ ہے کہ انسان اپنے گناہوں سے سچی توبہ کر لے۔ یہ پہلا قدم اٹھالیں پھر دیکھیں کہ تھوڑی دیر کا مراقبہ ہمارے لئے معلوم نہیں کتنی برکتوں کا باعث بن جائے گا۔ہم جو کہتے ہیں کہ گناہوں سے ہوتا کچھ نہیں۔ ہمارے مشائخ کی توجہات بڑی ہیں سبحان اللہ۔ان حضرات نے اپنے مشائخ کی توجہات کو غلط سمجھا ہے۔توجہات بھی کام کرتی ہیں مگر گناہ بھی چھوڑنے پڑتے ہیں۔

میرے دوستو! میرے مہربانو! ہمیں تو جو ملا اپنے مشائخ کی توجہ سے ملا۔اپنا عمل کچھ نہیں اپنی محنت کچھ نہیں۔سو فیصد اگر کہیں کہ ان کی توجہات سے ملا تو ہم مسجد میں بیٹھ کر بھی سچ بولنے والے ہوں گے۔ ہم تو ویسے بھی فضلی ہیں کہ ہمارا تعلق ماشاء اللہ خانقاہ فضلیہ سے ہیں۔تو ظاہر میں بھی فضلی ہیں اور ویسے بھی فضلی ہیں۔جو کچھ ہوا ہے وہ اللہ کے

فضل سے ہی ہوا ہے۔ اور یہاں بھی اللہ کا فضل مانگنے ہی آئے بیٹھے ہیں۔

اس لئے جب ہم گناہوں کو چھوڑ دیں گے۔ خود بخود اوراد وظائف اور توجہات کے اثرات ہوں گے اور وہ دل کے اوپر آنے شروع ہو جائیں گے۔ ہمارے حضرت خواجہ احمد سعید قریشی رحمۃ اللہ علیہ پور شرقیہ والے۔ ان کے حالات زندگی میں حضرت پیر سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات لکھی۔ فرمایا کہ وہ کبھی کبھی پورے شہر کے لوگوں کو توجہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ بعض دلوں سے فیض ٹکرا کر واپس آتا ہے اور مجھے آواز آتی ہے کہ ہمارے لئے اس دل میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ جب دل پہ گناہوں کی میل ہی اتنی چڑھی ہوئی ہو۔ پھر توجہات کیا اثر کریں گی۔ تو اس میل کو اتاریں گناہوں کو چھوڑ کر سچی توبہ کر کے پھر دیکھئے اللہ رب العزت ہمارے دلوں کو کیسے سنوارے گے۔ اور کیسے ہمارے دلوں کو بنائے گے۔

شیطان کے ورغلانے کے دو طریقے:

ایک نکتے کی بات عرض کرتا چلوں۔ کہ شیطان انسان کو دو طرح سے ورغلاتا ہے۔ ایک شہوات کے ذریعے سے اور دوسرا شبہات کے ذریعے سے۔ یعنی کچھ تو ایسے ہوں گے کہ شہوات کے گناہوں میں لگے ہوئے ہیں۔ بدنظری میں گناہ میں زنا میں اور فلاں فلاں گناہ میں۔ یہ شہوات کے گناہ ہیں۔ جو مال سے تعلق رکھتے ہیں یا جمال سے تعلق رکھتے ہیں۔ دنیا میں دو ہی چیزوں کے اسیر ہیں نا۔ کچھ مال کے اسیر ہوں گے کچھ جمال کے اسیر ہوں گے۔ تو شیطان شہوات کے ذریعے بہکاتا ہے۔ اور جن پر شہوات غالب نہیں آتی۔ محفوظ رہتے ہیں ان کو شبہات کے ذریعے بہکاتا ہے۔ مثلاً کیا یہ مراقبہ سنت سے ثابت ہے۔ کیا یہ بیعت واقعی ضروری ہے۔ کیا یہ پیری مریدی اس وقت بھی تھی۔ اس قسم کی باتیں شبہات والی ذہن میں ڈالے گا۔ اور یہ شک ایسی بری بلا ہے کہ یہ انسان کے اعمال کی بنیاد کو ہلا کے رکھ دیتی ہے۔ اس لئے قرآن پاک میں ابتداء سے کہہ دیا:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَارَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ

هدى للمتقين بعد میں کہا پہلے کیا کہا **لا ريب فيه** کیوں کہ شک کے ساتھ پڑھو گے تو پھر ھدایت نہیں ملے گی۔ نبی ﷺ نے دعا مانگی

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّكِّ وَالشِّرْكِ وَالشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ

ترجمہ: اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں شک سے اور شرک سے اور ضد سے اور منافقت سے اور برے اخلاق سے۔

تو شرک سے بھی پہلے شک سے پناہ مانگی۔ یہ شک بڑی بری بات ہے اتنی بری کہ بندے کے ایمان کو بھی ضائع کر کے رکھ دیتی ہے۔ لوگ دین اسلام کی باتوں میں شک کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مولویوں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ یہ آپس میں باتیں بناتے رہتے ہیں ویسے ہی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں یہ شریعت کی باتیں کون سا ضروری ہے۔ شک ہو گیا کہ ہماری سنتا ہی نہیں مانگ مانگ کے ہماری عمر گزر گئی۔ ہماری تو سنتا ہی نہیں۔ شک کے ذریعے۔ سے۔ شبہات کے ذریعے سے یا شہوات کے ذریعے سے شیطان انسان کو بہکا دیا کرتا ہے۔ تو انسان پر مصیبتیں اللہ تعالیٰ بھیجتے ہیں۔ کبھی گناہوں کی وجہ سے کہ یہ باز آ جائے اور کبھی اپنے قریب لانے کے لئے۔ اور اس کا ایک ہی حل ہے۔ کہ ہم اپنے گناہوں کو چھوڑ کر اپنے پروردگار کی طرف قدم آگے بڑھائیں۔ اب شیطان مایوس کرتا ہے کہ تو اب نہیں چھوٹ سکتا۔ بھئی ہم نہیں چھوٹ سکتے تو پروردگار تو چھڑوا سکتے ہیں۔ بھئی ہم اگر نہیں بچ سکتے تو پروردگار تو بچا سکتے ہیں تو پروردگار عالم ہمیں بچا لیں گے۔ جب ہم سچی توبہ کریں گے تو معافی مل جائے گی۔ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب نکتہ لکھا ہے۔ فرماتے ہیں جو بندہ گناہ کر بیٹھے مگر دعائیں مانگے کہ اے اللہ میں بچنا چاہتا

ہوں۔ اللہ کے سامنے روئے دھوئے معافیاں مانگے۔ پھر گناہ کر بیٹھے۔ پھر روئے دھوئے معافیاں مانگے۔ فرمایا ساری زندگی اسی طرح کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن کھڑا کریں گے اور فرمائیں گے میرے بندے تو گناہوں سے بچا کیوں نہیں۔ کہے گا ہر وقت معافیاں مانگتا تھا اور کہتا تھا کہ اللہ بچالیں میں تو دعا ہی کر سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے واقعی تو نے دعائیں مانگیں۔ تیری دعاؤں کو قبول کر کے تیرے سب گناہوں کو معاف کر دیتا ہوں۔ تو جب گناہ سرزد ہو جائے تو روئے دھوئے معافیاں مانگے اور اپنے رب کو منائے۔

اَلنَّدَمُ تَوْبَۃٌ

ترجمہ: ندامت توبہ ہے۔

تو دل میں نادم ہو اور اپنے رب کو منانے کی کوشش کرے۔ کسی وقت دیر نہ کرے گناہ کا سرزد ہو جانا یہ کوئی ایسی بڑی بات نہیں۔ ہر بڑے بڑوں سے بعض اوقات غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ گر جانا برا نہیں گر کر پڑے رہنا برا ہوا کرتا ہے۔ کبھی کوئی کوتاہی ہو جائے کبھی کوئی غلطی ہو جائے تو بندہ فوراً اپنے رب سے معافی مانگے اور اپنے آپ کو اللہ کے آگے پیش کرے اور کہے کہ مجھے بچالینا۔

غم حیات کے سائے محیط نہ کرنا
کسی غریب کو دل کا غریب نہ کرنا
میں امتحان کے قابل نہیں میرے مولا
مجھے کسی گناہ کا موقع نصیب نہ کرنا

بندہ روئے اللہ مجھے گناہ کا موقع نہ دینا اللہ بچالینا۔ جب بندہ روئے گا اللہ تعالیٰ پھر اس کو گناہوں سے بچالیں گے۔ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا اللہ کی نیک بندی بڑی پیاری دعا مانگتی

تھیں۔ کہتی تھیں اے اللہ! جو آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے۔ اللہ شیطان کو مجھ پر مسلط ہونے سے روک دینا۔ تو جب ہم اپنے آپ کو پیش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ گناہوں سے حفاظت فرما دیں گے۔ ہمیں معاف فرما دیں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگیں۔ سچی توبہ کریں۔ پھر اس کے بعد تھوڑے معمولات بھی کریں گے کہ اس کے اثرات ہمارے دل پر مرتب ہو جائیں گے۔ تو آج کے اس وقت میں دلوں میں عہد کر لیجئے کہ اے اللہ ہم نے آج تک جو گناہ کیے ہم ان سے سچی معافی مانگتے ہیں اور آئندہ نیکوکاری پرہیزگاری کی زندگی گزارنے کا عہد کرتے ہیں ارادہ کرتے ہیں۔ پھر دیکھئے پروردگار اس پر کیا رحمت فرماتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے راتوں کو اٹھ کر اپنے گناہوں کی معافی مانگئے تنہائیوں میں معافی مانگئے۔

گناہ کا بدلہ مل کر رہے گا:

حضرت مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب بات اپنی تفسیر میں لکھی ہے۔ فرماتے ہیں کہ قرآن کی ایک آیت ہے۔

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ

ترجمہ: جس بندے نے بھی گناہ کیا اس کو اس کا بدلہ ملے گا۔

تو فرماتے ہیں کہ اس میں استثنیٰ کسی کا نہیں مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ۔ پکی بات ہے جس نے بھی گناہ کیا اس کو اس کا بدلہ ملے گی۔ سزا ملے گی۔ تو فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم جتنے گناہ کر چکے ہیں۔ ہمیں ہر گناہ کے بدلے سزا ضرور ملنی ہے۔ فرماتے ہیں۔ اب یہ سزا دو طرح کی ہے۔ سمجھ میں آنے والا نکتہ ہے۔ ایک تو یہ کہ ہم اس دنیا میں ندامت اور شرمندگی کی آگ میں جلیں۔ دل سے کڑھیں اللہ غلطی کر بیٹھے معاف کر

دیں۔ یہ بھی آگ میں جلنا ہے۔ یہ بھی دل میں آگ لگی ہوئی ہے۔اللہ معافی دے دے۔ اللہ پریشان ہوں۔معافی مانگتا ہوں۔توبہ کرتا ہوں۔فرمایا یا تو یہ بندہ سچی توبہ کے ذریعے دنیا کی ندامت کی آگ میں اپنے آپ کو جلا لے۔اگر تو یہ نہیں کی تو پھر اللہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ میں ضرور جلائیں گے۔اب ہمارے لئے آسان راستہ یہی ہے کہ ہم دنیا میں ہی معافی مانگ لیں۔ ہر ہر گناہ کے بدلے معافی مانگیں۔اللہ جو گناہ یاد ہیں ان کی بھی معافی جو نہیں یاد ہم ان کی بھی معافی مانگتے ہیں۔تو اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی مانگیں پھر دیکھئے اللہ تعالیٰ کتنے خوش ہوتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ تو رحمت کے وعدے فرماتے ہیں۔حدیث پاک میں آتا ہے جب شیطان نے بہکانے کے لئے قسمیں کھائیں اور کہا کہ میں تیرے بندوں کو بہکاؤں گا۔دائیں سے بائیں سے آگے سے پیچھے سے۔

وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ

ترجمہ:اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔

اس وقت فرشتوں کو بڑی حیرت ہوئی کہنے لگے کہ اے اللہ اولادِ آدم کے لئے تو مشکل بن گئی پوچھا کیسے اے اللہ یہ شیطان دائیں بائیں آگے پیچھے سے بہکائے گا۔تو بندوں کے لئے تو کوئی راستہ ہی نہیں بچا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے فرشتو! یہ دو سمتوں کو بھول گیا۔ایک نیچے کی سمت ایک اوپر کی سمت ۔میرا گناہگار بندہ جب اپنے گناہوں سے پریشان ہو کر میرے در پہ آئے گا اور میرے در پر آکر ہاتھ پھیلا دے گا۔ چونکہ ہاتھ اوپر کی سمت کو اٹھیں گے ابھی اس کے ہاتھ نیچے نہیں جائیں گے کہ میں اس کے گناہوں کو معاف فرما دوں گا۔اور جب میرا بندہ اپنے گناہوں سے پریشان ہو کر اپنے سر کو سجدے میں ڈال دے۔ چونکہ نیچے کی سمت سے شیطان اثر انداز نہیں ہو سکتا۔میرا بندہ ابھی سجدے سے سر نہیں اٹھائے گا میں اپنے بندے کے گناہوں کو معاف فرما دوں گا۔تو

شیطان نے ایک قسم کھائی تھی۔ فبعزتك ۔اللہ تیری عزت کی قسم میں بندوں کو بہکاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا۔ شیطان مردود تو قسمیں کھاتا ہے میرے بندوں کو بہکانے کے لئے ورغلانے کے لئے ذرا میری بات بھی سن لے میرے بندے بتقاضائے بشریت گناہ کرتے رہیں گے کرتے رہیں گے۔ اگر اپنی موت سے پہلے پہلے سچی معافی مانگیں گے۔ فبعزتی و جلالی مجھے اپنی عزت کی قسم مجھے اپنے جلال کی قسم میں ان کی توبہ کو قبول کرلوں گا۔ تو شیطان ۔نے بہکانے کے لئے ایک قسم کھائی تھی۔ رحمٰن نے معافی دینے کے لئے دو قسمیں کھائیں۔ سبحان اللہ۔

اللہ تعالیٰ بخش کے خوش ہوتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کا ایک نام ہے لیکن رحمت کی صفت کے دو نام ہیں۔ رحمٰن اور رحیم اور کوئی صفت ایسی نہیں جس کے دو نام ہوں سوائے رحمت کی صفت کے وہ تو اتنا کریم آقا ہے۔ وہ تو بخش کے خوش ہوتا ہے۔ وہ تو معاف کر کے خوش ہوا کرتا ہے۔ میں ایک مرتبہ دورہ حدیث کی بچیوں کو پردے میں درس دے رہا تھا۔ تو ان سے میں نے سوال پوچھا کہ بتاؤ دنیا میں سب سے آسان کام کیا ہے۔ ایک بچی نے جواب دیا اپنی ماں کو منانا۔ میں نے پوچھا وہ کیسے؟ کہنے لگی جی ہمارا تجربہ ہے کہ ماں اپنے بیٹے سے ناراض بھی ہو۔ تو بیٹی سے پوچھتی پھرتی ہے کہ اس نے روٹی کھالی۔ اس کا بستر تو نے بنا دیا۔ اس کے کپڑے تو نے ٹھیک کر دیئے۔ اب اوپر اوپر سے ناراض پھر رہی ہے۔ مگر ماں کی مامتا اس کو مجبور کر رہی ہے۔ لہٰذا بیٹی سے پوچھتی پھرتی ہے۔ بیٹی کے ذریعے اس کو کھانا پہنچا رہی ہے۔ دل سے ناراض نہیں ہے۔ خفا تھی بچے نے ستایا۔ مگر دل سے خفا نہیں۔ اس لئے پوچھتی پھر رہی ہے کہ بچے کو سب چیزیں مل گئی یا نہیں مل گئی۔ وہ کہنے لگی کہ جب ماں کی مامتا

کا یہ حال ہے تو ماں کو منانا بہت آسان ہوتا ہے۔ میں نے کہا ماں کو منانا آسان سہی مگر پھر بھی ماں کے پاس آنا پڑتا ہے۔ ماں کے پاس آ کر بچہ کہے کہ ماں معاف کر دے۔ ماں معاف کر دیتی ہے۔ بچہ آ کر ماں کا جسم دبائے امی معاف کر دیں معاف کر دیتی ہے۔ ہاتھ جوڑ دے معاف کر دیتی ہے۔ اگر پھر بھی معاف نہ کرے بچہ رو پڑے۔ ماں سے کبھی بیٹے کے آنسو نہیں دیکھے جاتے۔ کتنی ناراض ہی کیوں نہ ہو۔ جب دیکھے گی کہ بچہ آنسو بہا رہا ہے۔ اپنے دوپٹے کے پلو کو لے کر آنسو پونچھے گی۔ کہے گی بیٹا رو نہیں چل میں نے تجھے معاف کر دیا۔ تو ماں کو منانا دنیا میں اتنا آسان ہے۔ میں نے انہیں اس وقت بتایا دیکھو ایک اور ذات ہے جس کو منانا ماں کے منانے کے سے بھی ستر گنا زیادہ آسان ہے۔ اور وہ پروردگار عالم کی ذات ہے۔ ماں کو تو پھر بھی زبان سے کہنا پڑے گا۔ پاؤں پکڑنے پڑیں گے۔ ہاتھ جوڑنے پڑیں گے۔ آنسو بہانے پڑیں گے۔ ایک وہ پروردگار ہے جس کے سامنے بندہ تنہائی میں بیٹھا ہو فقط دل کے اندر نادم ہو جائے۔ دل کے اندر شرمندہ ہو جائے۔ اور دل سے پکارے پروردگار گناہوں کی معافی چاہتا ہوں۔ اللہ میں نے سچی توبہ کر لی۔ میں نے صلح کر لی۔ مجھے اپنا بنا لے۔ شیطان کے پنجے سے چھڑا لے۔ کوئی ہاتھ نہیں ہلایا کوئی اس کی زبان سے لفظ نہیں نکلا۔ فقط دل کی ندامت کو قبول کر کے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ناراضگی کو دور فرما دیتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کو منانا ماں کو بھی منانے سے بھی ستر گنا زیادہ آسان ہے۔ تو اپنے رب کو منا لیجئے۔ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ عجیب بات لکھی۔ فرماتے ہیں۔ میں گلی میں جا رہا تھا۔ میں نے دیکھا ایک دروازہ کھلا۔ ماں اپنے بچے کو مار رہی ہے۔ تھپڑ لگا رہی ہے۔ اور کہہ رہی ہے کہ تو نے مجھے بڑا ذلیل کیا۔ بڑا پریشان کیا۔ نافرمان ہے۔ کوئی بات نہیں مانتا۔ نکل جا میرے گھر سے۔ وہ بچہ رو رہا تھا۔ دھکے کھا رہا تھا۔ جب گھر سے باہر نکلا۔ ماں نے کنڈی لگا دی۔ فرماتے ہیں میں کھڑا ہو گیا کہ ذرا منظر تو دیکھوں۔ بچہ روتے

روتے ایک طرف کو چل پڑا ذرا آگے گیا رک کر پھر واپس آ گیا۔ پھر دروازے پر واپس آ گیا۔ میں نے پوچھا بچے تم واپس کیوں آ گئے۔ کہنے لگا۔ سوچا تھا کہیں اور چلا جاؤں۔ پھر خیال آیا کہ مجھے دنیا کی ہر چیز مل سکتی ہے۔ مجھے ماں کی محبت نہیں مل سکتی۔ میں اسی لئے واپس آ گیا ہوں۔ محبت ملے گی اسی در سے ملے گی۔ کہتے ہیں بچہ بات کر کے وہیں بیٹھ گیا۔ میں بھی وہیں بیٹھا۔ بچے کو نیند آئی۔ اس نے دہلیز پہ سر رکھا سو گیا۔ کافی دیر گزری ماں نے کسی وجہ سے دروازہ کھولا۔ ضرورت کے لئے باہر جانا چاہتی تھی۔ بیٹے کو دیکھا۔ دہلیز پے سر رکھے سو رہا ہے۔ اٹھایا کیوں دہلیز پہ سر رکھ کے سو رہے ہو۔ امی مجھے دنیا میں کوئی دوسری ماں نہیں مل سکتی۔ میں اس دہلیز کو چھوڑ کے کیسے جاؤں۔ فرمایا بچے کے الفاظ سے ماں کی آنکھوں سے آنسو آ گئے۔ بچے کو سینے سے لگا لیا۔ میرے بیٹے جب تیرا یقین ہے کہ اس گھر کے سوا تیرا گھر کوئی نہیں میرے در کے سوا کوئی در نہیں، تو آجا میں نے تیری غلطیوں کو معاف کر دیا۔ فرماتے ہیں۔

جب گناہ گار بندہ اپنے رب کے دروازے پہ اس طرح آتا ہے۔

رب کریم میری خطاؤں کو معاف کر دے۔

میرے گناہوں کو معاف کر دے۔

اے بے کسوں کے دستگیر۔

اے ٹوٹے دلوں کو تسلی دینے والے۔

اے پریشانیوں میں سکون بخشنے والی ذات۔

اے بے سہارا لوگوں کا سہارا بننے والی ذات۔

اے گناہوں کو اپنی رحمت کے پردوں میں چھپا لینے والی ذات۔

تو میرے لئے رحم فرما دے۔

مجھے در در کے دھکے کھانے سے بچا لے۔

اللہ اپنی ناراضگی سے بچا لے۔

میں صلح کرنے کے لئے حاضر ہو گیا ہوں۔

پروردگار آئندہ نیکو کاری کی زندگی عطا فرما۔

جب بندہ اس طرح اپنے آپ کو پیش کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کی توبہ کو قبول کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سچی توبہ کرنے کی اور توبہ کر کے یہاں سے اٹھنے کی توفیق عطا فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○